والذین آووا ونصروا اولئک هم المؤمنون حقا لهم مغفرة ورزق کریم

نمبر ۲۱

سیر انصار رضؓ

حصہ اوّل

یعنی سیر الصحابہ کا وہ حصہ جس مین انصار کرام رضی اللہ عنہم کے

سوانح وحالات اور اُنکے فضائل وکمالات

مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف

تہجی لکھے گئے ہین

از

مولوی سعید صاحب انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی رح

سیرۃ النبی صلعم، حصۂ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ... ... ۳ر، للعہ

ایضاً حصۂ دوم، طبع اول قیمت باختلاف کاغذ ﷲ ، ﷲ

ایضاً حصۂ دوم، طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ﷲ ، ﷲ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے ﷲ

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری، وران کا فلسفہ، عہ ر

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عہ ر

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانحعمری اوران کے اجتہادات و مسائل قیمت ... ... عہ ر

سوانح مولانا روم رح، مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی اور دیگر تصنیفات پر تقریظ عہ ر

مقالات شبلی، مولانا کے سو مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ ر

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ ر

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر ریویو قیمت ۸ر

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز قدما کا دور ... ... سے ر

ایضاً حصہ دوم، شعراے متوسطین کا دور، ... ... عہ ر

ایضاً حصہ سوم، شعراے متاخرین کا دور، عہ ر

ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو، سے ر

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ قیمت ... ... عہ ر

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو، عہ ر

سفرنامۂ روم و مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ ر

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو، قیمت ۸ر

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات اوران کے جوابات قیمت باختلاف کاغذ و طبع عہ، عہ، ۱۲ر

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ اسکی عہد بعہد کی ترقیان علماے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... عہ ر

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف جدید علم کلام جسمین عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ مین ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے طبع سوم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... سہ ر

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلی مطبع نامی کانپور ۰۳ر

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد غزلیات مثنویات قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوے گل، برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اسمین سب یکجا کر دیئے گئے ہین ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے، قیمت ... ... عہ ر

مولینا حمید الدین صاحب بی، اے،

تفسیر سورہ والتین، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورہ والکوثر، " " " " " ۴ر

تفسیر سورہ عبس، " " " " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو حصہ اول، دوم، سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۱۱ر

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولینا سید سلیمان ندوی،

ارض القرآن حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد ثمود سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ اسطرح لکھی گئی ہے جسسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین

دیباچہ

سیر الصحابہ کے نام سے دار المصنفین کے زیر اہتمام جو سلسلہ تیار ہو رہا ہے پیش نظر کتاب اسکی ایک جلد ہے، اس مین انصار کرام کے حالات و سوانح اور انکے علمی، مذہبی، اخلاقی اور سیاسی کارنامون کی پوری تفصیل کی گئی ہے، صحابہؓ رضی اللہ عنہم کی مقدس صف مین انصار کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اور سیر الصحابہ کا یہ حصہ اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس مین انہی مقدس بزرگون کے اکابر اور مشاہیر کے سوانح حالات مذکور ہین، یہ واقعات کتب احادیث اور سیر و رجال کی مستند کتابون کے سینکڑون، ہزارون صفحات کی ورق گردانی کرکے فراہم کیے گئے ہین،

ان حالات وخدمات کی تفصیل سے پہلے ایک بسیط مقدمہ مین انصار کی قبل اسلام کی مفصل تاریخ، ان کے نسب نامے، آداب و تمدن اور معاشرت و اخلاق کو نمایان کیا گیا ہے

اس طرح یہ حصّہ انصار کی تاریخ قبل الاسلام اور بعد الاسلام کا ایک بہترین مجموعہ بن گیا ہے

اس سے پہلے سیر الصحابیات کی جو جلد شائع ہوئی تھی ملک کے بعض مشہور اہل قلم نے اس "لف ونشر مرتّب" کو "غیر مرتّب" کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے،

اب اسی سلسلہ کی ایک اور نئی جلد اُن کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار

خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

"دار المصنفین"

فہرست مضامین سیر الانصار حصۂ اوّل

انصار کا نسب نامہ

اہل عرب تین بڑے قبیلوں میں منقسم ہیں، بائدہ، عاربہ، مستعربہ، بائدہ میں وہ قبائل شامل ہیں جنھوں نے طوفانِ نوح ؑ کے بعد عرب میں حکومت کی اور ناپید ہوگیے، عاد، ثمود، عمالقہ، طسم، جدیس وغیرہ انھیں میں داخل ہیں، عاربہ سے وہ قبائل مراد ہیں جو بائدہ کے ہمعصر تھے، اور اُن کے بعد عرب کے مالک ہوئے، قحطان، سبا، حمیر، معین وغیرہ ان کی شاخیں ہیں، مستعربہ سے وہ خاندان مراد ہیں جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد تھے اور عرب کے شمالی حصہ میں بود و باش رکھتے تھے،

انصار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عرب عاربہ کی اولاد ہیں، اُس بنا پر عرب کے تمام نساب ان کے نسب نامے قحطان بن عابر تک پہونچاتے ہیں جو عرب عاربہ کا مورث تھا، لیکن قحطان پر پہونچکر اختلاف شروع ہوتا ہے، اور نسابہ عرب دو گروہ میں منقسم ہوجاتے ہیں،

(۱) ایک گروہ کہتا ہے کہ قحطان خود ایک مستقل خاندان کا بانی تھا، اور اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام، اس کے نزدیک قحطان اور یقطن جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے ایک ہیں،

(۲) دوسرا گروہ قحطان کو کوئی علیحدہ شاخ نہیں مانتا بلکہ نابت بن اسمٰعیل کی اولاد بتاتا ہے چنانچہ کلبی نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے، کہ

انه ادرك اهل العلم والنسب	کہ اُنھوں نے اہل علم اور نسابین کو
ينسبون القحطان كذالك[1]	قحطان کی نسبت یہی فیصلہ کرتے پایا ہے

کلبی کے علاوہ بعض اہل یمن بھی اس کے مدعی ہیں[2]،

۱؎ ذیل طبری ص ۲۴۴ ج ۱۳، ۲؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۷ ج ۱،

لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے حد درجہ کمزور ہے، اور اس کی تردید میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ تمام اہل یمن اس کے مخالف ہیں، چنانچہ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ

وسائر الیمانیۃ تابی ذالک ولد یسبت الی نہ قحطان بن عابر | یعنی تمام اہل یمن اس کے منکر ہیں اور قحطان کو عابر کا بیٹا سمجھتے ہیں،

دوسری جگہ ہے، (ص ۸۲)

والقوم اعرف بانسابھم ینقلہ الباقی عن الماضی قولا وعملا موروثا انھم من ولد قحطان بن عابر لا یعرفون غیر ذالک ... | اہل یمن اپنے نسب کو زیادہ جانتے ہیں اور سلسلہ بسلسلہ نقل کرتے آئے ہیں کہ وہ قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں، اس کے سوا انکا کوئی خیال نہیں،

البتہ پہلے خیال سے ہمکو اتفاق ہے قحطان ایک مستقل قوم اور ایک مستقل سلطنت کا بانی تھا یمن میں اس کی اولاد موجود تھی اور سیکڑوں برس تک برسرحکومت رہی، لیکن یہ کہنا کہ انصار بھی قحطان کی اولاد ہیں ہمارے نزدیک صحیح نہیں، اور یہ وہ خیال ہے جس کی تردید نہایت مشکل ہے،

نسابۂ عرب میں جو لوگ انصار کو قحطان کی اولاد مانتے ہیں اُن کے دلائل اگرچہ کسی تاریخ میں مذکور نہیں، تاہم ایسے مواقع پر وہ اشعار عرب سے استناد کرتے ہیں اِس بناء پر ہم اس دعوی کی تقویت کے لئے چند اشعار بھی درج کرتے ہیں، حضرت حسان کا شعر ہے[۲]

تعلمتموا من منطق الشیخ یعرب | ابینا فصرتم معربین ذوی نفر

اس میں اگرچہ قحطان کا نام مذکور نہیں تاہم چونکہ یہ عدنانیون (اسماعیلیون) کے مقابلہ میں کہا گیا ہے

---

[۱] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۸۱، [۲] العرب، الجواہر ص ۳۱،

اس لئے ضرور ہے کہ یعرب قحطان کی اولاد سے ہو اور تھا،

عبدالرحمان بن حسان یا نعمان بن بشیر کا شعر ہے[۱]

لنا من بنی قحطان سبعون نبعًا   اقرت لها بالخرج منها الاعاجم

لیکن یہ دونوں شعر صحت کے لحاظ سے بالکل مشکوک ہیں، پہلا شعر جو حضرت حسان کی طرف منسوب ہے، اُن کے دیوان میں موجود نہیں، اور حسان کے اشعار کی نسبت عام فیصلہ ہے کہ

تنسب الیه اشیاء لا تصح عنه[۲]   اُن کی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب ہیں جو

ان سے تابعت نہیں،

دوسرے شعر کی یہ کیفیت ہے کہ خود کہنے والے کا پتہ نہیں، پھر مضمون ایسا ہے کہ اس کو دیکھکر ہنسی آجاتی ہے، عبدالرحمان ہوں یا نعمان کوئی بھی اتنا صریح جھوٹ گوارا نہیں کرسکتا تھا،

ہمارا خیال یہ ہے کہ انصار قحطانی نہیں، بلکہ نابط بن اسماعیل کی اولاد ہیں، یعنی وہ عرب عاربہ نہیں بلکہ مستعربہ ہیں، یہ خیال مورخین اور نسابین کے خیال سے بالکل جدا ہے، اور ہم اس کو کسی قدر پھیلا کر لکھنا چاہتے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں یہ بتلانا ضروری ہے، کہ اس باب میں ہمارا طریقۂ استدلال کیا ہوگا؟

مورخین عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرنے میں عمومًا دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں (۱) نسابین کی روایت (۲) شعرائے قبیلہ کے اشعار، اور یہ دونوں چیزیں تنہا قابل اعتماد نہیں، نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل ہوتی ہیں کہ اُن پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، پرانے نسب نامے اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام عالم آبا تورات کے اندر سمٹ آیا ہے، مثلًا منوچہر حضرت اسحاق کا پرپوتا ہے[۳]، صنہاجہ، کتامہ،

---

۱ التنبیہ والاشراف ص ۱۸۵، ۲ استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، ۳ ابن اثیر ۱۱۵ و ۱۱۶ ج ۱،

سبا کی اولاد ہیں، ہند، یونان، ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں، سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں
قحطان بن عابر یہودیوں کے نزدیک، حام کی اولاد ہے وغیر ذالک، یمن کے تبع، الحارث الرائش کے
نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں، یہان تک کہ طبری نے
ایک جگہ اس کو سبا اصغر کی اولاد بتایا ہے، لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں
ہیں، وقس علی ھذا؛

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح ہونے کی کوئی صورت
نہیں ہے، یہ ظاہر ہے کہ عرب بالکل اُمّی تھے اور ان میں لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا، اس بناء
پر ان کے پاس قدماء کا ذخیرہ کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؛ یہی وجہ ہے کہ جاہلیّت کا جو کچھ کلام ہم تک پہونچا ہے بہت
کم ہے اور وہ بھی اسلام سے صدی دو صدی آگے کا نہیں،

اس کے علاوہ عرب میں بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈمڈ ہو گئے، چنانچہ نعمان
بن منذر شاہ حیرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبیلۂ لخم سے تھا، لیکن جبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس کو عجم
بن قنص کی اولاد بتایا[1] قضاعہ، انمار، بجیلہ، اسماعیلی اور نزاری تھے اور مکہ ہی سے یمن گئے تھے،
لیکن امتداد زمانہ اور جہالت کے باعث قحطانیوں میں ضم ہو گئے اور جدید نسب نامے تیار کر لئے[2]،
اوروں کا بھی یہی حشر ہوا جن میں غسان، خزاعہ اور انصار بھی داخل ہیں، ابھی ہوتے ہیں اقبائل کے
شعراء اگر اپنے نسب نامے کسی غیر نسل تک پہونچائیں اور اس کو اشعار میں ظاہر کریں تو ان کا کہان تک
اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ انصار کے نسب نامہ میں سخت دقّتیں واقع ہو گئی ہیں جن کا علاج اس کے سوا
کچھ نہیں کہ ہم قدیم طرزِ استدلال کو چھوڑ کر تحقیق و تفتیش کی ایک نئی راہ نکالیں جو نہایت صاف، واضح،

---

[1] طبری ص ۲۴۵۵ ج ۵، [2] سیرت ابن ہشام ص ۸، ۱۱، ۶۴ ج ۱،

اور مستقیم ہو، چنانچہ اُس کے لئے ہم نے حسب ذیل ماخذ قرار دئے ہین،

(۱) قرآن مجید،

(۲) احادیث صحیحہ،

(۳) اشعار عرب، جو روایت اور درایت کے اُصول سے صحیح ہون،

(۴) اکتشافات اثریہ،

۱- قرآن مجید سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی صحت مین کوئی مسلمان شک نہین کر سکتا لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید مین صرف اُن قومون کے نام آئے ہین، جن کے حالات نہایت موثر اور عبرت خیز ہین، اور چونکہ انصار اور تمام اسماعیلیون نے جاہلیت مین کوئی ایسا کام نہین کیا ہے، اس لئے قرآن مجید مین ان کا ذکر کیونکر آسکتا ہے،

(۲) حدیث مین البتہ انصار کے متعلق کچھ اشارے اور تصریحیں موجود ہین مثلاً حضرت سلمہ بن اکوع رض سے روایت ہے کہ

مر النبی صلعم علی نفر من اسلم	آنحضرتؐ بنو اسلم کے پاس سے گذرے
ینتضلون فقال النبی صلعم	جو تیر اندازی مین مصروف تھے اور فرمایا
ارموا بنی اسماعیل فان	آل اسماعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا
اباکم کان رامیا[۱]	باپ قدر انداز تھا،

اسلم کا قبیلہ عرب مین خزاعہ کی اولاد مشہور تھا، اور خزاعہ، حارثہ بن عمرو مزیقیا کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا، چنانچہ امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسیطرح نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے، اسلم

---

۱ صحیح بخاری ص ۴۰۶ ج ۱،

بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامرؓ[1] اور اس کے بعد لکھا ہے من حمرا عہ ہمکو اس نسب

نسب نامہ کی صحت اور سقم سے بحث نہیں ہے، مقصود یہ ہے کہ ایک مسلم النبوت قحطانی خاندان کو آنحضرت صلعم

نے اسماعیلی فرمایا اور تمام مجمع نے اس کو تسلیم کیا،

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے، وہ حضرت ہاجرہ کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے[2]

مخاطب ہو کر کہتے ہیں[3]

تلک امکم یا بنی ماء السماء — اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمہاری ماں ہیں،

ماء السماء، عامر کا لقب ہے جو مزیقیاء کا باپ تھا، ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ حضرت ابو ہریرہ اسکو بیان کر سکتے، اور نہ انصار میں اس کو کوئی سن سکتا، اس حدیث کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملا دی جائے جس میں غیر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانے کی خبر دی گئی ہے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے،

مذکورہ بالا حدیثیں بخاری میں متعدد جگہ آئی ہیں اور صحت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہیں کہ ان میں شک کرنا بھی کفر میں داخل ہے، اس بناء پر ان سے زیادہ انصار کے اسماعیلی ہونے پر اور کوئی شہادت نہیں پیش کی جا سکتی، انہیں وجوہ سے خطابی نے اہل یمن کو اسماعیلی کہا ہے، بخاریؒ نے جامع صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام "باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل" ہے، ابن حجر تحقیق و کاوش کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں ھذا ھو الذی یترجح فی نقدی[4] قاضی عیاض بھی اسی کی طرف مائل ہیں[5]، اور سعید سمہودی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے (۶)

لیکن ان بزرگوں کی رایوں میں کچھ مبالغہ ہے، مذکورہ بالا حدیثوں میں صرف دو قبیلوں کی نسبت تصریح آئی ہے، اس لئے ہم کو یہیں پر توقف کرنا چاہئے، اصل یہ ہے کہ یمن میں کچھ قبیلے یقیناً اسماعیلی تھے،

---

[1] صحیح بخاری ص ۴۹۷ ج ۱ [2] فتح الباری ۳۹۱ ج ۶ [3] صحیح بخاری ص ۶۱۱، ج ۲، [4] فتح الباری ص ۳۹۱ ج ۶
[5] عمدۃ القاری عرف عینی ص ۲۰۵ ج ۷، [6] خلاصۃ الوفا ص ۱۸۰،

جو قحطانی مشہور ہو گئے تھے، لیکن اس سے تمام یمن اور خود قحطان کا اسماعیلی ہونا لازم نہیں آتا،

(۳) اشعار عرب میں سے دو شعر ہمارے پاس نہایت مستند ذریعہ سے پہونچے ہیں، جو حضرت حسان کے دادا منذر بن عمر کے ہیں وہ کہتا ہے[۱]،

ورثنا من البهلول عمرو بن عامر   وحارثة الغطريف مجداً مؤثلا

مآثر من آل ابن بنت بن مالك   وبنت بن اسمعيل ما ان تحولا

اسمیں شاعر نے اپنے تمام سربرآوردہ بزرگوں کے اس ترتیب سے نام لئے ہیں، عمرو بن عامر، حارثۃ الغطریف، نبت بن مالک اور پھر نبت بن اسماعیل،

اسی شاعر کی ابوطاہر مقدسی نے جو نہایت قدیم مصنف ہے ایک روایت بھی نقل کی ہے اور وہ یہ ہے[۲]

وقال المنذر بن حرام جد حسان	حسان بن ثابت کا دادا منذر بن حرام
ابن ثابت بن المنذر في الجاهلية	جو خالص زمانہ جاہلیت میں تھا ان کا
العمياء يذكر نسبهم الى غسان	(اوس و خزرج کا) نسب غسان تک اور
ثم الى نابت بن مالك ثم الى نابت بن	غسان سے نابت بن مالک تک اور نابت مالک سے
اسماعيل بن ابراهيم	نابت بن اسماعیل بن ابراہیم تک پہونچاتا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر اپنے کو غسان کا ہم نسب سمجھتا تھا، اور ان کا سلسلہ قحطان کے بجائے نابت بن اسماعیل تک پہونچاتا تھا، اب اگر اس کے ساتھ اتنا اور بڑھایا جائے کہ یہ شاعر شاہان غسان کا معاصر تھا اور یہ اشعار انھیں کے زمانہ میں لکھے گئے تو انصار اور آل غسان کے نسب کے متعلق اس سے موثق تر شہادت کوئی نہیں مل سکتی،

[۱] فتح الباری ص ۳۹۲ ج ۶، [۲] کتاب البدء والاخبار لابی طاہر المقدسی المنسوب الی ابی زید البلخی ص ۱۲۲ و ۱۲۳ ج ۴،

(۴) اکتشافات اثریہ میں ہمیں حسب ذیل چیزون سے بحث کرنا ہے،

(۱) نظام اجتماعی یا طرز بود و ماند، (۲) زبان (۳) مذہب (۴) نام (۵) قرابت (۶) شکل و صورت

(۱) **نظام اجتماعی**: سامی زبانون مین عرب کے معنی صحرا اور بادیہ کے ہیں، اُس بنا پر عرب درحقیقت وہ ہیں جو بدوی بھی ہون، یہی وجہ ہے کہ فراعنہ، اشوریون اور فینیقیون کے زمانہ مین عرب صرف شمالی حصّہ کا نام تھا جو نیل سے دریائے فرات تک پھیلا ہوا تھا[۱] اور یہ مسلّم ہے کہ یہان قاطبۃً اسماعیلی عربون کی آبادی تھی،

انصار کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا، کہ اُن کی زندگی بھی مدّت تک بدویانہ رہی ہے، چنانچہ نابت بن اسماعیل کی وفات کے بعد یمن گئے ہین، اور سنہ ۲ء تک یعنی تقریباً ڈھائی ہزار برس عرب کے مختلف حصون مین مارے مارے پھرے ہین، قدیم تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف مزیقیاء اور اُس کی اولاد ہی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ سے یثرب کے قیام تک ان لوگون نے سیکڑون مقامات کی خاک چھانی ہے، چنانچہ ان مقامات کے نام ہم نے انصار کی تاریخ مین لکھدئے ہین، -

اس بدویت کے ساتھ انصار مین کسی قدر حضریت بھی پیدا ہو گئی تھی، یعنی وہ مدینہ آکر کاشت کرتے تھے قلعے بناتے تھے، اور یہ اُن کے قحطانی ہونے کا اثر تھا، اور اپنی حفاظت کے لئے قلعے تیار کرتے تھے،

(۲) **زبان**: قحطانیون اور اسماعیلیون مین دوسرا فرق زبان کا ہے، قحطانیون یا اہل یمن کی زبان حمیری تھی اور وہ حجاز کی زبانون سے بہت مختلف تھی، چنانچہ مورّخ مسعودی نے اس کی صاف تصریح کی ہے، ووجدنا لغة ولد قحطان بخلاف لغة ولد نزار بن معد (مروج الذہب ص ۷۰ ج ۱) ہمدانی نے اسکو اور بھی مفصل بیان کیا ہے مثلاً ایک یمنی قبیلہ خشب کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں،

والحشب عربي يخالط حميرية : اور خشب کی زبان حمیری ملی ہوئی عربی ہے

۱؎ ہیروڈوٹس ص ۱۱۲،

حیوان کی نسبت

فصحاء وفيهم حميرية لكثرة — فصیح ہیں لیکن حمیری بہت بولتے ہیں

اہل صنعا۔

في اهلها بقايا من العربية المحضة و — اس کے باشندوں میں کسی قدر خالص عربی اور

شيء من كلام حمير — کچھ حمیری باقی ہے

تبالہ، اقیان، مصانع، لحلی،

حميرية محضة : ان کی زبان خالص حمیری ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمیری، عربی زبان سے بالکل جداگانہ چیز ہے، اب اگر تم خود اس عربی زبان کو جو یمن میں رائج تھی، تو تم کو حجاز اور یمن کی زبانوں کا فرق صاف معلوم ہوگا، یہ سچ ہے کہ دونوں زبانوں کی اصل ایک ہے، لیکن ان میں اعراب، ضمیرین، اشتقاق اور تصریف میں جس قسم کا اختلاف موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بولنے والوں میں اخلاق و عادات کے لحاظ سے کتنا فرق تھا،

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یمن کی عربی، حمیری زبان سے مخلوط تھی، اور اکثر مقامات میں غیر فصیح بھی تھی، بخلاف اس کے تم جس قدر شمال کی طرف بڑھو گے زبان زیادہ صاف اور شستہ ملیگی یہاں تک کہ حجاز پہونچکر نظر آئیگا،

كذلك الحجاز فنجد السفلى فالى — حجاز، نجد اسفل، حدود شام، دیار مضر

الشام والى ديار مضر وديار ربيعة — اور دیار ربیعہ فصاحت کے معدن ہیں

فيها الفصاحة

یمن اور حجاز کی عربی میں جس قسم کے اختلافات تھے، ان کو مختصر طور پر علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں بیان کیا ہے، اور ہم طوالت کے خیال سے اس کو قلم انداز کرتے ہیں،

زبان کے اختلافات کے ساتھ، حجاز و یمن کے رسمِ خط میں بھی اختلاف ہے، اہل یمن کا خط مسند تھا، بخلاف اس کے اہل حجاز کا نبطی، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے،

(۳) **مذہب:** حجاز و یمن کے باشندوں میں بڑا فرق طرقِ عبادت اور بتوں کے ناموں کا ہے، اہل یمن یا بنو قحطان کے بت اہل بابل کے بتوں سے مشابہ تھے، مثلاً اُن کے نام یہ تھے، عشتار، ایل، بعل، سیبرہ، بخلاف اس کے اسماعیلیوں کے بت اُن سے بالکل علیحدہ تھے، چنانچہ ان کے نام یہ ہیں، لات، مناۃ، عزیٰ، ہبل، وغیرہ، نبطیوں کے جن بتوں کا کتبات میں ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں، ذوالشریٰ، حراشہ، لات، عمد، منوب یا منوتو (مناۃ)، قیس یا قیشہ[1]

اب انصار اور قریش کے بتوں کا ان بتوں سے مقابلہ کرو، تو صاف معلوم ہوگا کہ ان کے اور نبطیوں کے بت بالکل ایک تھے، چنانچہ ہم نے اوپر جو نام لکھے ہیں اُن میں ذوالشریٰ قبیلہ دوس کا[2]، لات ثقیف کا[3] اور مناۃ، انصار اور غسان کا بت تھا[4]،

ہم اس سے بےخبر نہیں ہیں کہ اسماعیلیوں میں بھی بعض قبیلے بابلیوں کے بت پوجتے تھے، مثلاً قبیلۂ ہذیل اور کلب بن وبرہ (قضاعہ) سواع اور ودّ کی پرستش کرتے تھے[5]، لیکن یہ بالکل جزئی واقعات ہیں جن سے ہمارے کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

اہلِ حجاز اور اہل یمن کے ہاں طرقِ عبادت اس قدر مختلف ہیں کہ اسماعیلیوں میں رواجِ بت پرستی کے بعد بھی مذہبِ حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں، مثلاً حج کعبہ، چنانچہ انصار کے متعلق تصریحاً مذکور ہے کہ وہ حج کرتے تھے[6] بخلاف اس کے اہلِ یمن کی نسبت اس کے مخالف شہادتیں ملتی ہیں، چنانچہ جب ابرہۃ الاشرم نے حج روکنے کے لئے کعبہ پر حملہ کیا ہے تو اُن کے ساتھ یمنیوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ حناطہ حمیری تھا[7]، ا ۔ رحود

---

[1] GOCKE [2] قاموس ص ۹۱۹ ج ۲، [3] سیرت ابن ہشام ص ۵ ج ۱، [4] صحیح بخاری ص ۲۲۴ ج ۱، طبقات ابن سعد، ص ۳ ج قسم ۱ (۵) سیرت ابن ہشام ص ۲۸ ج ۱ (۶) صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱ (۷) سیرت ابن ہشام ص ۳۲

بادشاہ حمیر بھی اُس کے ساتھ آیا تھا[1]، اگر انصار یمانی النسل تھے تو اُن کو قدرتاً ابرہہ کے حملہ سے خوش ہونا چاہئے تھا، کیونکہ کعبہ کے بجائے یمن ہی میں ایک دوسرا کعبہ بنایا گیا تھا، اور ابرہہ اسکی طرف تمام عرب کو بجبر مائل کرنا چاہتا تھا، لیکن واقعات شاہد ہیں کہ انصار کو مسرت نہیں، بلکہ جادرجہ غم ہوا، اور جس طرح قریش نے اُس حملہ کی نسبت نہایت پُردرد اشعار لکھے، انصار نے بھی لکھے، چنانچہ اُن کے ایک شاعر ابو قیس صیفی بن اسلت نے متعدد قصیدوں میں اُس واقعہ کا تذکرہ کیا ہی[2]

ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہی، چنانچہ صحیح بخاری میں ہی کہ حضرت ابراہیم نے خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا[3]، انصار کے مورثوں میں ایک شخص کا نام تیم اللات ہی، اُس کی نسبت ایک روایت ہی کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا، اور اسی وجہ سے نجار مشہور ہوا[4]، اُس کے ماسوا انصار نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا ہی، لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ اُن لوگوں نے مسلمان کیوں ختنہ بھی کیا تھا۔

(۴) نام: ہر قوم کے ناموں میں کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیاز پایا جاتا ہی، قحطانی اور اسماعیلی قوموں کے ناموں میں بھی صریح تفاوت موجود ہی، قحطانیوں کے نام حمورابیوں یا بابلیوں سے ملتے تھے، جیسے ابیذرع، السمیفع، شرح ایل، معدی کرب، ابوکرب، علہان، الیشرح، کرب ایل، ذمرعلی، وہب ایل، یاسر النعم، شمر یرعش، بخلاف اُس کے اسماعیلیوں کے نام اُن سے بالکل الگ ہوتے تھے، مثلاً اسد، نمر، ثعلبہ، کلب، بکر، صخر، ثعبان، جبل وغیرہ، اِس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ قحطانی مدت سے صاحب حکومت تھے، اور اُنھوں نے مال و دولت کے آغوش میں پرورش پائی تھی اس لئے اُن کے ناموں میں تمدن کی جھلک نظر آتی تھی، بخلاف اُس کے اسماعیلی ازل سے بدو تھے، اس لئے حالات گردوپیش کے اثر سے کُتا، بھیڑیا، شیر، چیتا، پہاڑ، پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے کیونکہ یہی چیزیں ہر وقت اُنکی نگاہ کے سامنے رہتی تھیں، انصار،

[1] طبری ص ۹۴۴ و ۹۴۵ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۵۳ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۴۷۳، ج ۱ [4] عمدۃ القاری عرب عینی ص ۶۰ ج ۸

قریش اور بطیون کے ناموں میں یہ فرقِ صاف معلوم ہوگا مثلاً،

قریش کے نام یہ ہیں، فہر، کنانہ، نزار، اسد، زہرہ، عدی، کعب، سعد، عمرو، عثمان، حرب، خالد،

بطیون کے نام یہ ہیں، حارث، عبادہ، مالک، جمیلہ،

انصار کے نام یہ ہیں، غصب، خزرج، اوس، خالد، زید، کلیب، ثعلبہ، غنم، عبادہ، عمرو، عامر، حارثہ،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اور قریش کے نام قحطانیوں کی بہ نسبت بطیون سے زیادہ ملتے ہیں،

(۵) قرابت : یہ مسلم ہے کہ عرب میں خاندان اور کفو کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا، انصار کے اسمٰعیلی ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اُن کی قرابتیں مکہ میں اور خاص قریش میں ہوتی تھیں، چنانچہ اس کو ہم کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں،

انصار کے مورثین میں ایک شخص کا نام ازد ہے جس کی نسبت حسان کہتے ہیں،[۱]

اما سألت فانا معشر نجب　　الازد نسبتنا والماء غسان

قریش کی اس کی اولاد سے قرابتیں نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہیں، چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثہ الغطریف کی حقیقی پوتی تھی،[۲]

کنانہ کے بعد غالب بن فہر نے قبیلۂ خزاعہ میں شادی کی،[۳] اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہے کہ وہ عمرو مزیقیا کی اولاد تھا،[۴]

مرۃ بن کعب نے جو غالب کی نسل سے تھا، ام تیم بنت سرر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھی

[۱] سیرۃ ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [۲] تاریخ یعقوبی ص ۲۴۴ ج ۱، [۳] سیرۃ ابن ہشام ص ۵۶ ج ۱، [۴] یعقوبی ص ۲۳۰ ج ۱۔

اور ہاشم متفقا نزیقیا دی کی نسل تسلیم کیا جاتا تھا[۱]

قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا جن سے عبد مناف پیدا ہوئے[۲]

ہاشم بن عبد مناف نے سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی جو خاندان بنو نجار سے تھیں، عبد المطلب جو آنحضرت[۳] کے جد بزرگوار تھے، انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

عرفت تسیتہ والنجار قد جعلت ۔۔۔ اسماءھا حولہ بالنسل متصل

ہاشم نے ثعلبہ بن خزرج میں بھی ایک شادی کی تھی، اور ابو صیفی انھیں سے پیدا ہوئے تھے[۴]

عبد المطلب نے قبیلۂ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں، جن سے ابو لہب اور حجل پیدا ہوئے تھے،

عبد المطلب کے بیٹوں میں مقوم اور حضرت حمزہؓ کا نکاح مدینہ میں ہوا، چنانچہ مقوم کی بیوی، مالک بن نجار کے خاندان سے تھیں جو حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں، ایک بیوی بنو نجار سے تھیں اور دوسری قبیلۂ اوس سے، جو بنو نجار سے تھیں انکا نام خولہ بنت قیس تھا[۵]

ان لوگوں کے علاوہ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کئے تھے چنانچہ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں

انیس بن قتادہ، عمرو بن عوف کے خاندان سے تھے، ان کی شادی خنساء بنت وہب سے ہوئی، جو بنو اسد (خزیمہ بن مدرکہ کی اولاد) سے تھیں[۶]

ابو قیس بن اسلت (قبیلۂ اوس سے تھے، ارنب بنت اسد سے جو قصی بن کلاب کے خاندان سے تھیں شادی کی، ارنب، حضرت خدیجہؓ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی دادی ہوتی تھیں[۷]

خیر یہ تو زمانہ جاہلیت کا تذکرہ تھا اسلام کے زمانہ میں مہاجرین سے مدینہ آکر جو قرابتیں ہوئیں وہ ان کے الگ ہیں، مہاجرین مکہ سے عموماً یکہ و تنہا آئے تھے، کیونکہ ان میں سے بہتوں کی بیویاں یا تو علانیہ اسلام سے

۱؎ سیرت ابن ہشام ص ۶۷ ج ۱ ۲؎ طبری ص ۱۰۹۱ ج ۲ ۳؎ سیرت ابن ہشام ص ۷۲ ج ۱ ۴؎ یعقوبی ص ۲۹۱ ج ۱
۵؎ زرقانی ص ۱۰۵ ج ۳ ۶؎ سعد ص ۱۴۱ ج ۶ ۷؎ اسد الغابہ ص ۱۴۴ ج ۵ ۸؎ سیرت ابن ہشام ص ۱۴۸ ج ۲

منحرف تھیں اور با ہجرت کرنے میں اُن کے خاندان مزاحم تھے، اِس بنا پر مدینہ آکر مہاجرین نے انصار میں شادیاں شروع کیں چنانچہ مسند احمد میں ہے[1]

لما قدم المهاجرون المدينة على	یعنی جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار کی
الانصار تزوجوا من نسائهم	عورتوں سے شادیاں کیں

چونکہ مہاجرین عموماً قریشی تھے اور قریش سے انصار کی قدیم قرابتیں چلی آتی تھیں، اِس لئے انصار کو اِن سے قرابت کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؟ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انصار کے مختلف خاندانوں میں شادیاں کیں، عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے دو نکاح کئے جن میں سے ایک کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے[2] البتہ آنحضرتؐ نے انصار میں کوئی شادی نہیں کی، لیکن اُس شرف سے نہ صرف انصار بلکہ خود بنو ہاشم بھی محروم ہے، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ام حبیب (حضرت عباس کی صاحبزادی) کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ میری زندگی میں جوان ہو گئی تو اس سے نکاح کرونگا، لیکن پھر آنحضرتؐ خود ہی انتقال فرما گئے[3] انصار کے متعلق بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے کہ جبیبہ بنت سہل سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن جب انصار کی غیرت کا خیال آیا تو یہ خیال چھوڑ دیا،[4]

(۶) **شکل وصورت:** انصار شکل وشباہت میں بھی اسماعیلیوں سے مشابہ تھے، اُن کا عام حلیہ یہ تھا کہ وہ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور درخشاں منظر ہوتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ہے،

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ	اور تم جب اِن کو دیکھتے ہو تو اُن کے جسم
(منافقون)	تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں،

اُس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں لکھا ہے[5]

۱؎ مسند ص ۱۸۶ ج ۳، ۲؎ صحیح بخاری ص ۵۹۰ ج ۲، ۳؎ اسد الغابہ ص ۲۱۶ ج ۵، ۴؎ طبقات ابن سعد ۵؎ صحیح بخاری ص ۷۲۸ ج ۲،

کانوا رجالاً اجمل شیٔ   یعنی وہ نہایت خوب صورت لوگ تھے،

یہ ظاہر ہی کہ منافقین انصار ہی کے قبیلوں سے تھے، چنانچہ عبد اللہ ابن ابی جو راس المنافقین تھا اور جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی خود انصار کے ایک قبیلہ کا سردار تھا، اس کے ماسوا انصار میں بہت سے بزرگوں کے حلیے ہم ان کے حالات میں لکھیں گے، ان کو پڑھ کر ایک مرتبہ قریش کے حلیوں پر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوگا کہ دونوں قوموں کی شکل و شباہت میں کچھ فرق نہیں، بخلاف اس کے قحطانی چونکہ یمن میں رہتے تھے اس لئے ان کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا چنانچہ عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید میں ذکر آیا ہے،

بہر حال انصار کے نسب نامہ کے متعلق ہماری جو رائے تھی، اس کو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے، مقدمین کے اقوال بھی نقل کر دئیے ہیں اور اب ناظرین کو موقع ہے کہ ان رایوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دے لیں،

انصار کی تاریخ

مورخین عرب کا بیان

چونکہ عرب کے مورخین، انصار کو قحطان کی اولاد سمجھتے ہیں اس لئے وہ ان کی تاریخ قحطان کے عہد سے شروع کرتے ہیں، قحطان کی اولاد میں عبد شمس نامی ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور ہی اور یمن کی سبائی سلطنت کا بانی سمجھا جاتا ہی، اس کے دو بیٹے تھے، حمیر اور کہلان، اس نے اپنی وفات کے وقت دونوں بیٹوں، خاندان شاہی اور عمائدین سلطنت کو طلب کیا اور وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا بڑا لڑکا ہے، سلطنت کا دایاں قطعہ، اور کہلان کو بایاں قطعہ دینا، چونکہ داہنے ہاتھ کے لئے تلوار، کوڑے، اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے اور بائیں کے لئے عنان، ڈھال، اور کمان کی، اس لئے سب نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنانا چاہئے

اور کھلان صرف سلطنت کا محافظ رہے گا، چنانچہ حمیر کو یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ مسند حکومت پر متمکّن ہوتی رہی، کھلان اور اُس کی اولاد سلطنت کے استحکام، محافظت اور مدافعت کے کام انجام دیتی تھی، الحارث، الرائش کے زمانہ میں عامر بن حارثہ جو ماء السّماء کے لقب سے مشہور ہے اور اس کے بعد اُس کا بیٹا عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے، عمرو کی بیوی نے جس کا نام طریفہ بنت حبر تھا اور کاہنہ تھی ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہو گیا ہے، بجلی نے چمک چمک کر تمام یمن میں زلزلہ ڈال دیا ہے، اور جہاں گرتی ہے وہ مقام ایک تودۂ خاکستر ہو جاتا ہے، گھبرا کر اُٹھی تو عمرو سے یہ خواب بیان کیا اور کہا اب خیر نہیں، عمرو نے کہا پھر کیا کرنا چاہیئے، بولی کہ یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہیئے ورنہ دیوار (عرم) ٹوٹنے والی ہے جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائیگا،

عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعۃً کوچ نہیں کر سکتا تھا، اِس کے علاوہ لوگوں سے کیا کہتا، اس لئے اُس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے ثعلبہ سے کہا کہ میں تم کو ازدیوں کے سامنے کوئی حکم دوں گا، تم اُس کی تعمیل سے انکار کرنا، اور جب تنبیہ کروں تو ایک تھپڑ مارنا، ثعلبہ نے کہا "یہ گستاخی کیوں کر ممکن ہے"، بولا کہ "مصلحت اسی میں ہے" غرض تمام سرداران کو ایک نہایت پُر تکلّف دعوت دی، جب سب جمع ہو گئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا، اُس نے انکار کیا تو عمرو نے نیزہ اُٹھایا، تو ثعلبہ نے فوراً ایک تھپّڑ کھینچ مارا، عمرو بولا "ہائے افسوس! یہ ذلت!"، اتنا سننا تھا کہ ثعلبہ کے بھائی اُس کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے، عمرو نے روکا اور کہا اس کو چھوڑ دو، میں اپنی جائداد فروخت کر کے کہیں نکلا جاتا ہوں اور اُس کو اس گستاخی کے عوض ایک حبّہ بھی نہ دونگا، غرض اس بہانہ سے عمرو نے اپنی تمام جائداد نہایت اچھے داموں فروخت کی اور اپنے بیٹوں، پوتوں، اور کنبہ والوں کو لیکر یمن سے نکل کھڑا ہوا، اس کے بعد یمن میں عام تباہی آئی اور سد عرم ٹوٹ گئی،

عمرو نے مارب سے نکلکر بلاد عک میں پناہ لی اور اپنے تین بیٹوں یعنی حارث، مالک، اور حارثہ

کو آگے روانہ کیا، یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی، اور ثعلبۃ العنقاء، اُس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا، اُس کے بعد ان لوگوں نے عک سے بھی کوچ کیا اور عرب کے مختلف حصّوں مین پھیل گئے، چنانچہ خزاعہ، حمار (مکہ) مین، غسان، شام مین، اور اوس و خزرج، یثرب مین مقیم ہوئے[۵۲] اور اس طرح سبا، اولیٰ کا خاتمہ ہوگیا، عرب میں یہ مثل "تفرقوا ایدی سبا"، اسی وقت سے مستعمل ہوئی،

یہ روایت اگرچہ تمام تر خرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس میں اُصولی حیثیت سے جو غلطیاں ہیں انکا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے،

(۱) مزیقیاء نے محض ایک کاہنہ کے کہنے سے یمن کو خیرباد کہا اور چاروں طرف مارا مارا پھرا، یہ اس درجہ لغو ہے کہ اس سے زیادہ دنیا مین کوئی چیز لغو نہین ہوسکتی، اور اگر ہمارے مورخین کی یہ روایت صحیح ہے کہ "عمران بن عامر اور اس کا بھائی عمرو (مزیقیاء) یمن کے بادشاہ تھے، اور عمران کے زمانہ مین سلطنت حمیر سے کہلان میں منتقل ہو گئی تھی،"[۵۳] تو اس لغویت کی کیا انتہا رہ جاتی ہے،

(۲) بند، مارب مین تھا، اِس لئے اس کے ٹوٹنے سے تمام یمن تباہ نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوا، اس لئے مزیقیاء کو مارب چھوڑنے کی ضرورت تھی نہ کہ تمام یمن کی،

(۳) یہ بند، مزیقیاء کے بعد بھی کئی بار ٹوٹا ہے، چنانچہ ابرہہ کے زمانہ مین بھی ۵۴۲ء (۶۵۷ حمیری) مین ٹوٹ گیا تھا لیکن اس کی مرمت کرادی گئی اور جیسا کہ ابرہہ نے کتبہ میں ظاہر کیا ہے، اس کی تعمیر مین ۱۳۱۱۰، اٹھاون دن صرف ہوئے تھے،[۵۴] عمرو مزیقیاء جو عرب مورخین کے نزدیک بڑے سطوت و جبروت کا بادشاہ گذرا ہے کیا اس کی تعمیر سے عاجز تھا؟

(۴) سب سے اخیر یہ کہ سبا، اولیٰ کی تباہی سیلاب کی وجہ سے نہیں ہوئی، اس کی وجہ سے مارب کے صرف وہ باغ ویران ہوئے جو اس کے دائیں اور بائیں واقع تھے، اور جن کو قرآن مجید نے "جنتین"، کے

---

[۵۱] العقود اللؤلؤیۃ ص ۱تا۱۲ ج ۱، [۵۲] ابن اثیر ص ۲۹۲ ج ۱، [۵۳] تاریخ ابوالفداء ص ۶۷ ج ۱، [۵۴] ر ۷ ۹ ۱۸ تکملہ ۹،

نام سے یاد کیا ہے، سبا کی بربادی کا اصلی راز، حبش پر اکسومی خاندان کا تسلط، شمالی عرب میں اسماعیلیوں کا خروج، اور یمن میں حمیر کا ظہور تھا جس کی وجہ سے ان کی نو آبادیاں نکل گئیں، تجارت مسدود ہو گئی، اور قوت و شوکت کا شیرازہ بکھر گیا،

ہمارا خیال

ہم انصار کو نابط کی اولاد بتلا چکے ہیں، اس لئے ہم کو ان کی تاریخ نابط کے عہد سے شروع کرنا چاہئے،

نابط نابط (نابت)، یا نبت، عبرانی میں نبایوت נביות ہے، توراۃ میں ان کا نام حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے سلسلہ میں آیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے،[1] مورخین عرب نے بھی انکا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں،[2]

من نابت وقیدار نشر اللہ العرب۔ یعنی خدا نے عرب کو نابت اور قیدار سے پھیلایا

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں لکھا ہے،[3]

ولی البیت بعد اسمعیل ابنہ نابت. یعنی حضرت اسمعیل کے بعد کعبہ کی تولیت ان کے بیٹے نابت کو پہونچی،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابت، مکہ میں رہتے تھے، اور خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے تعمیر کیا تھا، ان کی تولیت میں تھا، اس کے علاوہ ان کے حالات کچھ معلوم نہیں، اور معلوم کیونکر ہوں، اس زمانہ تک اسماعیلی عربوں نے کوئی تمدن پیدا نہیں کیا تھا، بلکہ محض بدویانہ حیثیت سے رہتے تھے،

نابط کی اولاد چونکہ مکہ کی سرزمین بالکل بے آب و گیاہ تھی، اسلئے نابت کی وفات کے بعد ان کی اور

---

[1] سفر تکوین ۲۵-۱۳، [2] تاریخ طبری ص ۳۵۲ ج ۱، [3] سیرت ابن ہشام ص ۶۳ ج ۱،

اُن کے بھائیون کی اولاد عرب کے مختلف حصّون مین جاکر آباد ہوگئی[۱] چنانچہ دوماہ، دومۃ الجندل مین، تیما، نجد مین، نافیش، وادی القریٰ میں، مسا، حدر (حدو، قیدماہ) یمن میں، اور نابت کی اولاد عرب کے شمالی مغربی حصّہ مین مقیم ہوئی، لیکن قیدار بن اسماعیل اب تک مکہ ہی مین تھے،[۲] لیکن جب مضاض جرہمی نے خانہ کعبہ پر قبضہ کرلیا،[۳] تو اُنھون نے بھی مکہ کی سکونت ترک کی، اور کاظمہ، غمر ذی کندہ، اور تشمین وغیرہ مین جابسے، اور اِس طرح حضرت موسیٰ کے اُس بیان کی تصدیق کی جس مین اُنھون نے آل اسماعیل کی آبادی کی نسبت فرمایا ہے، کہ "وہ حویلاہ (یمن) سے شور، (شام) تک آباد ہوئے[۴]"،

انباط اوپر گذرچکا ہے کہ نابت کی اولاد حجاز کے شمالی حصّہ مین مقیم ہوئی تھی، چنانچہ یہان اُنھون نے ایک زمانہ کے بعد حضرت مسیح سے چارسو برس پہلے ایک حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولۃ الانباط کے نام سے مشہور ہے، اُس حکومت کا پایۂ تخت حجر (پٹرا) تھا جس کو یہودی "سلاع" کہتے ہیں، -

سکندرِ اعظم کے زمانہ مین یہ حکومت اِس درجہ قوی تھی، کہ جب اُس نے ایران و مصر پر فوج کشی کی تو اُسکی فوجیں بھی رومی فوجون کے پہلو بہ پہلو لڑ رہی تھیں، انٹیگون، (Antigonus) جانشین سکندر نے ۳۱۲ ق م میں اُس پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی، اِس کے بعد ڈمٹریس نے پٹرا کا محاصرہ کیا اور ناکام واپس ہوا،[۵]

۷۰ ق م مین نبطی حکومت نہایت پُرزور ہوگئی اور رسا کا اثر شمال سے اُکھاڑ دیا، ۶۲ ق م مین حارث تخت نشین ہوا جو اُس حکومت کا سب سے بڑا بادشاہ گذرا ہے، اُس کے عہد مین اُس حکومت کے حدود جنوب میں وادی القریٰ تک، شرق میں حدودِ عراق تک، اور مغرب مین جزیرہ نمائے سینا تک تھے،

اسطرابواس (STRABO) نے نبطیون کا ملک اس سے بھی وسیع بتایا ہے، اور رسائل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے زمانہ مین نہایت مشہور اور زبردست تھی،[۶]

---

[۱] یعقوبی ص ۲۵۳ ج ۱، [۲] الاخبار الطوال ص ۱۱، [۳] طبری ص ۱۱۳۱ ج ۳، [۴] تکوین ۲۵ - ۱۸،

[۵] SHARPE I 274 [۶] ENCYCL S BRET VOL II P 264 و اشعیا ۶-۱۷،

عرض دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک نبطیوں نے نہایت زور شور کے ساتھ حکومت کی، یہاں تک کہ سنہ ۱۰۶ء میں ٹراگان شاہنشاہ روم نے ایک کثیر لشکر بھیجکر ان کو بالکل برباد کر دیا، ونحن نرث الارض ومن علیہا۔

ازد انباط کی طرح آل نابت کی ایک شاخ اور بھی ہے، جو کسی نامعلوم زمانہ میں یمن جا کر آباد ہوئی، ہماری مراد اس سے قبیلۂ ازد[۱] وا سد[۲] ہے، جو ثبت بن مالک کی اولاد میں تھا، چنانچہ حضرت حسانؓ کہتے ہیں

اما سألت فانا معشر نجب	الازد نسبتنا والماء غسان[۳]
ونحن بنو الغوث بن نبت بن مالك ابن	زيد بن كهلان واهل المفاخر
من تلك عنا معشر الانسد سائلا	فنحن بنو الغوث بن زيد بن مالك[۴]

اوپر گذر چکا ہے کہ اسماعیلیوں کے چند خاندان، یمن میں مقیم ہوئے تھے، غالباً اسی زمانہ میں یا اس کے بعد یہ لوگ بھی یمن گئے ہوں گے، چنانچہ ان کی اقامت کا سب سے پہلے مارب میں پتہ چلتا ہے، جب یہ خاندان وسیع ہوا تو قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بنا پر مارب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی، اس زمانہ میں جس خاندان کا رئیس عمرو بن عامر تھا، جو تاریخ عرب میں مزیقیاء کے لقب سے مشہور ہے، اور جو تمام انصار و غسان کا مورث اعلیٰ ہے، چنانچہ اوس بن حارثہ پدر قبیلۂ اوس کہتا ہے[۵]

تقربهم من آل عمرو بن عامر	عيون لدى الداعي الى طلب الوتر

حضرت حسانؓ فرماتے ہیں،

ارونى سعودا كالسعود التي سمت	بمكة من اولاد عمرو بن عامر[۶]
الم ترنا اولاد عمرو بن عامر	لنا شرف يعلو على كل مرتقى[۷]
تحفة والقمقام عمرو بن عامر	واولاد ماء المزن وابني محرق

---

[۱] التنبیہ والاشراف ص ۳۲، [۲] الانساب سمعانی ص ۶۱، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۳ ج ۱، [۴] یعقوبی ص ۳ ج ۲
[۵] دیوان حسان ص ۷۷، [۶] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [۷] اصابہ ص ۶ ج ۲، [۸] دیوان حسان ص ۱۱ و ۷۵

حضرت اوس بن صامت کا شعر ہے[1]

ابا ابن مزیقیا عمرو وجدی ابوہ عامر ماء السماء

انصار کی تاریخ اسی کے زمانہ سے روشنی میں آئی ہے، چنانچہ اُس کے اور اُس کی اولاد کے مقاماتِ سفر نہایت تفصیل سے کتابوں میں قلمبند ہیں، اور ہم انھیں کی مدد سے انصار کی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہیں،

عمرو نے اولاً مالک بن یمان اور قبیلہ ازد کو لیکر مآرب سے کوچ کیا، نواحِ خولان[2]، سرزمینِ عنس اور کشتِ زارِ صنعا میں قیام کرتے ہوئے ازال[3] اور ہمدان میں مقیم ہوئے، چونکہ آدمیوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا، اور اونٹ، گھوڑے، گائے، بکریاں بھی بہ افراط تھیں، اس لئے اُن کو شاداب مقاموں کی تلاش رہتی تھی، اور اُن کے آدمی اس مقصد کے لئے عرب کے مختلف حصّوں میں گشت لگاتے تھے، جب پانی اور سبزی کا ذخیرہ ختم ہوجاتا اور کسی دوسرے مقام کی اطلاع ملتی تو وہاں روانہ ہوجاتے اور اُس جگہ کو چھوڑ دیتے تھے، ہمدانی لکھتے ہیں[4]

فاقلوا لا یمرون بماء الا انزفوہ ... یہ لوگ جہاں جاتے تھے پانی کو صاف کردیتے

ولا کلاء الا اسحقوہ ... تھے اور گھاس کو چرا دیتے تھے۔

غرض کچھ زمانہ تک ازال اور ہمدان میں ٹھہرنے کے بعد جب پہاڑوں پر چڑھنے کی قوت پیدا ہوگئی، تو سہام اور رمع کی سمت سے پہاڑوں پر چڑھ کر وادی ذؤال[5] میں اُترے اور قبیلۂ غافق کو شکست دی[6]، اس کے بعد یہاں سے نکلکر تہامہ یا عروض کے اُس حصّہ میں قیام کیا جہاں قبیلۂ عک کی آبادی تھی، یہ ایک تالاب تھا جس کا نام غسان تھا، قبیلۂ عک جو ایک اسماعیلی قبیلہ تھا یمن آکر آباد ہوا تھا، چنانچہ عباس بن مرداس عدنانی کہتا ہے

وعک بن عدنان الذین تلعبوا بغسان حتی طردوا کل مطرد

عمرو بن عامر کے غسان پر مقیم ہونے کی شہادت حضرت حسان کے ایک شعر سے بھی ملتی ہے وہ فرماتے ہیں

اما سألت فانا معشر نجب الازد نسبتنا والماء غسان

---

[1] استیعاب ص ۷، ج ۱، [2] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷، [3] الیضاً ص ۲۰۹، [4] عقد الفرید ص ۲ ج ۲، [5] سیرت ابن ہشام ص ۷ ج ۱، [6] خلاصۃ الوفا ص ۸۲،

لیکن اس کے قیام کا زمانہ مؤرخین عرب متعین نہیں کرتے، البتہ یونانی مؤرخین متعین کرتے ہیں، چنانچہ بطلیموس نے ۲۰۰ء کے اواسط میں قبیلہ غسان کا تذکرہ کیا ہے[۱]، اور یہ معلوم ہے کہ غسان اور مزیقیاء کوئی جداگانہ چیز نہیں[۲]

معارف ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اولاد عک سے کسی قدر دور سکونت اختیار کی تھی، لیکن جب وبا پھیلی اور عمرو نے انتقال کیا تو ثعلبہ بن عمرو نے جو عنقاء کے لقب سے مشہور ہے، عک کے رئیس شملقہ بن الجبار کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے ہاں کی آب وہوا خراب ہوگئی ہے، اس لئے ہم تمہارے پاس آنا چاہتے ہیں، اور چند روز ٹھہر کر کہیں اور چلے جائیں گے، لیکن عک نے اس کو نامنظور کیا اور دونوں قبیلوں میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی، جس میں عک نے شکست کھائی، اور شملقہ مارا گیا، اب ثعلبہ کو غسان میں رہنے کا موقع تھا، لیکن جیسا کہ علامہ ہمدانی نے لکھا ہے[۳]، عک کا تمام خاندان ان لوگوں کا دشمن ہوگیا تھا، اس کے علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا، سخت چالاک اور مکار واقع ہوا تھا، اس کی چالبازیوں نے ثعلبہ کو اور بھی تکلیفیں پہنچائیں جن کی وجہ سے وہ غسان سے کوچ کرنے پر بالکل آمادہ ہوگیا[۴]،

ثعلبۃ العنقاء، عمرو مزیقیاء کا سب سے بڑا لڑکا اور اوس وخزرج کا جد اعلیٰ ہے، حضرت حسان اس کی نسبت فرماتے ہیں[۵]،

ولدنا بني العنقاء وابني محرق　　فاکرم بنا خالا واکرم بذا ابن ما

اس نے بلاد عک سے نکل کر نجران میں اقامت کی اور یہاں قبیلہ مذحج سے جنگ ہوئی[۶]، اس کے بعد حجاز کا قصد کیا اور چلتے پھرتے مکہ کے قریب آکر فروکش ہوا، مکہ میں قبیلہ جرہم آباد تھا، اس لئے ثعلبہ نے اس سے سکونت کی اجازت طلب کی، اور کہلا بھیجا کہ ہم جہاں گئے وہاں ہمارا نہایت تپاک سے خیرمقدم

۱؎ SPRINGER 42, 52 ح ۲؎ خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۳؎ صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۹، ۴؎ کتاب المعارف ابن قتیبہ
۵؎ دیوان حسان ص ۹۷، ۶؎ تاریخ یعقوبی ص ۲۳۲، ج ۱

ہوا ہے اِس بناء پر ہم تم سے بھی اِسی کے آرزومند ہیں، ہمکو چند روز مکّہ میں قیام کرنے دو جس وقت کوئی عمدہ اور پُرفضا مقام مِل جائے گا یہاں سے چلے جائیں گے، ہمارے آدمی شام اور مشرق میں اِس غرض سے گئے ہوئے ہیں، لیکن جرہم پر اِن باتوں کا کچھ اثر نہ پڑا اور اُس کو ٹھہرانے سے صاف انکار کر دیا، ثعلبہ نے کہا اب ہم ضرور ٹھہریں گے خواہ تم خوش ہو یا ناخوش، غرض تین دن تک لڑائی ہوئی جس میں جرہم نے شکست کھائی[1] اور ثعلبہ نے مکّہ، طود یا سراۃ[2] (عرفہ کا پہاڑ) سر دوم اور حدود طائف تک تمام مقامات پر قبضہ کر لیا[3]

چونکہ یہاں کی آب و ہوا اِن لوگوں کے ناموافق تھی اُس لئے ایک ہی سال قیام کے بعد بخار میں مبتلا ہو گئے[4] اور ثعلبہ مکہ میں وفات پا گیا[5]، اب اِن قبائل کو دوسرے مقامات تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ ثعلبہ کی اولاد مکہ سے نکلکر ثعلبیہ[6] اور ذی قار[7] تک مقیم ہوئی، اور وہاں کے تالاب پر قبضہ کر لیا[8]، خزاعہ نے مکہ ہی میں رہنا پسند کیا، اور تمام وادی مر (مر الظہران) پر اپنا تسلط جما لیا، عوف بن ایوب انصاری سلمی کہتے ہیں[9]

فلما ہبطنا بطن مر تخزعت | خزاعة منا فی حلول کراکر

اسماعیل بن رافع انصاری کا شعر ہے[10]

فلما ہبطنا بطن مکة احمدت | خزاعة دار الآکل المتحامل

نصر بن ازد نے عمان اور بحرین میں اقامت کی، مالک بن فہم نے عراق کا راستہ لیا، اور جفنہ بن عمرو نے شام کی سکونت اختیار کی، غرض اس طرح یہ تمام قبائل، نجد، یمامہ، بحرین، عمان، عراق، حجاز اور شام تک پھیل گئے،

اوس و خزرج ثعلبیہ میں اِن قبائل کی جو شاخ قیام پذیر تھی، جب اُس کی تعداد میں اضافہ ہو گیا، تو وہ اِس مقام سے کوچ کر کے، یثرب کی سمت روانہ ہوئی، اور قریظہ، نضیر، خیبر، تیما، وادی القریٰ کے درمیان اقامت کی اور ان کا بیشتر حصہ یثرب میں اُترا اور صرار میں مقیم ہوا[11]،

یثرب میں اُس وقت یہودیوں کی آبادی تھی، جو بقول بعض حضرت سلیمان کے زمانہ یا ایک خیال کے

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [2] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱، [3] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [4] معارف ابن قتیبہ، [5] معجم البلدان ص ۵۰ ج ۳
[6] ابو الفدا ص ۱ ج ۱، [7] سیرت ابن ہشام ص ۴۴ ج ۱، [8] معارف ابن قتیبہ، [9] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱، [10] معجم البلدان ص ۵۰ ج ۲
[11] آغانی ص ۹۵ ج ۱۹،

مطابق بنوخذ نصر (بخت نصر) کی تباہی بیت المقدس کے بعد سے عرب میں آباد ہوئے تھے[1] اور یثرب اور اُس کے نواح پر قابض تھے، اوس وخزرج نے یہاں قلعے، اور مکانات بنا کر رہنا شروع کیا[2]، اور یہود سے جان ومال کی محافظت کا عہد وپیمان کر لیا اور عرصہ تک کچھ خراج دیتے رہے[3] لیکن جب ان کی اولاد اور مال ودولت میں ترقی ہونے لگی تو یہودی خائف ہوئے کہ مبادا کہیں ہم پر غالب نہ آجائیں، اوس وخزرج کو بھی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہودی ان کو جلا وطن نہ کردیں، اِس بنا پر سخت کشمکش پیدا ہوئی، اور دونوں قبیلے جنگ وجدل پر بالکل آمادہ ہو گئے

مالک بن عجلان کے زمانہ میں جو اوس وخزرج کا سردار تھا[4] اور سالم بن عوف ابن خزرج کے خاندان سے تھا فیطون، یہودیوں کا سردار مقرر ہوا چونکہ وہ نہایت جابر اور بدباطن شخص تھا، اس لئے مالک نے اُس کے ظلم واستبداد کی غسان کے ایک رئیس سے فریاد کی، غسانی رئیس جس کا نام ابوجبیلہ تھا ایک کثیر لشکر لیکر شام سے یثرب آیا، اور ذی حرض نامی ایک مقام میں یہود کے تمام سرداروں کو جمع کر کے قتل کرا دیا، اس وقت سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور اوس وخزرج کا تمام یثرب پر تسلط ہو گیا، رمق بن زید خزرجی ابوجبیلہ کی تعریف میں کہتا ہے[5]

وابو جبیلة خیر من   یمشی واوفاه یمینا
وابرهم برا واعـ   ـلمهم بهدی الصالحینا
ابقت لنا الایام والـ   ـحرب المهمة تعترینا
کبشا له قرن یعض   حسامه الذکر السنینا

اُس کے بعد یمن کا ایک تبع جس کا نام مسعودی نے ابن حسان بن کلیکرب[6]، اور طبری نے تبان اسعد ابوکرب بتایا ہے یثرب سے گذرا چونکہ یہاں اُس کا ایک لڑکا مارا گیا تھا اس لئے اس نے یثرب کو بالکل تباہ کردینے کا فیصلہ کر لیا اوس وخزرج کے رئیس عمر ابن طلحہ نجاری کو خبر ہوئی تو مدافعت کے لئے آمادہ ہوا اور تبع سے چند لڑائیاں ہوئیں، لیکن ان ایام میں اوس وخزرج نے اُس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا یعنی باینہمہ کہ برسرپیکار تھے، رات کو

---

۱ ENCYCLS BNET VOL 2 P 262. ابوالفداص ۹۸ ج ۱

اس کی ضیافت کرتے تھے، وہ ان کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا، اور اُن کی دل سے عزت کرتا تھا، اسی اثناء میں یہود کے دو عالم اُس کے پاس گئے اور اُس نے یہودی مذہب قبول کیا، اور محاصرہ اٹھا کر یمن چلا گیا، انصار کے ایک شاعر خالد بن عبد العزی نجاری نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے

اصحا ام انتهى ذكره ۔۔۔ ام قضى من لذة وطره

ام تذكرت الشباب وما ۔۔۔ ذكرك الشباب او عصره

انها حرب عينه ۔۔۔ مثلها اتى الفتى عبرة

فسلا عمران او فسلا ۔۔۔ اسد اذ يغدو مع الزهرة

فيلق فيها ابو كرب ۔۔۔ سابغ ابدانها ذفره

ثم قالوا من نؤم بها ۔۔۔ ابني عوف ام النجره

يا بني النجار ان لنا ۔۔۔ فيهم قبل الاوان تره

فتلقتهم عشنقة ۔۔۔ مدها كالغبية النثره

سيد سامى الملوك ومن ۔۔۔ يغزهم لا يجد قدره

دوسرا انصاری کہتا ہے[1]

تكلفني من تكلفها ۔۔۔ نخيل الاساويف والمنصعة

نخيلا حمتها بنو مالك ۔۔۔ خيول ابي كرب المقطعة

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ۴۰۰ برس قبل کا ہے[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) ابن اثیر ص ۲۹۲، ۳ معجم البلدان ص ۲۶۰ ج ۷، ۴ خلاصۃ الوفاء ص ۸۳، ۵ ابن اثیر ص ۴۶۳ ج ۱، ۶ مروج الذہب، نفح الطیب ۷۵ ج ۱،

۱ طبری ص ۹۰۱، ۹۰۳ ج ۲، ۲ حمزہ ص ۱۲۴،

انصار کی شاخیں

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ انصار کے تمام خاندان دو شخصوں پر جا کر مل جاتے ہین، جن کے نام اوس اور خزرج ہین، یہ دونون اگرچہ حارثہ (مزیقیاء کے پوتے) کے بیٹے تھے، لیکن قیلہ کے بیٹے مشہور ہین، جو ان کی مان تھی، ابن حزم اور ابن کلبی کے نزدیک وہ عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی[51] لیکن قبیلۂ قضاعہ کے لوگ اس کو اپنے قبیلے سے بتلاتے ہیں[52] بہرحال وہ دونون صورتون میں اسماعیلی تھی، پہلی صورت مین وہ جفنہ کی پوتی تھی جو عمرو مزیقیا کا بیٹا[53] اور شاہان غسان کا پدر اعلیٰ تھا، اور عمرو کو ہم اسماعیلی ثابت کر چکے ہیں، دوسری صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ قبیلۂ قضاعہ حضرت اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد تھا[54]،

اوس و خزرج جہان تک ہمین معلوم ہے تین بھائی تھے، او تیسرے کا نام معدی تھا، اس کی اولاد بھی مدینہ میں موجود تھی، چنانچہ ابو زید عمرو بن اخطب کو بعض لوگون نے اسی کی نسل بتایا ہے[55]،

خزرج کے حالات کچھ معلوم نہیں، البتہ اوس کے کسی قدر معلوم ہیں وہ خطیب اور شاعر تھا، اس کے چند جملے محفوظ ہیں جو اس نے اپنی وفات کے وقت کہے تھے، کہتا ہے

لن یہلک ھالک ترک مثل مالک ان الذی یخرج النار من الزند[56]

قادر علی ان یجعل لمالک نسلا ورجالا وسبلا، المنیۃ ولا الدنیۃ والنار ولا العار[57]

اس کے اشعار یہ ہیں[58]

فعل الذی اودی ثمود وجرھما سیعقب لی نسلا علی آخر الدھر

تقربھم من آل عمرو بن عامر عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

اس مین کچھ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہین، مثلاً

[51] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [52] التنبیہ والاشراف ص ۲۴۴، [53] جمہرہ ص ۱۱، [54] ابن ہشام ص ۲ ج ۱، [55] اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵
[56] خلاصۃ الوفا ص ۸۳، [57] کتاب الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۲۴۷، [58] خلاصۃ الوفا ص ۸۳،

اذا بعث المبعوث من آل غالب — بمكة فيما بين زمزم والحجر
هنالك فابغوا نصره ببلادكم — بني عامر ان السعادة في النصر

فارسٹر صاحب نے حصن غراب (حضرموت) کے کتبوں میں سے ایک کتبہ میں لفظ عوس (AWS) کو اوس اور عوس پڑھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ "یہ عرب کے خانہ بدوش خاندانوں کا نام ہے"[1] چونکہ اس نام کے عرب میں دو قبیلے ہیں عوص (عاد) اور اوس (یثرب) اس بناء پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سے کہیں وہ اوس تو مراد نہیں جو انصار مدینہ کا جد اعلیٰ تھا،

اگر فارسٹر صاحب نے یہی سمجھا ہے تو ہمکو کہنا پڑتا ہے کہ اس میں انھوں نے سخت غلطی کی ہے، اولاً تو یہ کہ انصار کے مورثین میں عمرو بن عامر نے یمن سے ہجرت کی تھی اور اس وقت اوس وخزرج کا پتہ تک نہ تھا، دوسرے ان قبائل نے اپنی خانہ بدوشی کے زمانہ میں کبھی حضرموت میں سکونت نہیں کی، اور سب سے آخر یہ کہ یہ نام عوص بن ارم بن سام (ابو عاد) کا ہے، اور اس کے متعلق مسلم ہے کہ وہ یمن و حضرموت میں آباد تھا،[2]

غرض اوس وخزرج اور عدی کی اولادیں یثرب میں رہکر خوب پھلی پھولیں اور متعدد خاندانوں میں تقسیم ہوگئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

عدی اس کے نام سے کوئی جداگانہ نسل نہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی اولاد بھی اوس وخزرج میں ضم ہوکر انصار کہلاتی تھی اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عرب میں بھتیجا اپنے چچا کی شہرت کی وجہ سے اسی کا بیٹا مشہور ہوجاتا تھا،[3]

اوس کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام مالک تھا مالک کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے، جو مختلف شاخوں کے مورث ہوگئے،

عمرو بن مالک میں ابتداءً دو شاخیں ہوئیں خزرج اصغر، اور عامر، عامر عمان میں رہتے تھے اور چونکہ مدینہ میں ان کا ایک متنفس بھی نہ تھا اس لئے وہ انصار میں داخل نہیں، خزرج[4] میں کعب (ظفر) اور حارث میں

---

[1] جغرافیۂ عرب فارسٹر ص ۳۹ ج ۲، [2] ابو الفداء ص ۹۷ ج ۱، [3] اسد الغابہ ص ۴ ج ۵، [4] خلاصۃ الوفاء ص ۸۳،

جشم اور حارثہ، اور جشم میں زعورا (اہل راتج) اور عبد الاشہل داخل ہیں، انھیں چاروں بطنوں یعنی کعب (ظفر) حارثہ، زعورا اور عبد الاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے،

عوف بن مالک میں عمرو اور زید (بن مالک بن عوف) عمرو میں جو قبا میں رہتے تھے بہت سے بطون تھے جن میں مشہور یہ ہیں، لوذان (بنو سبعہ) عبید بن زید، ضبیعہ، معاویہ (بن مالک بن عوف) جحجبا (بن کلفہ بن عوف) حبیب، بنو لوذان میں جو بنو سبعہ کے نام سے مشہور ہیں، لوذان عوف، بدر معاویہ و جحجبا) اور ثعلبہ (بن عمرو) داخل سمجھے جاتے ہیں،

مرۃ بن مالک، میں سعد (اہل راتج) اور عامر، امرئ میں امیہ، وائل اور عطیہ، مالک بن اوس کے یہ تینوں خاندان (عمرو، عوف، مرۃ جادرہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور ہیں،

امرء القیس بن مالک میں واقف اور سلم،

جشم بن مالک میں خطمہ، عبد اللہ،

خزرج کے پانچ بیٹے تھے، عمرو، عوف، جشم، کعب، حارث، ان کی اولاد حسب ذیل ہے:

عمرو بن خزرج اس میں بنو نجار کی تمام شاخیں شامل ہیں، آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کا یہیں ننہال تھا، نجار سے دینار، عدی، مازن، مالک، مالک سے عمرو، غنم، عامر، (مبذول) عمرو سے عدی (بنو معاویہ) اور معاویہ، (بنو حدیلہ)

عوف بن خزرج سے سالم، عمرو، قطن، قوقل، سے سالم، یہ لوگ عمان میں رہتے تھے، عمرو سے عوف اور غنم (قوقل)، عوف سے حبلی (مالک بنو سالم، قبیلہ عبد اللہ بن ابی) اور عجلان،

جشم بن خزرج سے تزید اور غضب، تزید میں سلمہ، اور سلمہ میں حرام اور غنم، اور غنم میں عبید (ابن عدی سواد) اور حرام، غضب سے عبد حارثہ، کعب، (بنو غدارہ) معاویہ، (بنو اجدع) عبد حارثہ سے زریق اور حبیب زریق سے بیاضہ اور زریق،

کعب بن خزرج سے ساعدہ، ساعدہ سے طریف، قشمہ، عمرو، ثعلبہ، طریف سے وقش، عسان

ابو حزیمہ، (خاندان سعد بن عبادہ)

حارث بن خزرج سے جشم، زید، عوف، عوف سے خدرہ اور خدارہ[1]

چونکہ اوس، خزرج اور عدی میں تعداد اور غلبہ کے لحاظ سے خزرج کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا اس لئے ان قبائل کو عرب تغلیباً خزرج کہا کرتے تھے[2]

انصار کی آبادی

اوس و خزرج پہلے ایک ہی جگہ آباد تھے، لیکن جب ابو جبیلہ کی وجہ سے یہود کا زور ٹوٹ گیا، تو وہ یثرب کے تمام نشیبی اور بالائی حصوں میں منتشر ہو گئے، اور اپنی علیحدہ علیحدہ آبادیاں قائم کرلیں، چنانچہ قبیلۂ اوس میں سے عبد الاشہل اور حارثہ کا خاندان یثرب کے شرقی سنگستان میں آباد ہوا اور وہاں کئی قلعے تعمیر کئے جن میں سے ایک کا نام واقم تھا، اور اُن کا محلہ بھی اسی نام سے مشہور تھا، انصار کا ایک شاعر کہتا ہے،

نحن بنینا واقما بالحرۃ　　بلازب الطین وبالاصرۃ

یہ قلعہ حضیر بن سماک کے قبضہ میں تھا،

اس کے بعد بنو حارثہ، عبد الاشہل کے پاس سے ہٹ کر ان سے شمال کی طرف رہنے لگے،

بنو ظفر (کعب بن خزرج اصغر) بقیع سے پورب طرف، عبد الاشہل کے پاس مقیم تھے، وہاں انہوں نے اسلام لانے کے بعد ایک مسجد بنائی تھی جس کا نام مسجد بغلہ تھا، بنو زعورا بن جشم بھی یہیں سکونت کرتے تھے،

یہ چاروں خاندان نبیت کہلاتے ہیں جو ان کا مورث اعلیٰ تھا اور عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھا،

(۱) اس تمام تفصیل کے لئے دیکھو خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۵۸ تا ۸۹، عقد الفرید ص ۱ ج ۲، و معارف ابن قتیبہ ص ۳۶ و ۳۰، (۲) سیرت ابن ہشام ص ۲۲۲ ج ۲،

عوف بن مالک بن اوس اُنکے خاندان میں بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب قباء میں آباد تھیں ان میں سے بنو ضبیعہ

شقیف نامی ایک قلعہ میں رہتے تھے، جو احجار المراء اور مجلس بنی الموالی کے درمیان واقع تھا، کلثوم بن الھدم کا قلعہ عبداللہ

بن ابی احمد کے احاطہ میں تھا، اور احیحہ ابن الجلاح حجبی کا بھی ایک قلعہ تھا،

زید بن مالک بن عوف میں ۴ قلعے تھے اور صیاصی کے نام سے مشہور تھے، ان کا ایک قلعہ مسجد

قباء سے مشرقی جانب سکبہ میں بھی تھا، ایک جس کا نام مستظل تھا، چاہ غرس کے پاس تھا اور احیحہ کا تھا،

بنو حجبا خیدے بنو ضبیعہ کے ساتھ رہ کر مسجد قبا کے مغرب عصبہ میں چلے گئے، یہاں احیحہ نے

سفید پتھروں کا ایک قلعہ بنایا لیکن وہ گر گیا تو ایک مربع سا قلعہ تیار کرایا، بنو محمد عاور حجبا نے ہجیم نامی بھی

ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جو اس مسجد کے قریب واقع تھا جہاں آنحضرت صلعم نے ایک بار نماز پڑھی تھی،

معاویہ بن مالک ایک عرصہ تک قبا میں رہتے تھے، پھر بقیع الغرقد کے باہر رہے، وہاں اُن کی مسجد اجابۃ یادگار ہے

بنو سمیعہ (لوذان بن عمرو بن عوف) ریح کے کوچہ کے پاس آباد تھے، اور سعدان نامی ایک قلعہ بنایا تھا

واقف اور سلم (مالک بن اوس) مسجد فضیح کے پاس رہتے تھے، بعد میں سلم، عمرو بن عوف میں جا ملے گئے

اور تقریباً ۱۹۹ برس وہیں مقیم رہے، اور اُن کی آبادی نے اتنی ترقی کی کہ زمانۂ جاہلیت ہی میں ایک ہزار

جوان اُن میں موجود تھے،

جعادرۃ میں سے بنو وائل بن زید اپنے نام کی مسجد کے پاس جو مسجد قبا کے پورب ایک بلند مقام پر واقع

تھی سکونت کرتے تھے،

اُمیہ بن زید عین سے مشرق طرف جہاں مذینب کا پانی بھرتا ہے اور کھیت سینچے جاتے ہیں، بود و باش رکھتے تھے

عطیہ بن زید بنو حبلی کے قریب رہتے تھے، اور شاش نامی ایک قلعہ بنایا تھا، مسجد قباء میں قبلہ رخ کھڑے

ہونے پر یہ قلعہ بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا تھا،

(۱) وفاء الوفاء ص ۳۴ ج ۲،

سعد بن مرۃ، راتج مین رہتے تھے،

خطمہ بن جشم، ماجشونیہ اور عرس کے پاس بود و باش رکھتے تھے، اور دو تک قلعے بنائے تھے، چونکہ یہ مقام شہر کے باہر اور نسبتاً کم آباد تھا، اس لئے حب اسلام کے زمانہ مین ان لوگون نے مسجد بنائی اور ایک شخص کو اُس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تو روزانہ صبح اٹھکر اُس کی خیریت دریافت کرتے تھے، کہ کوئی درندہ تو نہیں اٹھا لے گیا، اِس کے بعد پھر ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اس بستی کا نام ہی غزہ پڑگیا جو شام کا ایک نہایت آباد شہر ہے،

قبیلۂ خزرج میں سے، بنو حارث وادیٔ بطحان اور قریۂ صعیب کے مشرق جانب آباد ہوئے، اُن کا محلہ حارث کہلاتا تھا جشم اور زید پسرانِ حارث نے اپنے قلعہ سنح میں اقامت کی جو مسجد نبوی سے ایک میل ہے، اور مدینہ کے بالائی حصّہ کی منزلِ اول ہے، خدارہ بن عوف بن حارث کا خاندان بازار مدینہ کے شمالی جانب، جہرار سعد مین مقیم ہوا، خدرہ ابن عوف نے چاہ بصہ کے پاس اجرد نامی ایک قلعہ مین سکونت اختیار کی، یہ قلعہ ابو سعید خدری کے دادا کا تھا،

سالم اور غنم (عوف ابن عمرو بن خزرج) مغربی سنگستان مین مسجد جمعہ کے پاس اترے، قواقل کا قلعہ الخصین کا تھا، بنو سبلی (مالک بن سالم بن غنم) بنو نجار اور ساعدۃ کے درمیان ٹھہرے، اُن کی آبادی کی پشت پر ایک قلعہ تھا جس کا نام مزاحم تھا اور وہ عبد اللہ ابن ابی بن سلول کی ملکیت تھا،

بنو سلمہ (جشم بن خزرج) مین بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد ہوئے، ایک قلعہ بھی تعمیر کیا، جابر بن عتیک کی زمین مین بھی ان کا ایک قلعہ تھا، ان کی آبادی میں ایک چشمہ تھا جو حضرت جابرؓ کے دادا عمرو کے قبضہ مین تھا، امیر معاویہ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین اُس کی مرمت کرائی، بنو سلمہ نے آنحضرت کے عہدِ مبارک مین مسجد نبوی کے قریب رہنا چاہا تھا لیکن آنحضرتؐ نے مدینہ کی ویرانی کے خیال سے منع کیا اور فرمایا، "تم کو وہان سے نماز کے لئے آنے مین زیادہ ثواب ملتا ہے[1]" حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں بنو حرام کو سلع

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۳ ج ۱،

میں منتقل کرلیا اور یہاں انھوں نے ایک عالی شان مسجد بنائی،

بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن عبید دیناری کی زمین تک تھی، (مسجد قبلتین انھیں کی تھی) بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ دوبحل تک رہتے تھے، مسجد خربہ اور دو قلعے ان کی ملکیت میں تھے،

بنو بیاضہ، زریق، حبیب، غدارہ، اجدع (معاویہ بن مالک) مغربی سنگستان سے بطحان تک

بنو سالم کے شمالی جانب رہتے تھے، اُن کے پاس میں قلعے تھے، بعض کے نام یہ ہیں عقرب[1]، سوید[2]، لوی[3]، سرار[4]

بنو ساعدہ (کعب بن خزرج) نے چار جگہ سکونت کی بنو عمرو اور بنو ثعلبہ بازار مدینہ کے شرقی اور شمالی حد تک آباد ہوئے، اُن کے دو قلعے تھے، ایک ابو دجانہ کے مکان کے پاس اور دوسرا مسجد بنو ساعدہ کے سامنے، مدینہ میں سب سے آخر یہی قلعہ تعمیر ہوا، بنو قشبہ ان لوگوں سے پورب جانب بنو حدیلہ کے قریب مقیم ہوئے، بنو ابی خزیمہ (سعد بن عبادہ کے خاندان) نے جرار سعد میں جو بازار مدینہ کے انتہائی حد پر واقع تھا سکونت کی، اور بنو وقش اور عنان مسجد الرایہ کے پاس (جرار سعد کے قریب) اُترے،

بنو مالک بن نجار میں سے بنو غنم، مسجد نبوی کے پورب طرف رہتے تھے اور ایک قلعہ بنا یا تھا جس کا نام فویرع تھا، مسجد نبوی انھیں کی تھی، بنو مغالہ (عدی بن عمرو) مسجد سے مغربی جانب باب الرحمۃ کے پاس مقیم تھے، اِن کے قلعہ کا نام فارع اور جائداد کا بیرحا تھا، فارع حسان بن ثابت کے قبضہ میں تھا، بنو جدیلہ (معاویہ بن عمرو) مسجد کے شمالی اور شرقی جانب بقیع اور بیرحا کے قریب آباد تھے، ان کے قلعہ کا نام مشعط تھا جو مسجد ابی بن کعب کے پاس واقع تھا، بنو مبذول (عامر بن مالک) بنو غنم سے پورب طرف رہتے تھے،

بنو عدی بن نجار مسجد سے مغرب طرف آباد تھے لیکن حضرت انسؓ کا مکان با ایں ہمہ کہ بنو عدی سے تھے مسجد سے شمال اور مشرق کی طرف تھا، اُن کے قلعہ کا نام زاہریہ تھا،

بنو مازن بن نجار، بنو زریق سے پورب طرف سکونت کرتے تھے، اِن کا محلہ ابو مازن کہلاتا تھا،

بنو دینار بن نجار بطحان کی پشت پر رہتے تھے۔

یہ تمام مضمون خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ (ص ۸۵ تا ۹۱) سے ماخوذ ہے،

ایام الانصار

یعنی

انصار کی خانہ جنگیاں

تبع کے بعد اوس و خزرج عرصہ تک متحد رہے، لیکن پھر خانہ جنگیوں کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قوم صفحۂ ہستی سے یقیناً نیست و نابود ہو جاتی، سید سمہودی خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں،

ثم وقعت بینھم حروب کثیرۃ — پھر اُن میں اس قدر لڑائیاں ہوئیں کہ کسی قوم

لم یسمع فی قوم اکثر منھا ولا اطول ص ۹۲ — میں اس سے زیادہ اور دیرپا جنگیں نہیں سنی گئیں

لڑائیوں کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس[۱۲۰] برس تک جاری رہکر جنگ بعاث پر اختتام ہوا جو ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اس طویل زمانہ میں خدا معلوم کتنے معرکے پیش آئے ہونگے لیکن ان میں سے جو زیادہ مشہور ہیں، تاریخوں میں انھیں کا ذکر آتا ہے، علامہ ابن اثیر ایک مقام پر فرماتے ہیں[۵۱]

بینھما وبین حرب سمیر نحو مائۃ سنۃ — حرب حاطب اور حرب سمیر میں تقریباً سو برس کا

وکان بینھما ایام ذکرنا المشھور منھا — فرق ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں

وترکنا ما لیس بمشھور وحرب حاطب آخر — ہوئی تھیں جن میں سے ہم نے مشہور لڑائیوں کو درج کیا ہے

وقعۃ کانت بینھم الا یوم بعاث — اور غیر مشہور کو چھوڑ دیا ہے، اور حرب حاطب، بعاث کے ماسوا سب سے آخر لڑائی تھی،

جس جنگ کو علامہ نے سب سے آخر جنگ قرار دیا ہے اس کی یہ حالت ہے کہ وہ بھی متعدد جنگوں کا مجموعہ ہے[۵۲]، پھر ان تمام مشہور لڑائیوں کی نسبت کیا کہا جا سکتا ہے جس کے ضمن میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئی ہونگی اور جن کو ہمارے مورخین نے قلم انداز کر دیا،

---

۵۱ ابن اثیر ص ۵۳ ج ۱، ۵۲ ابن اثیر ص ۵۴ ج ۱

جنگ سُمیر انصار کی سب سے پہلی جنگ، جنگ سُمیر ہے، اُس کا سبب یہ ہوا کہ مالک ابن عجلان سالمی کا کعب ذبیانی حلیف بنا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع میں پھر رہا تھا کہ ایک غطفانی کی آواز سُنی کہ "میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو"، کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی، کسی نے اُحیحہ بن الجلاح اوسی کا نام پیش کیا، اور بعضوں نے ایک یہودی کی نسبت کہا کہ وہ مدینہ کا سب سے بڑا شخص ہے، اس بناء پر گھوڑے کا مستحق وہی ہے، غطفانی نے گھوڑا مالک بن عجلان کو دیدیا، اس پر کعب نے فخر کیا، "کیوں میں نہ کہتا تھا کہ مدینہ میں مالک سے بڑھکر کوئی نہیں"، عمرو بن عوف کا ایک شخص جسکا نام سمیر تھا یہ گفتگو سُن رہا تھا، غصّہ سے لال پیلا ہو گیا، اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا، کعب دوسری بار بازار میں جو قبا میں لگتی تھی، ایک مرتبہ گیا، تو چونکہ یہ عمرو بن عوف کا محلّہ تھا سمیر نے موقع پاکر اُس کو قتل کیا، مالک بن عجلان کو خبر ہوئی تو اُس نے عمرو بن عوف کے پاس کہلا بھیجا کہ "قاتل ہمارے حوالہ کردو"، عمرو بن عوف نے انکار کیا اور کہا "تم دیت لے سکتے ہو"، مالک نے اِس شرط پر منظور کیا کہ "دیت پوری دینا ہوگی"، چونکہ انصار میں حلیف کی دیت نصف دیجاتی تھی، عمرو بن عوف نے نہایت شدت سے انکار کیا، مالک کو اصرار تھا، اس بناء پر لڑائی کی تیاریاں ہوئیں جس میں انصار کے تمام قبیلے شریک ہو گئے، دو مرتبہ نہایت معرکہ کا رن پڑا، اخیر میں اوس نے فتح پائی اور مالک کو کہلا بھیجا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسان رض کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہئے، منذر نے کہا کہ "اس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کردو آئندہ پھر اپنے قدیم دستور کے مطابق دینا"، دونوں فریق نے اِس رائے کو پسند کیا اور دیت ادا کردیگئی، لیکن دلوں میں جو غبار اور کدورت پیدا ہو گئی تھی وہ کسی طرح دفع نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے چند ہی روز کے بعد دوسری لڑائی کا افتتاح ہوا،

جنگ کعب بن عمرو کعب بن عمرو مازنی نے جو بنو نجار سے تھا، بنی سالم میں شادی کی تھی، اور اپنی سسرال اکثر آیا جایا کرتا تھا، احیحہ بن جلاح سردار جحجبا (اوس) نے چند آدمیوں کو اُس کے قتل پر آمادہ کیا، اور کامیابی حاصل کی کعب کے بھائی عاصم کو اطلاع ہوئی تو اُس نے جحجبا کو اعلان جنگ دیدیا، اور رحابہ میں نہایت سخت

لڑائی ہوئی، جس میں جحجبا نے شکست کھائی، احیحہ بھاگ رہا تھا، عاصم نے اسکا تعاقب کیا اور ایک تیر مارا، چونکہ احیحہ قلعہ کے اندر جا چکا تھا، وہ تیر اس کے بھائی کے لگا اور وہ مر گیا، عاصم کو اب بھی چین نہ تھا اسلئے احیحہ کی گھات میں لگا رہا،

احیحہ نے شبخون مارنے کی تجویز سوچی، سلمےٰ بنت عمرو اس کی بیوی خاندان بنجار سے تھی، اس نے اطلاع موقع پاکر اپنی قوم کو مطلع کردیا، اور بنو نجار ہتھیاروں سے آراستہ ہو گئے، صبح اٹھکر احیحہ اور بنو نجار سے مڈبھیڑ ہو گئی، اور تھوڑی دیر لڑائی رہی، احیحہ کو سلمےٰ کی نسبت پتہ لگ چکا تھا، اس لئے خوب زد و کوب کی اور اپنے نکاح سے علیحدہ کر دیا،

جنگ سرارہ | اس کے بعد عمرو بن عوف اور حارث بن خزرج میں نہایت معرکے کی ایک لڑائی ہوئی، بنی حارث کے ایک شخص نے بنی عمرو کے ایک شخص کو قتل کیا تھا، بنی عمرو اس کی فکر میں تھے، ایک روز موقع پاکر اس کو مار ڈالا، بنو حارث نے جنگ کا اعلان کیا، اور سرارہ میں دونوں فوجیں جمع ہوئیں، اوس پر حضیر بن سماک (حضرت اسیدؓ کے والد) اور خزرج پر عبداللہ بن ابی بن سلول افسر تھا، چار دن تک لڑائی ہوئی جس میں اوس ہزیمت اٹھا کر واپس گئے،

جنگ حصین بن اسلت | حصین بن اسلت وائلی (اوس) اور قبیلۂ مازن بن نجار کے ایک آدمی میں کچھ جھگڑا ہوا اور حصین نے اس کو قتل کردیا، بنو مازن کو خبر ہوئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑے اور گھیر کر مار ڈالا، حصین کے بھائی ابو قیس بن اسلت نے بنو وائل کو ابھارا اور تمام اوس اس کی حمایت پر کمر بستہ ہو گیا، ادھر مازن کی طرف سے خزرج نے ساتھ دیا اور دونوں قبیلے نہایت جوش سے لڑے اور بہت آدمی کام آئے، اخیر میں اوس نے شکست کھائی،

جنگ ربیع | ربیع ظفری (اوس)، مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین پر سے گذر رہا تھا، اس نے منع کیا لیکن ربیع نے نہ مانا اور اس کو مار ڈالا اس پر دونوں قبیلے جمع ہو گئے اور ایسا کشت و خون ہوا کہ

کبھی نہ ہوا تھا، اسمین بنو نجار نے ہزیمت اُٹھائی،

جنگ فارع بنو نجار کے ایک شخص نے قبیلۂ قضاعہ (بلی) کا ایک غلام پایا تھا، جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعدؓ) کے پڑوس مین رہتا تھا، ایک دن وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے آیا تو نجاری نے اس کو قتل کر دیا، معاذ نے کہا کہ "بنو نجار یا دیت دین یا قاتل کو میرے حوالہ کرین" بنو نجار نے انکار کیا، ا، حضرت حسانؓ کے قلعہ فارع کے سامنے لڑائی ہوئی، چونکہ عبد الاشہل کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت مین عامر بن اطنابہ کو قتل کرین گے، اور عامر خزرج کے ممتاز اشخاص مین تھا، اس لئے عامر نے دیت خود داکی اور دونون قبیلون مین مصالحت ہو گئی، عامر نے اس کے متعلق کچھ اشعار بھی لکھے ہین جو نہایت بہترین

جنگ حاطب اُس کو جنگ حسر بھی کہتے ہین، جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی، حاطب بن قیس اوسی کے ہان قبیلۂ ثعلبہ (ذبیان) کا ایک شخص مہمان اترا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع مین گھوم رہا تھا کہ ابن فسحم (یزید بن حارث خزرجی) نے ایک یہودی سے کہا "مین تم کو اپنی چادر دونگا تم اُس ثعلبی کو یہان سے نکالدو" یہودی نے چادر لیکر اُس کو نہایت بُری طرح نکالا کہ تمام بازار نے اُس کی آواز سنی، ثعلبی نے اپنے میزبان کو پکارا اور کہا کہ "حاطب! تمھارے مہمان کی بڑی ذلت ہوئی" حاطب نے سنا تو آکر اُس یہودی کا سر اڑا دیا، ابن فسحم کو معلوم ہوا تو حاطب کا تعاقب کیا، حاطب اپنے قبیلہ کے کسی شخص کے ہان چھپ گیا، لیکن ابن فسحم کو تسکین نہین ہوئی تھی، بنی معاویہ (اوس) کا ایک شخص چلا آ رہا تھا اس کو قتل کر دیا، اُس پر اوس و خزرج مین ایک بنو حارث بن خزرج کے پل پر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی خزرج کا لشکر عمرو بن نعمان بیاضی کے تحت مین تھا، اور اوس کی زمام حضیر بن سماک اشہلی کے ہاتھ مین تھی، چونکہ ان لڑائیون کا چرچا مدینہ کی آس پاس کی تمام آبادیون مین پھیل چکا تھا، اُس لئے عیینہ بن حصن اور جبار بن مالک فزاری مدینہ مین آئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے ان دونون قبیلون مین صلح ہو جائے، انھین ایام مین یہ لڑائی پیش آئی، عیینہ اور جبار دونون میدان جنگ مین موجود تھے،

جس جوش وخروش سے دونون قبیلے معرکہ آرا ہوئے اُس سے معلوم ہوا کہ صلح ناممکن ہے، اس لڑائی مین میدان خزرج کے ہاتھ رہا، اُس کے بعد چند اور لڑائیان ہوئین جو درحقیقت اسی کا ضمیمہ تھین چنانچہ

جنگ ربیع سنیح کے ایک گوشہ میں دیوار ربیع کے پاس اوس وخزرج مین ایک نہایت شدت کا معرکہ ہوا، علامہ ابن اثیر لکھتے ہین،

فاقتتلوا قتالا شدیدا حتی	یہ لوگ نہایت سخت لڑائی لڑے، یہانتک
کاد یفنی بعضهم بعضا	کہ ایک دوسرے کو فنا کر دینے پر بالکل تل گیا تھا،

جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو باایں ہمہ کہ یہ ان کے دستور کے خلاف تھا خزرج نے ان کے گھرون تک انکا پیچھا کیا، اُس پر اوس نے امان چاہی لیکن بنو نجار نے امان دینے سے انکار کیا، اس کے بعد اوس قلعہ بند ہو گئے اور خزرج نے مصالحت منظور کی،

اُس معرکہ مین قبیلہ خزرج مین سے سوید بن صامت، اور اوس مین سے ابن اسلت، اور صخر بن سلمان بیاضی زیادہ نمایان تھے،

جنگ بقیع یہ لڑائی بقیع الغرقد مین ہوئی، ابو قیس بن اسلت وائلی اوس کی فوجوں کا سردار تھا، اُس مین اوس نے فتح پائی،

اُس کے بعد ابو قیس نے قبیلۂ اوس کو جمع کر کے کہا کہ مین جس قوم کا سردار ہوا ہون وہ شکست کھاتی ہے اُس لیئے تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کر لو، چنانچہ سب نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو سردار لشکر بنایا، حضیر نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور ہوشیاری سے ادا کیئے، چنانچہ جب قبا میں غرس کے پاس دونون قبیلون مین جنگ ہوئی تو محض حضیر کی تدبیر و سیاست کی بدولت اوس نے فتح حاصل کی، اُس کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ، کہ مقتولین کا شمار کیا جائے جس کے زیادہ نکلیں وہ منہا کرنے کے بعد باقی کی دیت لے لے، چنانچہ اوس کے ۳ آدمی زیادہ تھے، قبیلہ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر

اوس کو ۳ غلام دئے، اوس نے غلامون کو قتل کر ڈالا اور معاہدہ سابق ٹوٹ گیا،

جنگ فجار اول | خزرج کو اوس کی یہ پیمان شکنی حد درجہ ناگوار ہوئی، اور مدینہ کے باغات مین نہایت شدت کا رن پڑا، خزرج کا سپہ سالار عبد اللہ ابن ابی ابن سلول اور اوس کا ابو قیس بن اسلت تھا، اس معرکہ مین قیس بن حطیم نے بڑی جانبازی دکھائی تھی، یہان پر یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ فجار اس کے علاوہ ہے جو کنانہ او قیس مین برپا ہوئی تھی، اور جو تمام عرب مین مشہور ہے،

جنگ معبس اور مضرس | معبس اور مضرس دو دیوارین ہین جن کی آڑ مین بالترتیب اوس اور خزرج نے چند دنون تک جنگین کین، اس مین اوس نے ایسی شکست کھائی کہ کبھی نہ کھائی تھی، یہان تک کہ ان کو گھرون اور قلعون مین چھپنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا، عمرو بن عوف اور اوس مناۃ نے جداگانہ صلح کرنا چاہی، لیکن عبد الاشہل اور ظفر نے انکار کیا اور کہا کہ "ہمکو خزرج سے پورا بدلہ لیکر مصالحت کرنا چاہیے"، خزرج کو معلوم ہوا تو انھون نے اشہل اور ظفر کو قتل و غارت کی دھمکی دی، جس کی وجہ سے اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا،

ادھر بنو سلمہ نے عبد الاشہل کی ایک زمین کو جس کا نام رعل تھا دبا لیا، اور دونون قبیلون مین لڑائی شروع ہو گئی، سعد بن معاذ رئیس قبیلۂ اوس کے سخت چوٹ آئی اور عمرو بن جموح خزرجی کے ہان اٹھا لائے گئے، عمرو نے ان کو پناہ دی اور خزرج کو رعل کے جلانے، اور درختون کے کاٹنے سے منع کیا

چونکہ اوس لڑتے لڑتے اب بہت کمزور ہو گئے تھے، اس لئے انھون نے عمرہ کے بہانہ سے مکہ کا قصد کیا اور یہان قریش سے حلف کا سلسلہ قائم کیا، ابو جہل موجود نہ تھا، اس کو معلوم ہوا تو قریش کے اس فعل کو برا کہا اور بولا تم نے اگلے لوگون کا قول نہیں سنا، "باہر کے آنے والے گھر والون پر تباہی لاتے ہین"، اور جو دوسرون کو اپنے ہان بلا کر ٹھیراتا ہے وہ اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے، یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہین، قریش نے کہا پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابو جہل نے کہا یہ کام مین کئے دیتا

ہون، وہان سے اُٹھ کر اوس کے آدمیون کے پاس آیا اور کہا مین نے سنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہو
اور مین اس کو پسند کرتا ہون لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیان بازار میں پھرتی ہین اور جو چاہتا ہے ان کو بازار
مین مارپیٹ لیتا ہے، تم یہان آکر رہو گے تو جو حشر ہماری عورتون کا ہوتا ہے وہی تمھاری عورتون کا بھی ہوگا
اگر تم یہ ذلت گوارا کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ، ورنہ حلف منقطع کردو، چونکہ انصار مین حد درجہ غیرت موجود
تھی اُس لئے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر کے واپس آئے،

جنگ فجار ثانی | قریش کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اوس نے قریظہ اور نضیر سے حلیف بننے کی درخواست
کی، خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھون نے یہود کو اعلان جنگ دیدیا، یہود نے کہلا بھیجا کہ ہمکو یہ منظور نہیں، اور
ضمانت کے لئے خزرج کے پاس ۴۰ غلام بھیجدیے اور معاملہ دب کر رہ گیا،

ایک دن زید بن قیس خزرجی نے نشہ کی حالت مین چند اشعار پڑھے جن مین اس واقعہ کا نہایت ذلت
آمیز طریقہ سے ذکر کیا، یہود کو خبر ہوئی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا ہم اتنے بے غیرت نہیں، یہ کہکر
اوس کو اپنا حلیف بنا لیا، خزرج نے سُنا تو چند غلامون کے علاوہ باقی سب کو قتل کر ڈالا، اور اوس
یہود اور خزرج کے مابین ایک سخت لڑائی ہوئی،

بعض لوگون نے اس کا اور سبب بیان کیا ہے اور بظاہر یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، کہ بنو بیاضہ
کو رہنے کے لئے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی، اس لئے عمرو بن نعمان بیاضی نے اُن سے قسم کھا کر کہا کہ مین تم کو
رہنے کے لئے قریظہ اور نضیر کے مقامات دلاؤن گا اور یا پھر اُن کے غلامون کو قتل کر ڈالون گا، چونکہ ان
لوگون کی سکونت مدینہ کے بہترین حصہ مین تھی اس لئے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم ان مقامات کو ہمارے لئے
خالی کردو، یہود نے اُس کو عملاً تسلیم کر لینا چاہا، لیکن کعب بن اسد قرظی نے کہا، تم اپنے گھرون کی حفاظت
کرو، اور غلامون کو قتل کرنے دو، اس پر تمام یہودی متفق ہو گئے، اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے
گھرون کو نہیں چھوڑ سکتے، عمرو نے یہ دیکھ کر غلامون کے قتل کا فیصلہ کر لیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول

نے منع کیا اور کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے، اور تم کو مین دیکھتا ہون کہ مقتول ہو کر چار آدمیون پر لدے چلے آرہے ہو، لیکن عمرو نے نہ مانا اور اُس کے قبضہ مین جتنے غلام تھے سب کو قتل کرا دیا، ابن اُبی اور اُس کے طرفدارون کے پاس جو غلام تھے رہا کئے گئے، چنانچہ محمد بن کعب قرظی کا دادا اسلیم بن اسد انھین لوگون مین تھا

جنگ بعاث

قریظہ اور نضیر اب خزرج کی مخالفت پر بالکل تل گئے، اور اوس کے ساتھ نہایت مستحکم عہد و پیمان کر کے لڑائی کا بندوبست کرنا شروع کیا، آس پاس کے یہودیون کو جنگ پر اُبھارا، اوس نے اپنے حلیف مزینہ سے مدد طلب کی اور ۴۰ روز تک جنگ کا سامان مہیا کیا، خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھون نے بھی لڑائی کی تیاریان کین، اور اپنے حلفاء اشجع اور جہینہ کو مدد پر آمادہ کیا، غرض اس سر و سامان سے بعاث کے مقام مین جو بنو قریظہ کے علاقہ مین شامل تھا، ایک نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس مین اولاً تو اوس و خزرج نہایت پامردی سے لڑے لیکن پھر اوس نے ہمت ہار کر بھاگنا شروع کیا، یہ دیکھ کر حضیر الکتائب جو اوس کا سپہ سالار تھا گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا، نیزہ کی نوک پیر مین چبھو لی اور پکارا " ہائے! اونٹ کی طرح ہاتھ، پیر کٹ گئے، گروہ اوس! اگر تم مجھکو بچا سکتے ہو تو بچاؤ، خدا کی قسم! مین بغیر قتل ہوئے یہان سے نہ جاؤن گا" اِس آواز کا کان مین پڑنا تھا کہ عبد الاشہل کے دو لڑکے محمود اور یزید مدد کو پہونچ گئے، اور لڑ کر قتل ہوئے،

ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی سردار خزرج کے لگا اور وہ وفات پا گیا، عبد اللہ بن اُبی اس جنگ مین بالکل ناطرفدار تھا، وہ لڑائی کی خبرین لینے گیا تو دیکھا کہ عمرو بن نعمان کی لاش چار آدمی اُٹھائے ہوئے چلے آرہے ہین، بولا ذق وبال البغی یعنی اب اپنے ظلم کا مزہ چکھ! عمرو کے قتل ہونے سے خزرج کے قدم ڈگمگائے اور وہ میدان سے فرار ہونے لگے، اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر تمام خزرج کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا شروع کیا، اتنے مین ایک آواز آئی کہ "گروہ اوس! اپنے بھائیون کے قتل سے باز آؤ کیونکہ ان کا رہنا لومڑیون کے رہنے سے بہتر ہے"، اوسیون نے یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا، لیکن قریظہ اور نضیر کو یہ فقرہ باز نہیں رکھ سکتا تھا، اِس لئے اُنھون نے لوٹ مار برابر جاری رکھی، اوس، حضیر کو میدان سے

زخمی اُٹھائے گئے اور خزرج کے مکانات اور باغات مین آگ لگا دی، اِس موقع پر بنو سلمہ کے مکانات اور جابر ابن سعد بن معاذ کی وجہ سے تمام آفتون سے محفوظ رہین،

جنگ بعاث، انصار کی مشہور جنگون مین سب سے آخری جنگ تھی، اور ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اِن لڑائیون کی بدولت انصار کے دونو قبیلے جس درجہ کمزور ہو گئے تھے، اُس کو حضرت عائشہؓ نے اِن الفاظ مین بیان کیا ہے،[۱]

کان یوم بعاث یوم قدمہ اللہ ۔	جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول کے لئے کیا
عزوجل لرسولہ فقدم رسول اللہ	تھا، چنانچہ جب آنحضرتؐ آئے تو انصار کے معززین
صلعم وقد افترق ملأہم وقتلت	متفرق اور رؤسا قتل ہو چکے تھے، اور انصار بہت
سرواتہم وجرحوا قدمہ اللہ لرسولہ	خستہ اور بیزار ہو گئے تھے، اس لئے یہ دن خدا نے
فی دخولہم فی الاسلام	اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کے لئے رکھا تھا

حضرت انس، غیلان بن جریر اور دوسرے ازدیون کو یہ واقعات سنایا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ تمھاری قوم نے فلان فلان جنگ مین فلان فلان کام کئے،[۲]

انصار کی مشہور لڑائیون کے بعد اب ہم اُن کی چند غیر مشہور لڑائیون کا تذکرہ کرتے ہین، اور چونکہ انکا سنہ معلوم نہیں اُس لئے اِن کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہین لکھ سکتے،

سید سمہودی نے انصار کی مشہور جنگون کے سلسلہ مین جنگ سرارہ کے بعد جنگ "دیک"[۳] کا نام لیا ہے، اور دیک کے متعلق لکھا ہے کہ انصار کی ایک جگہ کا نام تھا، غالباً یہ "دیک"، نہین بلکہ "ریک" ہے جس کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہان اوس وخزرج مین ایک لڑائی ہوئی تھی[۴] اور اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو یہ جنگ بنو خطمہ مین ہوئی ہو گی، کیونکہ ان لوگون کا سکونت گاہ یہین واقع تھا اور اس مین ایک قلعہ بھی تھا،[۵]

۱ے صحیح بخاری ص ۵۴۳ ح ۱، ۲ے صحیح بخاری ص ۵۳۳ ح ۱، ۳ے خلاصۃ الوفا ص ۱۹۸، ۴ے وفاء الوفا ص ۲۰۶ ح ۲، ۵ے وفاء الوفا ص ۲۵۲ ح ۲

تاہم علامہ ابن اثیر نے یوم الدریک کے عنوان سے کسی معرکہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی معرکہ کی سبب یہ تصریح کی کہ وہ مقام دریک میں برپا ہوا تھا، اس بنا پر ہم "یوم الدریک" کو انصار کی غیر معروف جنگوں میں شمار کرتے ہیں،

یوم الدریک کے بعد انصار کی خانہ جنگیوں کا جستہ جستہ ذکر آگیا ہے، چنانچہ بنو حارثہ (اوس) اور عبدالاشہل میں ایک لڑائی چھڑی تھی، جس میں حارثہ نے بنو ظفر کے ساتھ ملکر عبدالاشہل کو شکست دی اور سماک بن رافع (حضرت اسید بن حضیر کے دادا) کو قتل کر کے عبدالاشہل کو بنی سلم کے علاقہ میں جلاوطن کر دیا، حضیر بن سماک نے بنی سلیم میں رہ کر زور و قوت پیدا کر لی تھی چنانچہ ان کو لیکر بنو حارثہ پر حملہ کیا اور فتح پا کے بعد خیبر کی طرف بھیجدیا بنو حارثہ تقریباً سال بھر تک خیبر میں رہے، پھر حضیر کو خود رحم آیا اور ان کو مدینہ بلالیا اور صلح ہوگئی[۱]،

یہ غالباً یوم السرارہ سے قبل کا واقعہ ہے،

احیحہ اور بنی عبدالمنذر میں بھی ایک خفیف سی جنگ ہوئی تھی، جس میں ان کا دادا مارا گیا تھا، اور احیحہ کو اپنا قلعہ جس کا نام واقم تھا، اس کی دست میں دینا پڑا تھا[۲]، بنو جحجبا نے رفاعہ اور غنم کو بھی قتل کیا تھا، اور اس کی وجہ سے ان کو قبا کی سکونت ترک کرنا پڑی[۳]

واقف اور سلم میں بھی کسیقدر شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی[۴]

بنو سلمہ ایک زمانہ تک متحد ہو کر رہے اور امیہ بن حرام کو اپنا سردار بنایا لیکن پھر اس میں اور صخر بن عبید میں جائداد کی بابت نزاع پیدا ہوئی، صخر تلوار لیکر مارنے اٹھا تو بنو عبید اور سواد درمیان میں پڑے اور امیہ کو بچا لیا، امیہ نے نذر مانی کہ اس کو ضرور قتل کروں گا، لوگوں کو خبر ہوئی تو صخر کو لو لائے اور امیہ نے کچھ جائداد لیکر اسکا قصور معاف کر دیا[۵]،

بنو حبیب اور بنو زریق میں حلیب کے قتل سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی، جس سے بنو زریق اپنے قدیم مکانات چھوڑ کر چلے آئے[۶]،

---

[۱] خلاصۃ الوفاء ص ۸۵، [۲] ایضاً ص ۸۶، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً، [۵] خلاصۃ الوفاء ص ۸۷، [۶] ایضاً ص ۸۹،

بنو غدارہ، مالک بن غضب کے قبیلہ میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے، اور بایں ہمہ نہایت حریص واقع ہوئے تھے، اس بنا پر بنو بیّن یا بنو احدع میں ایک شخص کو مار ڈالا اور جب بات زیادہ بڑھی اور مقتول کے ورثہ دیت پر راضی نہ ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے مکانات چھوڑ کر عمرو بن عوف میں سکونت اختیار کی[1]

انھیں بنی مالک کی دو شاخوں میں میراث کے متعلق ایک جھگڑا ہوا تھا، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں قبیلے بنو بیاضہ کے باغ میں گھس کر اس قدر لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے، اور سب اسی جگہ لشکر رہ گئے، اس باغ کا نام اسی وجہ سے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا[2]

ابن واضح کاتب عباسی نے بعض نام اور بھی لئے ہیں اور وہ یہ ہیں[3]

(۱) یوم الصفینۃ: اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی جنگ تھی، ممکن ہے کہ صفینہ کسی مقام کا نام ہو اور جنگ سمیر جو انصار کی سب سے پہلی لڑائی شمار ہوتی ہے، وہیں ہوئی ہو،

(۲) یوم وفاق بنی خطمہ،

(۳) یوم الطم بنی سالم

(۴) یوم انبرہ، ممکن ہے کہ اس سے حدیقۃ الموت کی لڑائی مراد ہو،

(۵) یوم الدار،

(۶) یوم بعاث ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بعاث دو مرتبہ ہوئی،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [2] خلاصۃ الوفا ص ۸۰، [3] یعقوبی ص ۳۶، ۳۷ ج ۲،

انصار کا مذہب

ہمارے نزدیک چونکہ انصار، نابت بن اسماعیل کی اولاد میں اس لئے ابتداءً ان کا مذہب بھی وہی رہا ہوگا جو حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کا تھا، پھر جب عمرو بن لحی کے ذریعہ سے بت پرستی پھیلی تو اور اسماعیلیون کی طرح اُنھون نے بھی اُس کو اختیار کیا ہوگا، چنانچہ واقعات حرف بحرف اس کی شہادت دیتے ہیں، یمن کے زمانۂ سکونت میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا، البتہ جب سے یثرب میں اقامت اختیار کی اُس کا حال کسی قدر معلوم ہے، خزرج اکبر سے چوتھی پشت میں نجار گذرا ہے جو بنو نجار کا مورث اعلیٰ تھا، اس کا نام جیسا کہ تاریخون میں مذکور ہے تیم اللات تھا[۱] لیکن بعد میں تیم اللہ ہوگیا، چنانچہ ابن ہشام اپنی سیرت میں بھی اخیر نام لکھتے ہیں جو ممکن ہے کہ انصار کے مسلمان ہونے کے بعد بدلا گیا ہو، اور اِس قسم کی بہت سی نظیرین موجود ہیں، بنو سمیعہ جاہلیت میں بنو صماء کہلاتے تھے، لیکن آنحضرتؐ نے انکا نام سمیعہ رکھدیا،[۲] قبیلے کے نام بدلنے کے ساتھ بہت سے اشخاص کے نام بھی تبدیل کئے تھے،

غرض تیم اللات کے نام سے معلوم ہوتا ہے، کہ انصار میں لات کی پوجا ہوتی تھی، انصار میں بعض قبائل اوس اللہ کہلاتے تھے، عجب نہیں کہ اوس اللہ بھی پہلے اوس اللات رہا ہو، اور اگر یہ صحیح ہے تو انصار میں بت پرستی چار پشت اور آگے بڑھ جاتی ہے، اور اِس کی ابتدا متعین ہوجاتی ہے، کیونکہ اوس، عمرو بن لحی کا بھتیجا ہوتا تھا،[۳]

مورخین عرب انصار کے بت کا نام مناۃ بتاتے ہیں، جو بنطبون کا بت تھا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے،

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ سورہ نجم اور تیسرے اخیر تیسرا مناۃ،

---

[۱] طبری ص ۸۵ اج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۹ ۲ اج ۵ [۳] یعقوبی ص ۲۹۵ ج ۱

یہ بت بنو اسماعیل میں سب سے پرانا تھا[۱] اُس کے بعد لات پوجا گیا ہے[۲] مناۃ، قدید میں سمندر کے ساحل سے متصل[۳] مشلل نام ایک پہاڑ پر[۴] نصب تھا، جو مدینہ سے سات میل ہے[۵]، اُس کی اوس وخزرج اور غسان پوجا کرتے تھے[۶]، ان کے علاوہ اور قبائل بھی اس کو پوجتے تھے، مثلاً ہذیل، خزاعہ، ازد شنوہ[۷] (اہل عمان)، بنی کعب[۸] اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو صرف انصار پوجتے تھے، یا انصار میں صرف اسی کی پوجا ہوتی تھی اور دوسرے بتوں کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے مدینہ میں اور بھی بہت سے بت پوجے جاتے تھے، چنانچہ یاقوت نے لات کے تذکرہ میں لکھا ہے،

وکانت قریش وجمیع العرب یعظمونھا (ص ۳۱ ج ۷)، مناۃ کے متعلق بھی بعینہٖ یہی عبارت لکھی ہے (ص ۱۶۷ ج ۸)، اور عزیٰ کے حالات میں تو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں،

ولم تکن قریش بمکۃ ومن اقام بھا من العرب یعظمون شیئا من الاصنام اعظامھم العزیٰ ثم اللات ثم مناۃ (ص ۱۶۸ ج ۶) اس سے معلوم ہوا کہ ان بتوں کی پرستش کسی خاص قوم یا قبیلہ میں محدود نہ تھی، انصار کے بتوں کی نسبت، مؤرخ طبری نے ہجرت نبوی کے ضمن میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک مسلمان عورت کے ہاں جو بے شوہر تھی اور قبا میں رہتی تھی ایک دو رات مقیم ہوئے تھے، اثنائے قیام میں روزانہ رات کو دروازہ کھلتا اور وہ عورت باہر سے کچھ لا کر رکھتی، چونکہ اس کے شوہر نہ تھا حضرت علیؓ نے پوچھا، رات کو دروازہ کیوں کھلتا ہے؟ بولی بات یہ ہے کہ میں بالکل لاوارث ہوں اس لئے سہل بن حنیف رات کو اپنی قوموں کے بت توڑتے ہیں اور خفیہ لا کر مجھکو دیجاتے ہیں کہ ان کا ایندھن بناؤں[۹]، حضرت علیؓ پر سہل بن حنیف کے اس فعل کا بڑا اثر پڑا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ انصار کے گھروں میں لکڑی کے بت کثرت سے تھے،

بنو سلمہ میں عمرو بن جموح ایک نہایت ممتاز شخص تھا جب معاذ بن جبل وغیرہ مسلمان ہوئے

[۱] معجم البلدان ص ۱۶۷ ج ۸، [۲] ایضاً ۳۱ ج ۷، [۳] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، [۴] معجم البلدان ص ۱۶۷ ج ۸، [۵] ایضاً ص ۱۶۷، [۶] طبقات ابن سعد ص ۶ ج ۳ قسم ۱، [۷] معجم البلدان ص ۱۶۹ ج ۸، [۸] زرقانی ص ۲۴۲ ج ۲، [۹] طبری ص ۱۲۴۴ ج ۳،

تو اس کے بُت کو جس کا نام مناۃ تھا اور لکڑی کا تھا، اُٹھا کر پھینک آتے تھے، عمرو کے ماسوا تمام سر آوردہ لوگوں کے گھروں میں بُت موجود تھے[1]، اور مندروں میں جو بُت موجود تھے اُن کا شمار ان کے علاوہ تھا، چنانچہ غنم بن مالک بن نجار کا ایک بُت خانہ تھا جس میں بہت سے بُت تھے، اور عمرو بن قیس اس کا متولی تھا[2]، مذکورہ بالا قرائن کے باوجود کیا اُن تمام بتوں کو مناۃ کی مورتیں فرض کیا جا سکتا ہے؛ علاوہ بریں انصار میں مختلف بتوں کے انتساب سے نام رکھا جاتا تھا، اور یہ خود ان کی متعدد بتوں کی پرستش پر دلالت کرتا ہے، تیم اللات کا ذکر اوپر گذر چکا، بنو جدیلہ (نجار) کے مورثوں میں ایک شخص کا نام زید اللات تھا، جس کو ابن ہشام نے اپنی عادت کے مطابق زید اللہ لکھا ہے[3]، حضرت ابو طلحہ[4] کے بزرگوں میں ایک شخص کا نام زید مناۃ تھا[4]، بنی ساعدہ میں جو خزرج اکبر کی اولاد تھے، ایک آدمی کا نام عبد وُد تھا[5]، حارث بن خزرج کے ایک شخص مسمّٰی بہ سفیان بن نسر کا نام ابن ہشام نے سفیان بن نسر بتایا ہے[6]، ابو عقیل عبد الرحمٰن کا نام عبد العزیٰ تھا[7]،

اُن تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ انصار میں مناۃ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا یا کم از کم تعظیم کا خیال ضرور موجود تھا، ہمارے مؤرخین نے مناۃ کی جو تخصیص کی اس کے یہ معنی ہیں کہ اِس بُت کی انصار کے دلوں میں زیادہ عظمت تھی، چنانچہ یاقوت نے لکھا ہے[8]،

ولم یکن احد اشد اعظاماً لہ من	اوس و خزرج سے زیادہ کوئی
الاوس والخزرج	قبیلہ مناۃ کی عزت نہیں کرتا تھا،

تعظیم کی وجہ ظاہر ہے، اور یہ خود مناۃ کے مادّہ میں موجود ہے، مناۃ مُنا سے نکلا ہے جس کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے کے ہیں، چونکہ انصار اس کو قضا و قدر کا حاکم سمجھتے تھے اس لئے اس کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے اور اس کی رضا جوئی کے لئے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کر لی تھیں، مثلاً وہیں سے احرام باندھتے تھے، وہیں ہدی بھیجتے تھے، حج سے واپس آکر وہیں سر منڈواتے اور قربانی کرتے تھے،

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱، [2] الیضاً ص ۹۹۵ ج ۱، [3] سیرت ص ۲۵۱ ج ۱، [4] تہذیب التہذیب ص ۴۱۲ ج ۳،
[5] اصابہ ص ۳۱۹ ج ۶، [6] سیرت ص ۴۰۲ ج ۱، [7] اسد الغابہ ص ۲۵۷ ج ۵، [8] معجم البلدان ص ۱۶۸ ج ۸،

عرض انصار کا مذہب، عام اہل عرب کی طرح بت پرستی تھا، تاہم بعض بعض لوگ بت پرستی کے طرف مائل تھے، اور اُس کی مختلف صورتیں احیا کی تھیں، چنانچہ بعض لوگ یہودی ہوگئے تھے[۱]، اور یہ خیبر کے یہود اور قریظہ اور نضیر کے میل جول کا نتیجہ تھا[۲]، یہودی مذہب نے انصار میں جو مقبولیت حاصل کی تھی اُس کا یہ اثر تھا کہ جب کسی عورت کے لڑکا زندہ نہ رہتا تو منت مانتی تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوئی اور زندہ بچی تو اُس کو یہودی بناؤں گی،[۳] اس طرح انصار میں یہودی مذہب اختیار کرنے والوں کی ایک خاصی تعداد ہو گئی تھی، جس میں قبائل عوف، نجار، حارث، ساعدہ، جشم، اوس، ثعلبہ داخل تھے[۴]، صرمہ ابو قیس، سلسلہ بن برہام، (بنو نجار میں) لبید بن اعصم (بنو زریق میں) کنانہ بن صوریا (بنو حارثہ میں) اور قردم بن عمرو[۵] (بنو عمرو بن عوف میں) ان قبائل کے مشہور اور سربرآوردہ یہودی ہیں،

بعض لوگوں نے حنیفی مذہب اختیار کر لیا تھا، چنانچہ ابو قیس صرمہ کے متعلق مذکور ہے کہ انھوں نے یہودی مذہب اختیار کر کے چھوڑ دیا اور عیسائی بننا چاہا لیکن پھر اپنے گھر کو عبادت گاہ بنا کر گوشہ نشین ہو گئے اور کہنے لگے اعبد رب ابراهیم (میں ابراہیم کے خدا کی عبادت کرتا ہوں)،

ابو قیس صیفی بن اسلت بھی اسی مذہب میں داخل تھا[۶]،

بعض صرف توحید کے قائل تھے، اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہان کا اسی میں شمار تھا[۷]،

بعض عیسائی ہو گئے تھے، ابو الحصین کے بیٹے انھیں میں شامل تھے[۸]، بعض ان کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو تھے، سوید بن صامت انھیں میں تھا، اور لقمان کی حکمتوں پر عمل کرتا تھا[۹]،

تاہم انصار کا ہر فرد مذہب ابراہیمی کے کچھ نہ کچھ احکام کا پابند تھا، حج بیت اللہ، قربانی، مہمان نوازی، اشہر حرم کی عزت، فواحش کو برا سمجھنا، اور جرائم پر سزا دینا، یہ تمام باتیں دین ابراہیمی کا جزو تھیں اور انصار ان پر کاربند تھے،

[۱] ابوداؤد ص ۹ ج ۲، [۲] یعقوبی ص ۹۸ ج ۱، [۳] ابوداؤد ص ۹ ج ۲، [۴] سیرت ابن ہشام ص ۲۷۹ و ۸ ج ۱، [۵] اسد الغابہ ص ۱۸۲ ج ۴، [۶] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۶ ج ۱، [۷] اسد الغابہ ص ۲۴۸ ج ۵، [۸] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج قسم ۱، [۹] اسد الغابہ ص ۲۷۶ ج ۵

نماز کی ایک بگڑی ہوئی صورت انصار مین باقی تھی چنانچہ اُن کا ایک شاعر ابوقیس بن اسلت حبشیون کی مکہ مین شکست پر فرط مسرت سے کہتا ہے،

فقوموا فصلوا ربکم وتمسحوا بارکان ھذا البیت بین الاخاشب[1]

حج کرتے تھے، اور اُس کا یہ طریقہ تھا، کہ گھر سے چلتے وقت شناخت کے طور پر کھجور کی جڑین کاٹ کر دروازہ پر لگا دیتے تھے،[2] اُس کے بعد قدید جاتے اور مناۃ کے سامنے نماز پڑھتے، پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آتے[3] تلبیہ یہ تھا لبیک رب غسان راجلھا والفرسان،[4] مکہ مین منیٰ کی گھاٹی کے قریب ٹھہرتے، صفا اور مروہ کا طواف کرتے،[5] پھر حج کے تمام رسوم ادا کر کے واپس ہوتے اور قدید پہونچکر مناۃ کے سامنے سر منڈواتے (مکہ مین سر نہین منڈواتے تھے) اور وہان چند روز قیام کرتے تھے، اُس کے بغیر حج کو ناتمام سمجھتے،[6] ہدی بھی نہین بھیجتے، اور یہین قربانی کرتے تھے،[7] اس کے بعد گھر آتے اور مکانات مین دروازہ کے بجائے پشت کی کھڑکیون سے داخل ہوتے،[8] اور جب تک محرم رہتے یہی کرتے تھے،[9]

حج کے ایام مین شکار کھیلتے،[10] لڑائیوں کو موقوف کرتے اور دشمنون سے تعرض نہین کرتے تھے،[11]

مکر و زور سے نفرت کرتے، چنانچہ ثعلبۃ العنقاء کے متعلق اوپر گذر چکا ہے کہ محض جذع بن سنان کی مکاری کی وجہ سے غسان کی حکومت چھوڑ دی تھی،[12]

مہمان نواز تھے، اور دشمنون تک کی ضیافت کرتے تھے، چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین انصار اور تبع سے جنگ ہو رہی تھی انصار دن کو لڑتے اور شب کو اس کی ضیافت کرتے تھے،[13]

عہد کو پورا کرنے اور اس کے لئے جان لڑا دیتے تھے، جنگ سمیر جو انصار کی پہلی لڑائی تھی، اسی کا نتیجہ تھی اور قبیلۂ ذبیان کے ایک شخص کی بدولت برپا ہوئی تھی،[14] دشمنی اور مخالفت کیوجہ سے انکو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۰ ج ۱، [2] ابن اثیر ص ۹ ج ۱، [3] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، [4] الفصاص ص ۲۹۷ ج ۱، [5] طبقات ابن سعد ص ۹۴ ج ۱ قسم ۱، [6] صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱، [7] معجم البلدان ص ۱۶۸ ج ۸، [8] صحیح بخاری ص ۶۴۸ ج ۲، [9] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، [10] صحیح بخاری ص ۲۴۵ ج ۱، [11] ابن اثیر ص ۵۰ ج ۱، [12] معارف ابن قتیبہ، [13] طبری ص ۹۱ ج ۲،

ایک دوسرے کا غلام بنا رہتا تھا[۵۱] لیکن وہ بدعہدی کے مقابلہ میں اس ننگ کو گوارا کرتے تھے،

میدان جنگ سے اگر ایک گروہ شکست کھا کر فرار ہوتا اور اپنے گھر چلا آتا تو دوسرا گروہ تعاقب سے احتراز کرتا تھا،[۵۲]

اِن عمدہ باتوں کے ساتھ ساتھ اِن میں بعض انتہا درجہ کی بداخلاقیاں موجود تھیں، مثلاً وہ سوتیلی ماں سے شادی کرتے تھے، اور یہ رسم آغاز اسلام تک جاری تھی، چنانچہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کو نکاح کا پیغام دیا، وہ آنحضرتؐ کے پاس آئی اور آپ خاموش ہوگئے اور یہ آیت نازل ہوئی، وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ، اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سے پہلی عورت ہے جو اپنے شوہر کی اولاد پر حرام ہوئی، اُس کا نام کبشہ بنت معن بن عاصم تھا،[۵۳]

آبائی جائداد میں بیٹیوں کا کچھ حق نہ تھا، اولاد ذکور بھی جب تک نابالغ رہتی میراث کی مستحق نہیں ہوتی تھی[۵۴]

ان باتوں کے علاوہ اُن کے عقائد میں چند اوہام بھی داخل تھیں، جن میں ایک جھاڑ پھونک بھی ہے، آنحضرتؐ کے زمانہ تک اس کے جاننے والے موجود تھے، چنانچہ طبرانی نے اپنے مسند میں لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جھاڑ پھونک سے ممانعت فرمائی تو عمرو بن حزم نے کہ سانپ کے کاٹے کو جھاڑتا تھا آکر کہا کہ آپ منع فرماتے ہیں حالانکہ میں اُس کا منتر جانتا ہوں اور جھاڑتا ہوں (یعنی اس ممانعت کی تعمیل کے باوجود نفس منتر کے جاننے اور اُس کام کے کرنے کا کیا کفارہ ہوسکتا ہے) آنحضرتؐ نے اُس سے منتر سنا تو فرمایا اُس میں کچھ ہرج نہیں، اُس کے بعد ایک دوسرا انصاری آیا، اور کہا میں بچھو کو جھاڑتا ہوں آپ نے کہا کہ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہونچا سکتا ہو پہونچائے[۵۵]

اسلام لانے کے بعد بھی انصار میں جھاڑ پھونک کا رواج باقی تھا، چنانچہ صحیح بخاری میں

---

[۵۱] اسد الغابہ ص ۲۴۷ ج ۵، [۵۲] ابن اثیر ص ۴۰۳ ج ۱، [۵۳] اصابہ ص ۱۵۹ ج ۸، [۵۴] اسد الغابہ ص ۲۹۶ ج ۲، [۵۵] اسد الغابہ ص ۱۰۱ ج ۴

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت آئی ہے کہ ان لوگوں نے ایک سفر میں کسی قبیلے کے رئیس کو جسے بچھوے ڈسا تھا، جھاڑا تھا اور اُس کے معاوضہ میں تیس۳۰ بکریاں لی تھیں[۱]

طہارت کا خیال حد درجہ تھا۔ تمام عرب طہارت میں ڈھیلے استعمال کرتے تھے، لیکن انصار ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی لیتے تھے، اسلام کے زمانہ میں ان کا یہ فعل نہایت مستحسن سمجھا گیا اور قرآن میں اُن کی تعریف نازل ہوئی[۲]

مُردوں کو دفن کرتے تھے، اور بقیع الغرقد کو قبرستان بنایا تھا[۳]

ابن ہشام میں ایک موقع پر انصار کے عقائد کا ضمناً تذکرہ آگیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں،

الاوس والخزرج اهل شرك يعبدون	اوس وخزرج مشرک تھے بت پوجتے تھے، جنت
الاوثان لا يعرفون جنة ولا نارا ولا	و دوزخ بعث وحشر، قیامت، کتاب، حلال
بعثا ولا قيامة ولا كتابا ولا حلالا	اور حرام کو نہیں جانتے تھے،
ولا حراما	

جھاڑا تھا

اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ لوگ قیدیوں کا فدیہ، توراۃ کے بموجب دیتے تھے اور یہ یہود کی صحبت کا اثر تھا،[۴]

---

[۱] صحیح بخاری ص ۴۹۹ ج ۲، [۲] سنن ابن ماجہ ص ۳، [۳] خلاصۃ الوفا ص ۲۶۳، [۴] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۸۴ ج ۱،

انصار کا تمدن

اوپر گزر چکا ہے کہ بطنی، بنو اسماعیل میں سب سے زیادہ متمدن تھے، انصار کو چونکہ ہم بطنی الاصل سمجھتے ہیں اس لئے ہمکو دکھانا چاہئے کہ ان میں تمدن کا کہاں تک اثر تھا؛ ذیل کے واقعات میں ہم اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں،

نظام اجتماعی

انسان چونکہ بالطبع مدنیت کا دلدادہ واقع ہوا ہے اس لئے وحشی قبائل بھی ایک نظام بنا کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان قبائل میں بھی ایک شخص سردار ضرور ہوتا ہے، پھر جب تمدن ترقی پھیلتا ہے اور وحشت کم ہوتی ہے تو یہ نظام بھی وسیع ہوتا ہے اور اس میں متعدد شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں،

انصار میں مازن بن ازد سے حارثۃ الغطریف کے زمانہ تک صرف سرداروں کے نام نظر آتے ہیں، عمرو بن عامر معروف مزیقیا کے وقت میں سردار قبیلہ کیشا ایک اور نام بھی معلوم ہوتا ہے (مالک بن یمان[1]) لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ اس کی حیثیت کیا تھی، عمرو کے بیٹے ثعلبۃ العنقا کے عہد میں جب وہ غسان میں مقیم تھا، عک سے نہایت خونریز جنگ ہوتی ہے، تو اس موقع پر ثعلبہ کی قوم ایک باقاعدہ فوج نظر آتی ہے، جو جذع بن سنان کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی، چونکہ جذع نے فوج کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اس لئے مورخین اس کو سپہ سالار لکھتے ہیں[2]

غرض ثعلبہ کے وقت سے انصار میں دو عہدے قائم ہوئے، رئیس اور سپہ سالار، اور یہ دونوں ایک زمانہ تک برقرار رہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ رئیس ہی نے سپہ سالاری کی خدمت بھی انجام دی، چنانچہ مالک ابن عجلان خزرجی، اور عمرو بن طلہ نجاری کے متعلق اسی قسم کے واقعات ملتے ہیں،

اس وقت تک چونکہ انصار کے قبائل باہم متحد تھے، اس لئے ان میں رئیس ایک شخص ہوتا اور وہ عموماً قبیلہ خزرج سے ہوتا تھا، چنانچہ مدینہ کی سکونت کے زمانہ میں ہمکو روسائے انصار میں سے جس شخص کا

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷، [2] کتاب المعارف ابن قتیبہ

نام سے قدیم ملا ہے وہ مالک بن عجلان ہی، جو سالم بن عوف بن خزرج کی اولاد تھا، سید سمہودی اس کے سنن لکھتے ہیں[1]

وسودہ الحیان الاوس والخزرج   اس کو اوس اور خزرج دونوں نے سردار مانا تھا،

مالک کے بعد ریاست خاندان سالم سے نکلکر خاندان نجار میں چلی گئی، چنانچہ تبع اور انصار سے جو جنگ ہوئی اس میں عمرو بن طلحہ نجاری سپہ سالار افواج تھا، اس کے متعلق علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہی اس زمانہ میں انصار کا رئیس بھی تھا[2]، ان دونوں روایتوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ انصار کی ریاست جمہوری اصول پر قائم تھی، ورنہ شخصی ہونے کی صورت میں رئیس صرف ایک خاندان سے ہوتا اور دوسرے خاندان میں انتقال ریاست کے وقت خانہ جنگیاں پیش آتیں، حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا،

لیکن جب انصار میں نزاع پیدا ہوئی تو ریاست دو حصوں میں منقسم ہوگئی، اوس اور خزرج، اوس میں عبد الاشہل اور خزرج میں ساعدہ کا خاندان اپنے اپنے قبائل پر حکومت کرتا تھا، چنانچہ آنحضرت کے[3] زمانہ میں اوس کے سعد بن معاذ اور خزرج کے سعد بن عبادہ رئیس تھے[4]،

یہ تقسیم یہیں تک محدود نہیں رہی، بلکہ ان دونوں قبیلوں میں جتنے خاندان تھے سب نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ رئیس تجویز کر لئے، چنانچہ قبیلہ اوس میں سے جحجبا نے احیحہ بن جلاح کو سردار بنایا[5]، خزرج میں بھی اسی طرح تفریق ہوئی، بنو مازن بن نجار کی سیادت عاصم کو ملی[6]، بنو سلمہ نے اتہ بن حرام کو سردار بنایا[7]، اتہ کے بعد بنو سلمہ باہمی خونریزیوں کی بدولت متفرق ہوگئے تھے، لیکن پھر جد بن قیس نے سب کو مجتمع کیا اور خود سردار بن بیٹھا، آنحضرت کے زمانہ میں بنو سلمہ کا یہی سردار تھا[8]،

جنگ بعاث کے بعد جب دونوں قبیلوں نے زچ ہو کر ہمت ہار دی تو پھر قدیم نظام پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص عبد اللہ ابن ابی پر سب نے اتفاق کیا اور اس کو

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۳، [2] طبری ص ۱۰۹ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۵۹۱ ج ۲، [4] ابن اثیر ص ۴۹۵ ج ۱، [5] الاصابہ، [6] خلاصۃ الوفا ص ۸۳ [illegible]

پیشتر کا رئیس بنانے کی تجویز پیش کی، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے زبانی منقول ہے[۱۵]

لقد اصطلح اہل ھذہ البحیرۃ علی ان	اس شہر کے باشندوں نے اس (ابن ابی)
یتوجوہ فیعصبوہ بالعصابۃ	کو تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا،

ابن ابی پر اتفاق کی وجہ یہ بھی کہ وہ فطرتاً امن پسند واقع ہوا تھا، چنانچہ جنگ فجار کے ضمن میں گذر چکا ہے کہ اُس نے عمر بن نعمان کو یہودی غلاموں کے قتل سے منع کیا تھا[۱۶]، اسی طرح وہ جنگ بعاث میں بھی بالکل الگ تھا[۱۷]، ایک موقع پر اُس نے انصار اور قریش کی جنگ کو بھی ٹالا تھا[۱۸]، لیکن ابھی تخت نشینی کی نوبت نہ آئی تھی کہ انصار نے اسلام قبول کر کے آنحضرتؐ کو دین و دنیا کی حکمرانی کے لئے مدینہ بلایا اور ابن ابی کی ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں،

ریاست کیساتھ سپہ سالاری کا بھی یہی حشر ہوا، جب دونوں قبائل میں جنگ کا آغاز ہوا تو ہر قبیلے کا سپہ سالار علیحدہ علیحدہ تھا، چنانچہ حضیر بن سماک[۱۹]، ابو قیس بن اسلت اور عمرو بن نعمان بیاضی[۲۰] مختلف جنگوں میں دونوں قبیلوں کی طرف سے اس منصب پر فائز ہوئے ہیں، اسلام سے پہلے قبیلہ اوس کا یہ عہدہ حضیر کے بیٹے اسید کو تفویض ہوا تھا[۲۱]،

امیر اور سالار لشکر کے عہدوں کیساتھ انصار میں ایک اور اعزاز بھی تھا یعنی بت خانہ کی تولیت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس عہدہ پر عمرو ابن قیس نجاری، بنو نجار کی طرف سے مامور تھا[۲۲]، اور قبائل میں بھی کچھ لوگ رہے ہوں گے لیکن ہم کو اُن کے نام معلوم نہیں،

نظام عسکری | انصار نے چونکہ باقاعدہ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد قائم کی تھی اس لئے ان کو ریاست کے تمام لوازمات رکھنے پڑتے تھے، مثلاً فوج، قلعے، دیواریں، قبرستان،

فوج کے متعلق یہ تصریح نہیں کہ تعداد میں کتنی تھی، جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے کوئی مخصوص

---

۱۵ صحیح بخاری ص۹۲۲ ج۲، ۱۶ ابن اثیر ص۵۰۱ ج۱، ۱۷ ایضاً ص۵۱۱، ۱۸ طبقات ابن سعد ص۵ ج۳ قسم۱، ۱۹ اسد الغابہ ص۹۲ ج۱، ۲۰

۲۰ ... ج۱ ص۵۵ و ۵۱ ج۱
۲۱ ... ص۲۶
۲۲ ابن ہشام ص...
۲۳ سیرت ابن ہشام ص...
۲۴ ایضاً ص۲۹۵

فوج نہ تھی بلکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا جو وقت پر اپنے قبیلہ و وطن کی طرف سے جان نثاری کے لئے بڑھتا تھا، چنانچہ عمرو بن سلم (اوس) میں ایک زمانہ میں ہزار جوان موجود تھے،[1] بنو مالک بن غضب کی (بنی زریق کے علاوہ) بھی یہی تعداد تھی،[2]

لڑائی کے وقت صف بندی کا طریقہ یہ تھا، چنانچہ حضرت ابو ایوب نے جنگ بدر میں صف آرائی کی نسبت بیان کیا ہے کہ "ہم لوگ جس وقت تیار ہوئے تو کچھ لوگ صف سے باہر نکل کر کھڑے ہوئے، آنحضرت نے فرمایا میرے ساتھ رہو"[3]، انصار کی لڑائیوں کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت بے ترتیبی کیساتھ گتھ جاتے تھے، البتہ ہزیمت کے وقت یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک فریق بھاگ کر اپنے محلہ میں چلا جاتا، تو دوسرا فریق تعاقب چھوڑ دیتا تھا، لیکن کبھی یہ قانون بھی ٹوٹ جاتا اور گھروں میں بھی پناہ نہ ملتی، اس وقت دوسرا فریق قلعہ بند ہو جاتا تھا،[4]

جب آتش منافرت زیادہ بھڑکتی تو نہایت بے دردی کیساتھ قتل عام شروع ہوتا، مالک بن غضب کے دو قبیلے اسی طرح اڑ کر فنا ہوئے[5] کہ ایک رونے والا بھی ان میں باقی نہ رہا، جنگ بعاث میں اوس نے خزرج کی گردنوں پر تلوار رکھی لیکن پھر باز آ گئے،[6]

فوج میں جو لوگ صرف حالات معلوم کرنے اور لڑائی دیکھنے کے لئے آتے ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا، جنگ حسر میں عیینہ و خیار لڑائی کا نظارہ کر رہے تھے،[7] جنگ بعاث میں عبداللہ ابن ابی گھوڑے پر چڑھ کر میدان کے ارد گرد پھر رہا تھا اور حالات پوچھ رہا تھا،[8]

لڑائی کے لئے کوئی ایک میدان مقرر نہ تھا، بلکہ ہر قبیلے کا سکونت گاہ میدان جنگ کا کام دیتا تھا، کیونکہ قلعے ہر قبیلہ اور ہر محلے میں تھے کبھی کبھی قلعوں کو چھوڑ کر باغوں میں بھی لڑائی ہوتی تھی، قلعے نہایت کثرت سے تھے، اور ایک ایک قبیلے کے پاس متعدد تھے، مثلاً زید بن مالک کے پاس[9]

[1] خلاصۃ الوفاء ۱۶۴، [2] الصفا ۸۸، [3] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۲۰۵، [4] ابن اثیر ۳۸۹ ج ۱، [5] خلاصۃ الوفاء ۸۸، [6] ابن اثیر ج ۱ ص ۵۱۱، [7] القیاس

۱۴ قلعے تھے[1] عبد الاشہل خطمہ کے پاس بھی چند تھے، اور بنو اجدرع نے ۲ قلعے تعمیر کئے تھے[2]، ان قلعوں کی مختصر فہرست یہ ہے،

نام قلعہ		مقام وقوع	کیفیت
۱۔ آل ساعدہ			
۱	اجم	دباب	
۲	تبس	+	عثمان کا تھا
۳	معرض	+	
۴	واسط	+	ابو حرمہ کا تھا
۲۔ عبد الاشہل			
۵	رعل	+	
۶	عاصم	فقارہ	
۷	مسیر	+	
۸	واقم	+	
۳۔ خدرہ			
۹	اجرد	بصہ	
۱۰	واسط	+	
۴۔ انیف			
۱۱	اجش	قبا	
۱۲	×	قبا	
۱۳	×	″	
۱۴	نواحاں	″	۲ قلعے تھے
۵ عبید			
۱۵	الطول	مسجد حربہ	۳ قلعے
۱۶	اعماد	مذاد و ذو بحیل من	
۱۷	حیس	+	
۶۔ حرام			
۱۸	اعماد	+	دیکھو عبید
۱۹	جاعس	مسجد الفتح	
۲۰	مذاد	″	
۷۔ واقف			
۲۱	+	مسجد فصیح	
۲۲	ریدان	″	

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۶، ۔ [2] ایضاً ص ۸۰،

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۸- اوس		-
۲۳ +	جذمان	+
۹- سلم		
۲۴ حصی	مسجد قبا	
۱۰- حارثہ		
۲۵ حصی	+	
۲۶ ریان	+	
۲۷ مربع	+	
۲۸ نیار	نیار	
۱۱- سواد		
۲۹ خیط	مسجد قبلتین	
۳۰ منیع	رر	
۱۲- زعوراء		
۳۱ راتج	راتج	
۱۳- رریق		
۳۲- ویاں	+	
۱۴ نجار		
۳۳- راھریہ	+	بنوعدی کا تھا

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۳۴ عریان	+	تضر
۳۵ حارع	+	مغالہ
۳۶ ویرع	+	غنم
۳۷ مستعط	مسجد لی	جدیلہ
۳۸ مسیف	مسجد بنو دینار	دینار
۳۹ واسط	+	مازن
۱۵- اجشم		
۴۰ سخ	سخ	
۱۶- سمیعہ		
۴۱ سعدان	کیح	
۱۷- بیاضہ		
۴۲ سوید	جماضہ	یہ قلعہ شاتھا
۴۳ سرارہ	+	
۴۴ عقرب	روحا	
۴۵ عقبان	سبخہ	
۴۶ لوی	+	
۱۸- عطبہ		
۴۷ شاس	مسجد قبا	

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱۹- سالم		
۴۸ شماخ	+	
۴۹ قواقل	عصبہ	
۲۰- ضبیعہ		
۵۰ شنیف	قبا	
۲۱ زید بن مالک		
۵۱ صیاصی	قبا	۱۴ قلعے تھے
۲۲- جحجبا		
۵۲ ضحیان	عصبہ	
۵۳ مستظل	چاہ غرس	
۵۴ ہجیم	عصبہ	
۲۳- خطمہ		
۵۵ صع ذرع	چاہ ذرع	
۵۶ نفاع	چاہ عمارہ	
۲۴- امیہ بن زید		
۵۷ عذق	×	
۲۵- غنم		
۵۸ قواقل	عصبہ	
۲۶- جبلی		
۵۹ مراحم	×	
۲۷- مالک بن عجلان		
۶۰ فزدلفہ	مسجد جمعہ	
۲۸- وائل بن زید		
۶۱ موجا	×	
۲۹- مجدعہ		
۶۲ ہجیم	عصبہ	
۳۰ نامعلوم قلعے		
۶۳ اشنف	مسجد حربہ	
۶۴ بئر اہجیم	عصبہ	
۶۵ بخرج	قبا	
۶۶ بعع	"	
۶۷ بلحان	شجرہ	
۶۸ شبعان	سمع	
۶۹ صرار	حرہ شرقیہ	
۷۰ صیصہ	قبا	
۷۱ عاصم	"	

	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت		نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۷۲	علایہ	عصبہ	مسجد قبا کا مینا اسی جگہ تھا	۷۷	کومۃ المدر	تمغ	
۷۳	غرہ	قبا		۷۸	مرادح	قبا	
۷۴	قباب	×		۷۹	واقم	”	قلعے تھے
۷۵	کلب	×		۸۰	تیخان	دراج	”
۷۶	کمن حصین	مہران (قبا)		۸۱	ازرق	فناۃ	

قلعون کے علاوہ انصار نے جابجا دیوارین بنا رکھی تھین، سیلاب کے ساتھ دشمنون کیلئے بھی مزاحم ہوتی تھیں، مدینہ کی سب سے بڑی دیوار وہ تھی جو شہر کے چارون طرف کھنچی ہوئی تھی، اور جس کو سور مدینہ کہا جاتا ہے[۱]، بنو بیاضہ کے محلّہ مین ایک دیوار تھی، اس کا نام حماصہ تھا[۲]، بنی زریق نے بھی ایک دیوار بنائی تھی[۳]، ایک دیوار وہ تھی جو حرہ کی آتشزدگی مین جلی تھی[۴]، ایک دیوار کا نام ربیع تھا اور انصار کا ایک معرکہ یہین ہوا تھا[۵]، معبس اور مضرس نامی بھی دو دیوارین تھین، جن کی آڑ مین چند دنون تک انصار نے جنگ کی تھی[۶]، ان دیوارون، قلعون اور گنجان آبادی کی وجہ سے مدینہ نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر بن گیا تھا، طبقات مین ہے[۷]،

كان سائر المدينة مشبكا بالبنيان فهي كالحصن — مدینہ اپنی گنجان آبادی کی وجہ سے گویا ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا،

عبداللہ بن ابی کا قول ہے، فواللہ ماخرجنا منها الى عدو لنا قط الا اصاب منا ولا دخلها علينا الا اصبنا منه[۸] یعنی ہم نے جب مدینہ سے نکلکر مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور جب یہین رہ کر لڑے تو ہمیشہ فتح ہوئی،

۱؎ خلاصۃ الوفا ص ۳، ۲؎ ایضاً ص ۱۷۲، ۳؎ ایضاً ص ۲۰۰، ۴؎ ایضاً ص ۲۶۸، ۵؎ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۰۵، ۶؎ ایضاً ص ۸۰۳، ۷؎ طبقات ابن سعد جزو ۲ ج ۲ قسم ۱ [illegible]

آنحضرت صلعم نے اسی استحکام کی وجہ سے مدینہ کو "درع حصینہ" مضبوط زرہ کہا ہے[۱]

چونکہ انصار میں ہمیشہ خانہ جنگی رہا کرتی تھی، اس کے سوا مردوں کے دفن کرنے کا عرب میں قدیم دستور بھی تھا، اس لئے انصار نے مدینہ میں مختلف قبرستان بنا لئے تھے، ایک بنو ساعدہ کا قبرستان تھا جس پر بعد کو مدینہ کا بڑا بازار آباد ہوا[۲]، عبدالاشہل کا قبرستان مقبرہ کے نام سے مشہور تھا[۳]، بقیع الغرقد جو آج بھی نہایت مشہور قبرستان ہے پہلے ایک زرخیز خطہ تھا، درخت کاٹ کر قبرستان بنا لیا گیا، عمرو بن نعمان بیاضی اپنی قوم کے مرثیے میں کہتا ہے[۴]،

خلت الدیار فسدت عنہ مستو ... ومن العلاء نمردی بالسود

این الذین عہدتہم فی عطۃ ... بین العقیق الی بقیع الغرقد

بنو سلمہ کا بھی ایک جدا گانہ قبرستان تھا[۵]، بنو خطمہ نے بھی ایک قبرستان بنایا تھا جو غرس کے قریب واقع تھا[۶] اور بنو بخار کا قبرستان مسجد نبوی کی جگہ پر تھا چنانچہ جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو قبروں کو اکھڑوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی[۷]

سب سے اخیر ہمکو یہ دکھلانا چاہئے کہ انصار میں ہتھیاروں کا کیا بندوبست تھا، اس کے متعلق زیادہ تفصیل معلوم نہیں صرف اس قدر معلوم ہے کہ مدینہ میں رقم نامی ایک جگہ تھی وہاں تیر بنتے تھے، یاقوت، رقم کے تحت میں لکھتے ہیں[۸]،

موضع بالمدینۃ نسب الیہ الرقمیات ... یعنی رقم، مدینہ میں ایک جگہ ہے جہاں کے تیر مشہور ہیں

مدینہ میں یہود کے پاس بھی ہتھیار سازی کے آلات تھے اور وہ ہتھیار بنایا کرتے تھے، ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت اُن سے بھی قیمتاً لے لیتے ہوں،

نظام مذہبی | انصار چونکہ صاحب مذہب تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنی مذہبی عبادتگاہیں بالکل جدا گانہ بنائی تھیں، اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن مندروں میں بہت سے

[۱] طبقات ص ۲۱ ج ۲ قسم ۱، [۲] خلاصۃ الوفاء ص ۲، [۳] الاصابہ ص ۱۹۲ ج ۲، [۴] الاصابہ ص ۲۲ ج ۲، [۵] مسند ابن حنبل ص ۹۶ ج ۳، [۶] طبقات ص ۳۴ ج ۲ قسم، [۷] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶، (۸) معجم البلدان (رقم) ص ۱۳۲ ج ۱

بُت موجود رہتے تھے، جن مین سب سے قوی ہیکل مناۃ کا بُت ہوتا تھا، اُن مندرون کی نگرانی اور اہتمام ہر قبیلے کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا، چنانچہ بنو غنم بن مالک بن نجار کے مندر کا عمرو بن قیس نجاری متولی تھا[۱]، ایک عہدہ کاہن کا تھا اور ہر قبیلے مین ایک کاہن رہتا تھا، جس کو حبشی زبان مین طاغوت کہتے تھے، حضرت جابرؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار مین بھی یہ عہدہ قائم تھا[۲]،

ابن ہشام مین ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت وغیرہ اور بعض مسلمانون مین کچھ نزاع ہوئی، مسلمانون نے آنحضرتؐ کو حکم مانا تو ان لوگون نے کہا کہ ہم حکام (حکام جاہلیت) سے فیصلہ کرائین گے[۳] اور حکام جیسا کہ صاف تصریح آئی ہے یہی کاہن ہوا کرتے تھے (بخاری ص ۶۵۹ ج ۲)

انصار کے کاہنون کے نام ہمکو معلوم نہین، منافقین کے ذکر مین ایک شخص کا زوی بن حارث نام آیا ہے، یہ قبیلہ عمرو بن عوف سے تھا، اس کو جب اس کے مسلمان بھائی نے مسجد سے نکالا تو یہ فقرہ کہا تھا غلب علیك الشیطان" یعنی تجھ پر شیطان غالب آگیا[۴]، اور چونکہ شیطان کاہنون کے پاس آیا کرتا تھا[۵] اس لئے یہ قیاس کچھ بیجا نہین کہ زوی انصار کا کاہن تھا،

انصار مین بُت پرستون کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے، لیکن چونکہ اُن کی تعداد بہت کم تھی اس لئے اُن کی کسی عبادت گاہ اور اُن کے مذہبی نظام کا کچھ پتہ نہین، قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ہم مذہبون کے عبادت خانون مین جاکر عبادت کر لیتے ہون گے مثلاً جو انصاری، مذہب یہود کے پیرو تھے، وہ یہودیون کے گرجا مین جاتے ہون گے، جو عیسائی ہوگئے تھے، عیسائیون کے چرچ مین، وھلم جراً

| عمارتِ نافعہ | مدینہ کے قُرب وجوار مین چونکہ بہت سے چشمے، وادی اور نہرین بہتی تھین، اس لئے

انصار نے مدینہ مین جا بجا بہت سے پُل بنائے تھے، چنانچہ ایک پُل بنو حارث بن خزرج کا تھا

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۵ ج ۱، [۲] صحیح بخاری ص ۶۵۹ ج ۲، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۳ ج ۱، [۴] الضاً ص ۲۹۶ ج ۱ [۵] بخاری ص ۶۵۹ ج ۲

اور یہان اوس و خزرج مین جنگ بھی ہوئی تھی[۱]، ایک پُل ذی ریش کے پاس تھا، اور ایک جسر بطحان کے نام سے مشہور تھا[۳]،

انصار پانی کی سبیلین بھی رکھتے تھے اور اس کو نہایت ثواب سمجھتے تھے، چنانچہ بنو دینار مین ایک سبیل تھی اس کا نام تقع تھا[۴]، اسلام لاکر حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج نے بھی ایک سبیل اپنی مان کے ایصال ثواب کے لئے رکھی تھی[۵]،

متفرقات انصار اپنے نام پر اپنی آبادی کا نام رکھتے تھے، مثلاً ثعلبہ العنقا نے جس جگہ قیام کیا تھا، اس کا نام ثعلبیہ تھا[۶]، مدینہ کے نواح مین ایک بستی کا نام روضۃ الخزرج تھا، چنانچہ حفص اموس کا شعر ہے،

فالمحبط فالقاع ھل تری الظعائن بالبارحبۃ او بروضۃ الخزرج

مدینہ کے محلون مین بھی بعض محلے اپنے باشندوں کے نام سے مشہور تھے،

انصار مین تاج پوشی کا رواج تھا، اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ پٹیان بھی استعمال کرتا تھا، حضرت سعد بن عبادہ نے ان دونون باتوں کی طرف ایک حدیث مین اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین[۷]،

لقد اصطلح اہل ھذہ البحیرۃ علی ان یتوجوہ فیعصبونہ بالعصابۃ

یعنی اس شہر کے باشندون نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس (ابن ابی) کو تاج پہنادین اور اس کے سلطنت کی پٹی باندھیں،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین[۹]،

او لانھم یعصبون رؤسھم بعصابۃ لا ینبغی لغیرھم یمتازون بھا

یعنی رئیس کو معصب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے سر پر ایک پٹی علامت کے طور پر ہوتی تھی جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے،

---

۱ ابن اثیر ج۴ ص ح ۱، ۲ خلاصۃ الوفاء ص ۸۸، ۳ ایضاً ص ۱۸۱، ۴ خلاصۃ الوفاء ص ۲۴۳، ۵ مسند ص ۵۸ ج ۵، ۶ معجم البلدان ص ۱۲ ج ۳،
۷ صحیح بخاری ج۲ ص ۶۵۷، ۸ ... ج ۱۲ ص ۱۸۲، ۹ الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۳

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں[1]

ای فیعموہ لعمامۃ الملوک — یعنی پٹی باندھے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بادشاہوں کا ساعمامہ باندھا جائے،

مہمات سلطنت میں مشورہ کے لئے انصار نے ایک جداگانہ مکان بنایا تھا، جو سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور تھا،[2] یہ عمارت، سعد بن عبادہ سردار خزرج کے مکان سے متصل تھی، اس لئے انہیں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، انصار میں گو باہم نہایت خونریز جنگیں واقع ہوئی تھیں، اور آپس میں سخت مخالفت تھی تاہم یہ نہیں پتہ چلتا کہ کسی زمانہ میں ان کے دو دارالشوریٰ قائم ہوگئے تھے، یعنی اوس و خزرج نے اپنے مشورہ کے لئے کبھی علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنائی تھیں، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد خلافت کی بحث اسی سقیفہ میں پیدا ہوئی تھی اور انصار کا اجماع اسی جگہ ہوا تھا،

یہ عجیب بات ہے کہ انصار میں اس قدر تمدن موجود ہونے کے باوجود عورتوں اور مردوں کی طہارت کا کوئی بندوبست نہ تھا، ہجرت نبوی کے زمانہ اور اس کے بعد جو کچھ حالت تھی اس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے،[3]

فخرجت معی ام مسطح قبل المناصع و	میں ام مسطح کے ہمراہ مناصع چلی جو ہمارے تبرز
ھو متبرزنا۔ وذالک قبل ان	کی جگہ تھی۔ اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب طہارت
نتخذ الکنف قریبا من بیوتنا وامرنا	خانے ہمارے مکانوں کے قریب نہیں بنے تھے، اور
امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط	ہماری حالت اس معاملہ میں بالکل عرب قدیم جیسی
فکنا نتاذی بالکنف ان نتخذھا	اور ہم اپنے گھروں میں طہارت خانے کا
عند بیوتنا۔	بنانا ناپسند کرتے تھے،

[1] عمدۃ القاری ص ۴۳۸ ج ۸، [2] صحیح بخاری ص ۵۳۳ ج ۱، [3] البخاری ص ۵۹۴ ج ۲،

علامۂ عینی، مناصع کے تحت میں لکھتے ہیں [۵۱]

مواضع خارج المدینۃ کانوا یتبرزون فیھا ۔ مدینہ کے باہر چند مقامات ہیں جہاں لوگ تبرز کیلئے جاتے تھے

تاہم عرب میں جس قسم کا پردہ رائج تھا عورتیں اور مرد انکا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اسی لئے عورتیں تبرز کے لئے جاتیں تو رات کو جاتی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں [۵۲]

وکنا لا نخرج الا لیلا الی لیل — اور ہم صرف رات کو تبرز کیلئے نکلتے تھے،

زراعت انصار زراعت پیشہ تھے، اور یہ اُن کے نبطی ہونے کا اثر تھا، عرب کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی، عرب حضر اور عرب بدو، بنو اسماعیل میں دونوں قسم کے قبائل موجود تھے، نبطی اور قریش مکہ حضری عرب تھے، بخلاف اس کے عرب کے دیہاتوں اور جنگلوں میں جو خاندان آباد تھے وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، انصار چونکہ نبطی الاصل تھے، اس لئے ابتدا ہی سے حضارت کی طرف راغب تھے، چنانچہ یمن جا کر انھوں نے اس قدر باغات اور اراضی پیدا کی کہ اولاد قحطان میں بھی یمن کے حاکم ہونے کے باوجود کسی کے پاس نہ تھی [۵۳] وہاں سے نکلکر جہاں جہاں سکونت اختیار کی وہ تمام پر فضا اور زرخیز مقامات تھے [۵۴]، یثرب آکر بھی انھوں نے اسی طریقہ بود و باش کی یعنی کاشتکاری کرتے تھے، جو تقریباً شمالی عرب کی تمام آبادی کا واحد ذریعۂ معاش تھا، چنانچہ یہود خیبر وغیرہ کے متعلق صحاح میں اس قسم کی بہت سی تصریحیں ملتی ہیں،

ہم نے ابھی کہا ہے کہ انصار میں زراعت کا خیال نبطی الاصل ہونے کے سبب سے تھا، اس کے ثبوت میں کہ نبطی زراعت پیشہ تھے، ہم ذیل کی روایات پیش کرتے ہیں،

عرب مؤرخین کو چونکہ نبطیوں کا زیادہ علم نہیں، نیز وہ اُن کو اختلاف معاشرت اور لہجۂ زبان کے لحاظ سے غیر عرب سمجھتے ہیں اس لئے اپنی تاریخوں میں نبطیوں کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، تاہم "نبط" کا لفظ اُن کے ہاں بھی بالکل نامانوس نہیں، یاقوت لکھتے ہیں [۵۵]

---

۵۱ عمدۃ القاری ص ۲۷۳ ج ۸، ۵۲ صحیح بخاری ص ۶۹۷ ج ۲، ۵۳ معجم البلدان ص ۱۵۵ ج ۱، ۵۴ صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۰، ۵۵ معجم البلدان

اما النبط فکل من لم یکن راعیاً او جندیاً	یعنی نبط، عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہے
عند العرب	.... جو چرواہا یا سپاہی نہ ہو

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے نزدیک نبط کے مفہوم ہی میں متمدن زندگی داخل تھی، البتہ مورخین یونان نے سیاسی تعلقات کی بنا پر نبطیون کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کئے ہین، ایک مورخ اِن کے مختلف حالات لکھ کر لکھتا ہے کہ[۱]

مُلک کا بڑا حصہ سرسبز ہے،

اور یہ ظاہر ہے کہ مُلک کی سرسبزی زراعت کے بغیر ناممکن ہے،

نبطیون کی زراعت کے ثبوت کے بعد اب انصار کی کاشتکاری کا حال سنو،

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین[۲]

وان اخواننا من الانصار کان	اور ہمارے انصاری بھائیون کو ان کی
یشغلھم العمل فی اموالھم	زمینون کا کام طلب علم سے باز رکھتا تھا،

حضرت رافعؓ بن خدیج کہتے ہین[۳]

کنا اکثر اھل المدینۃ مزدرعا	ہم مدینہ مین سب سے بڑے کاشتکار تھے

حضرت انسؓ، حضرت ابوطلحہؓ کے متعلق بیان کرتے ہین[۴]

کان ابوطلحۃ اکثر انصاری بالمدینۃ نخلا	انصار میں ابوطلحہ سب سے زیادہ نخلستانون کے مالک تھے

اسی طرح اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کلیتہً زراعت پیشہ تھے، اور چونکہ مدینہ فطرتاً سرسبز حاصل مقام تھا اِس لئے وہان کی آبادی کے لئے کاشتکاری اور بھی ضروری ہو گئی تھی چنانچہ زراعت کی کثرت اور پیداوار کی صلاحیت کی وجہ سے مدینہ کے چہار طرف جھنڈ کے جھنڈ سیکڑون کھجور کے درخت

۱؎ GOLDMINES P228 ۲؎ صحیح بخاری ص ۲۴ ج ۱، ۳؎ ایضاً ص ۳۱۲ ج ۱، ۴؎ ایضاً ص ۵۴۹ ج ۲،

نظر آتے تھے،[1]

چونکہ انصار بالکل بدوی اور وحشی نہ تھے ملکہ ان میں کسی قدر تمدن بھی تھا، اس لئے ان میں زمین کی کاشت کے متعلق کچھ اصول و آئین رائج تھے، مثلاً وہ جب تک یہود کے زیر اثر رہے، ان کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے[2]، اسی طرح جب خود مدینہ کے مالک ہوئے تو ہر خاندان کے حصہ میں کم و بیش زمین آئی، جن لوگوں کے پاس زمین کم تھی وہ بڑے زمینداروں سے جوتنے بونے کے لئے کھیت لیتے تھے[3]

اس زمانہ میں چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا، اس لئے کاشتکار کو زمین دیتے وقت یہ بتلا دیا جاتا تھا کہ کھیت میں اتنا حصہ تمہارا اور اتنا زمیندار کا حق ہوگا، اس میں بسا اوقات کاشتکار کا نقصان ہوتا تھا، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کھیت کے ایک حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرا حصہ بالکل خالی رہتا، آنحضرت نے یہ دیکھ کر اس بے رحمانہ رسم کو بالکل اٹھا دیا،[4]

مدینہ کی پیداوار میں چھوہارے سب سے زیادہ مشہور ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جن افراط اور تنوع کے ساتھ پیدا ہوتے تھے ان کی نظیر عرب کے دوسرے خطوں میں مشکل سے مل سکیگی چنانچہ بعض لوگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہاں چھوہاروں کی ایک سو بیس قسمیں پیدا ہوتی تھیں[5]

قسموں کی یہ تعداد خواہ صحیح نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کثیر یقیناً تھی،

تجارت انصار کی سیرت میں یہ عنوان رتبۃً سب سے اخیر درجہ پر ہے، اس لئے ہم بھی اس کو اخیر میں لکھتے ہیں، انصار تجارت بھی کرتے تھے اور اس کے لئے خود مدینہ میں تمام سامان مہیا تھا، یعنی بازار موجود تھے، مدینہ میں یہودیوں کے کئی بازار تھے جن میں قینقاع سب سے زیادہ مشہور ہے، انصار اس میں جاتے تھے، یہ بازار سال میں کئی مرتبہ لگتا تھا، اور یہاں عرب کے مشہور بازاروں کی طرح شعرا جمع ہو کر اپنے اپنے اشعار سناتے تھے، چنانچہ حضرت حسانؓ اور نابغہ سے یہیں ملاقات ہوئی تھی[6]

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲۷۳، [2] معجم البلدان ج ۲۶۴، ج ۷، [3] صحیح مسلم ص ۱۰ ج ۱، [4] صحیح بخاری ص ۳۱۳ ج ۱، [5] زرقانی ص ۹۵ ج ۲، [6] خلاصۃ الوفا

لیکن انصار نے صرف اسی حد تک قناعت نہیں کی بلکہ انھوں نے اپنے لئے یہودیوں سے علیحدہ چند بازار قائم کئے، چنانچہ مدینہ کا سب سے بڑا بازار وہ تھا جو زہرہ زمین لگتا تھا[۹۰] اور جس کے قریب بنو ساعدہ کی آبادی تھی، ایک بازار قبا میں تھا اور غالباً عمرو بن عوف کا تھا، یہ بازار قینقاع کے بعد لگا کرتا تھا[۹۱]، ایک بازار ام العیال نامی ایک چشمہ کے کنارہ لگتا تھا[۹۲] ایک بازار مسجد الرایہ کے قریب تھا، یہ مدینہ کا قدیم بازار تھا، اور اس کی پشت پر ثنیۃ الوداع کی پہاڑیاں واقع تھیں[۹۳]، ایک بازار کا نام مزاحم تھا اور یہ اوائل اسلام تک لگتا تھا[۹۴] ایک بازار بقیع میں تھا[۹۵]

چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا اس لئے تجارت میں غالباً ایک چیز سے دوسری چیز کا تبادلہ کرتے ہوں گے، چنانچہ چھوہاروں کے متعلق بہت سی حدیثوں میں اس کی تصریح ملتی ہے، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں[۹۶]

کنا نرزق تمر الجمع وھو الخلط من التمر	ہمکو اچھے برے ہر قسم کے چھوہارے ملتے تھے
وکنا نبیع صاعین بصاع	اور ہم برے چھوہاروں کے دو صاع کو اچھوں کے ایک صاع کے عوض فروخت کرڈالتے تھے

خرید و فروخت کے مختلف طریقے رائج تھے، ایک طریقہ یہ تھا کہ پھلوں کو ۲۔۳ سال کے لئے بلا وزن اور مقدار متعین کئے بیچ ڈالتے تھے، آنحضرت صلعم نے اس کو اس شرط پر جائز رکھا کہ وزن اور مقدار معلوم رہنا چاہئے[۹۷]،

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خریدار چیز کے مالک کا دن یا رات کو کپڑا چھو لیتا تھا اور یہی بیع سمجھی جاتی تھی، تیسری صورت یہ تھی کہ بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنے کپڑے پھینک دیتے تھے، اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ باقی رہتی تھی[۹۸]

---

[۹۰] خلاصۃ الوفاء ص ۲، [۹۱] الصاص ۸۸، [۹۲] ابن اثیر ص ۹۴ج ۱، خلاصۃ الوفاء ص ۲۶۰، [۹۳] الصاص ۲۶۲، [۹۴] الصاص ۲۹۰، [۹۵] صحیح بخاری ص ۵۹۱ ج ۱، [۹۶] صحیح مسلم ص ۲۱۰ ج ۱، [۹۷] ایضاً ص ۳۵ ج ۱، [۹۸] ایضاً ص ۳۹ ج ۱

ایک صورت یہ تھی کہ چھوہارے درختوں ہی پر ہوتے تھے اور اُن کا اندازہ کرکے اُس کے عوض دوسرے پھل خریدے جاتے تھے، انگور بھی اسی طرح بیچتے تھے اور اُس کے معاوضہ مین کشمش لیتے تھے اُس کو مزابنہ کہتے ہین [1]

ایک طریقہ یہ تھا کہ کھیت کرایہ پر اُٹھائے جاتے تھے، اور مالک شرط کرلیتا تھا کہ نہر دن اور نالوںکے آس پاس کی زمین ہماری اور باقی تمھاری ہوگی [2] اُس کو مخابرہ کہتے ہین، اور محاقلہ بھی [3]

ایک صورت یہ تھی کہ خریدار موجود نہ ہوتا اور چیز اُس کے لئے رکھ لیجاتی اور اُس کی ملک سمجھی جاتی تھی [4]

ایک طریقہ یہ تھا کہ مال خرید کر مشتری اسی جگہ فروخت کرڈالتا اور اُس سے جو دام ملتے وہ بائع کو دیتا [5]

ایک صورت نقدلین دین کی تھی، اور یہ امرائے انصار کرتے مثلاً زید بن ارقم [6]، کعب بن مالک [7]، ابوقتادہ وغیرہ [8]، اُس کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ لوگ ایک مقررہ میعاد کے لئے چاندی اور سونا اُدھار لیجاتے تھے، اور اُس کے معاوضہ مین چاندی، سونا دیتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا یہ ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہئے، اُدھار نہین [9]

بعض انصار شراب کی تجارت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک دن خطبہ مین فرمایا کہ خدا نے شراب کا ذکر کیا ہے اور اُمید ہے کہ اس کے متعلق کچھ نازل ہوکر رہیگا، اس لئے تم مین سے جس کے پاس شراب ہو اُس کو فروخت کرکے نفع حاصل کرلے، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہین کہ چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، اور آنحضرت نے فرمایا کہ "اب اِس کے پینے اور فروخت کرنے کی قطعی ممانعت ہے"، چنانچہ لوگون نے شراب کو مدینہ کی گلیون مین بہادیا [10]

اِن باتون کے بعد اب اِس ضمن مین چند حالات اور سُن لینے چاہئیں، وہ خرید و فروخت مین کثرت

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۹۱ ج ۱، [2] صحیح مسلم ص ۱۰ ج ۱، [3] الجصاص ص ۴۱۲، [4] صحیح مسلم ص ۲ ج ۲، [5] ہدایہ ص ۸ ج ۳، [6] صحیح بخاری ص ۲۸۷ ج ۱، [7] صحیح مسلم ص ۲۲ ج ۲، [8] الجصاص ص ۴۲۲، [9] صحیح بخاری ص ۱۶۵ ج ۱، [10] صحیح مسلم ص ۲۹ ج ۲،

سے قسمیں کھاتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کو منع فرمایا،[۱] بعض لوگ دھوکا دیتے تھے، چنانچہ حبان بن منقذؓ کے متعلق ہے کہ وہ اکثر دھوکا کھاتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کچھ بیچو تو یہ کہدیا کرو کہ اس میں دھوکا نہ چلے گا اور میں چاہونگا تو ۳ دن میں اپنی چیز واپس لونگا،[۲]

یہ روایت صحیح بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں بھی ہے، لیکن اس میں حبان کا نام نہیں آیا ہے[۳]

صنعت و حرفت | جہاں تک قرائن سے پتہ چلتا ہے، انصار میں صنعت و حرفت کا بالکل رواج نہ تھا، یا تھا تو شاذ و نادر تھا، چنانچہ ابو شعیب انصاری کے متعلق مذکور ہے کہ انکا غلام قصاب تھا،[۴] ایک انصاریہ کے غلام کو نجاری آتی تھی چنانچہ انھوں نے آنحضرتؐ کے لئے اس سے ایک منبر بنوایا تھا، جو مسجد نبوی میں رکھا گیا، اس سے پہلے مسجد نبوی میں منبر نہ تھا،[۵] فروہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابو ہند حجام تھا،[۶]

تعلیم | انصار میں جہالت کی عمومیت کیساتھ چند تعلیم یافتہ لوگ بھی موجود تھے، جو عربی میں لکھ پڑھ لیتے تھے، چنانچہ اسلام کے اوائل میں حسب ذیل حضرات لکھنا جانتے تھے، سعدؓ بن عبادہ، منذر بن عمروؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، رافع بن مالکؓ، اسید بن حضیرؓ، معن بن عدی البلویؓ، بشیر بن سعدؓ، سعد بن ربیعؓ، اوس بن خولیؓ، عبداللہ بن ابی منافق، انمیں زید بن ثابتؓ عربی کیساتھ عبرانی میں بھی خط و کتابت کرتے تھے، جو شخص کتابت کے ساتھ تیر اندازی اور تیراکی بھی سیکھتا اس کو کلمہ اور کامل کا خطاب دیا جاتا تھا چنانچہ جاہلیت قدیم میں دو شخص ان کمالات کے جامع ہوئے تھے، سوید بن صامت اور حضیر کتائب،[۶] اسلام کے زمانہ میں بھی رافع بنؓ مالک، سعد بن عبادہؓ، اسید بن حضیرؓ، عبداللہ بن ابی، اوس بن خولیؓ، انھیں خطابات سے مخاطب تھے،

۱؎ صحیح مسلم ص ۱۳۱ ج ۲، ۲؎ ہدایہ ص ۲۲۳ ج ۳، ۳؎ صحیح بخاری ص ۲۷۹ ج ۱، ۴؎ ریاض ص ۲۸۱، ۵؎ سیرت ابن ہشام ص ۱۰۸ ج ۱،
۶؎ فتوح البلدان ص ۴۷۹،

زمانۂ اسلام

انصار مین اسلام کی ابتداء

یہ بار بار لکھا جاچکا ہے کہ انصار ایام جاہلیت مین حج کرتے تھے، اور سالانہ مکہ آتے تھے، اس کے علاوہ باہمی خانہ جنگیون کے باعث اُن مین جو کمزوری پیدا ہوگئی تھی اُس کا یہ اثر تھا کہ یہود اُن کو دبانا چاہتے تھے، اور مدینہ کو اُن کے قبضہ سے نکال لینے کی فکر کرتے تھے، پھر خود اوس و خزرج مین اس قدر عناد پیدا ہوگیا تھا کہ اوس، قریش کے حلیف بننے کے لئے مکہ آئے تھے لیکن ابوجہل کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہ ہوسکے اور اُنکو ناکام واپس ہونا پڑا، یہ وجوہات تھے جن کی وجہ سے انصار کو مکہ آنا پڑتا تھا،

نبوت کے ابتدائی زمانہ مین انصار کی آمد و رفت مکہ مین برابر جاری تھی چنانچہ سب سے پہلے اہل مدینہ مین سے جس کو حامل وحی کی زبان سے دعوت اور قرآن مجید کی آیات سننے کا اتفاق ہوا وہ سوید بن صامت تھا، سوید قبیلۂ عمرو ابن عوف مین ایک ممتاز آدمی تھا، اور چونکہ صحت جسمانی، شرافت نسب اور شاعری کا جامع تھا، اس لئے اُس کے قبیلے والے اِس کو عام عرب کی عادت کے مطابق کامل کے لقب سے پکارتے تھے، وہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ آیا تو آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، اسلام کی تبلیغ سنکر بولا کہ "جو تمھارے پاس ہے وہی میرے پاس بھی ہے"، آنحضرت نے فرمایا "تمھارے پاس کیا ہے؟" کہا "صحیفۂ لقمان" ارشاد ہوا "مجھ کو سناؤ"، اس نے کچھ سنایا تو آنحضرت نے خوشنودی ظاہر کی اور فرمایا "میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے اور وہ قرآن ہے"، اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا، لیکن نتیجہ صرف اس قدر نکلا، کہ ابن ہشام کے قول کے مطابق

فلم یبعد منه — وہ اسلام سے دور نہیں رہا

مکہ سے مدینہ واپس ہوا اور وہان خزرج نے اس کو قتل کر دیا، عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ

وہ مسلمان مرا، یہ بعاث سے قبل کا واقعہ ہے[۱]،

اِس کے بعد ابو الحیسر انس بن رافع، عبد الاشہل کے چند آدمیوں کو لیکر جن میں ایاس بن معاذ بھی تھے، قریش سے حلف قائم کرنے کے لئے مکہ آیا، آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو اُس مجمع کے پاس تشریف لائے اور اِسلام کی دعوت دی، قرآن مجید کو سن کر ایاس رضؓ کہ ابھی کم سن تھے بول اُٹھے کہ تم جس کام کے لئے آئے ہو، یہ اُس سے بہتر ہے، ابو الحیسر نے یہ سُنکر ایاس کے کچھ کنکریاں پھینک ماریں جس سے وہ خاموش ہو رہے، اور مدینہ پہونچکر وفات پائی، آنحضرت ﷺ کی اتنی دیر کی صحبت میں ایاس رضؓ نے اسلام کو جو کچھ سمجھا تھا وہ اِس سے ظاہر ہے کہ مرتے وقت وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگون کو سناتے رہے، اِسی وجہ سے اِن کے قبیلے کے لوگ اِن کو مسلمان سمجھتے تھے[۲]، اور بے شبہ وہ مسلمان تھے بھی، رضی اللہ تعالی عنہ

ابن واضح کاتب عباسی نے لکھا ہے کہ ایاس رضؓ اوسیون کیساتھ آئے تھے، اور اُن کے ہمراہ اسعد بن زرارہ بھی تھے، لیکن ہمارے خیال مین یہ اُنکی غلطی ہے، اوسی جس مقصد سے آئے تھے وہ یہ تھا کہ خزرج سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش کے حلیف بنین، اِس بناء پر وہ خزرج کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ نہین لاسکتے تھے، اور چونکہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے جو خزرج کا ایک خاندان تھا اُس لئے اِن کا ساتھ آنا کیونکر ممکن تھا؟ یہ صرف ہمارا قیاس نہین ہے، بلکہ واقعات بھی اُس کی تائید کر رہے ہین، جنگ معبس اور مضرس مین جب اوس نے شکست کھائی تو قریش سے حلف کا تعلق قائم کرنے مکہ گئے تھے، لیکن کس طرح گئے تھے؟ اُس کا جواب ابن اثیر کی زبان سے سننا چاہئے[۳]،

واظهروا انهم يريدون العمرة وكانت	اور اُنھون (اوس) نے (حلف کیلئے جاتے
عادتهم انه اذا اراد احد منهم العمرة	وقت) ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کی غرض سے جا رہے ہین

---

۱ سیرت ابن ہشام ص ۲۳۲ و ۲۳۳ ج ۱، ۲ مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۵، ۳ ابن اثیر ص ۵۰۷ و ۵۰۸ ج ۱،

او الحج لم یعرض الیہ خصمہ وعلق المعتمر علی بیتہ کرانیف النخل ففعلوا ذلک ۔	اور یہ اُن کی عادت تھی کہ جب کوئی حج یا عمرہ کی غرض سے جاتا تو دشمن اُس سے تعرض نہ کرتا تھا اور عمرہ کرنے والا اپنے دروازہ پر کھجور کی ٹہنی کاٹ کر لٹکا دیتا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے ٹہنیں لٹکائی تھیں،

جب اَوس وخزرج کی باہمی عداوتوں کا یہ حال تھا تو پھر وہ ایسے اہم معاملہ میں دوسرے خاندان کے آدمی کو کیوں کر ساتھ لا سکتے تھے،

اَصل یہ ہے کہ ہمارے مؤرخ نے دو جداگانہ واقعات کو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے، اور اِسی وجہ سے خلط مبحث ہو گیا ہے، چنانچہ اُنھوں نے آگے چلکر لکھا ہے کہ "یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے تھے" حالانکہ جس جماعت میں ایاس تھے اُس میں سے ایک متنفس بھی مسلمان نہیں ہوا اور خود ایاس نے بھی علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا، بلکہ کنکریاں کھا کر چپ ہو رہے، اور سب کے ساتھ مدینہ واپس گئے،[۲]

ہمارے مؤرخ نے اِس واقعہ اور عقبۂ اولیٰ کی بیعت کو ایک سمجھ لیا، حالانکہ اِن دونوں میں کم از کم ایک سال کا فصل ہے، عقبۂ اولیٰ میں اسعد بن زرارہ بے شک موجود تھے، لیکن اُسوقت ایاس بن معاذ کا پتہ تک نہ تھا کیونکہ وہ جنگِ بعاث میں فوت ہو چکے تھے،

اِس غلطی کی ایک وجہ اور بھی ہے، اِس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے پہلے کون صاحب مسلمان ہوئے، بعض لوگوں نے رافع بن مالک زرقی اور معاذ بن عفراء کا نام لیا ہے، بعض اسعد بن زرارہ اور ذکوان کو پہلا مسلمان سمجھتے ہیں[۳] اور بعض جابر ابن عبداللہ بن رباب کو اولیت کا مستحق جانتے ہیں[۴]، ابن واضح نے غالباً دوسری جماعت کا ساتھ دیا ہے، لیکن اُس سے اوّلاً تو ان کا مقصد حاصل

---

[۱] یعقوبی ص ۴۰ ج ۲، [۲] سیرابن ہشام ص ۲۳۳ ج ۱، [۳] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۱ قسم ۱، [۴] زرقانی ص ۳۱۶ ج ۱،

نہین ہوا یعنی یہ نہ لکھ سکے کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، دوسرے اس خلط بحث کی وجہ سے کچھ ایسی پیچیدگیان پیدا ہوگئین جو قدیم مؤرخین کی تشویش واضطراب سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہین،

بیعت عقبۂ اولی

یہ بیعت درحقیقت انصار مین اشاعت اسلام کا دیباچہ تھی، آنحضرتؐ ابتداء اسلام کی نہایت مخفی طور پر اشاعت کرتے تھے، لیکن جب اس پر بھی مشرکین کا بغض وعناد بڑھتا گیا اور اسلام کی ترقی کی راہ مین رکاوٹین پیدا ہونے لگین تو آنحضرتؐ نے توحید کا وعظ علی الاعلان شروع کردیا اور مجنہ، عکاظ اور منا وغیرہ مین جاکر عرب کے دیگر قبائل کے سامنے دین الٰہی کی منادی شروع کی، اور اپنے کو ان کے وطن چلنے کے لئے پیش کیا، لیکن بار بار کی تکرار کے باوجود کچھ نتیجہ نہ نکلا چنانچہ آپ اس عرصہ مین جن جن قبائل کے پاس تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہین،

عامر بن صعصعہ، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، نضر، بکا، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمۃ[1]

لیکن جب خدا کو اپنے دین کو غالب، آنحضرت صلعم کی مدد اور آپ سے جو کچھ وعدے کئے تھے ان کے پورا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے آنحضرتؐ کو انصار کے خیمون مین پہونچا دیا جو ایام حج مین بمقام منیٰ نصب تھے، انصار کا یہ گروہ جس کی تعداد ۶ یا ۸ بیان کی جاتی ہے قبیلہ خزرج سے تھا،[2] آپ نے ان کو دین الٰہی کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتین سنائین تو سب کے سب مسلمان ہوگئے اور آپ سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا، اور یہ کہا کہ ہمارے درمیان باہمی لڑائیون کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے پہلے ہم کو ان نزاعون کا فیصلہ کرنا ہے، پھر آپ کو اپنے ہان بلائین گے، اور اگر موجودہ حالت مین آپ تشریف لے گئے تو کامیابی

---

[1] زاد المعاد ابن قیم ص ۳۰۵ ج ۱، [2] زرقانی ص ۳۰۷ ج ۱

کی کچھ زیادہ امید نہیں، اور ہم آیندہ سال آپ کے پاس پھر آئیں گے،،

یہ مختصر جماعت حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی، اسعدؓ بن زرارہؓ، عوفؓ بن حارث بن عفراء، رافعؓ بن مالک، قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ، عقبہؓ بن عامر بن نابی، جابرؓ بن عبداللہ بن ربابؓ،

اس امر میں اختلاف ہے کہ اس جماعت میں سب سے پہلے کن بزرگ نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا تھا، ابن کلبی اور ابو نعیم نے رافعؓ بن مالک کو پہلا مسلمان سمجھا ہے[۱] اور طبقات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد بنی زریق میں سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا[۲] قاضی ابن عبد البر نے جابرؓ بن عبداللہ بن رباب کی نسبت گمان کیا ہے[۳] مغلطائی نے اسعد بن زرارہ اور ذکوانؓ بن عبد قیس کو سب پر مقدم رکھا ہے[۴] اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معاذ بن عفراء نے بیعت کی تھی[۵] لیکن اصل یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے اس لئے ہم بھی صاحب طبقات کی تقلید کرکے صرف اس قدر کہتے ہیں کہ لم یکن قبلهم احد یعنی ان لوگوں سے قبل اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا،

بعض لوگوں نے اس تعداد میں دو آدمیوں کا اور اضافہ کیا ہے، وہ دو بزرگ یہ ہیں ابو الہیثمؓ بن التیہان اور عویمؓ بن ساعدہ، لیکن یہ دونوں خزرج کے قبیلہ سے نہ تھے بلکہ اوس سے تھے اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ اس جماعت میں قبیلۂ اوس کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں[۶]

لقی عند العقبة فی الموسم ستة نفر من الانصار کلهم من الخزرج	آنحضرتؐ حج کے زمانہ میں انصار کے ۶ آدمیوں سے ملے جو کل کے کل خزرج سے تھے،

ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں

قال ابن اسحاق وهم فیما ذکر	ابن اسحاق کا قول ہے کہ وہ جہاں تک

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۴۱، ۲ ج اقسم ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [۳] طبقات ص ۱۴۶، [۴] استیعاب ص ۹۳ ج ۱، [۵] زرقانی ص ۳۱۶

لی ستۃ نفر من الخزرج — مجھے علم ہے خزرج کے ۶۔ آدمی تھے

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں[ف۱]

فاسلم منھم ستۃ نفر وکلھم من الخزرج — پس ان میں سے ۶۔ آدمی مسلمان ہوئے جو سب کے سب خزرجی تھے،

بعض لوگوں نے عبادہؓ بن صامت کا جابرؓ بن عبداللہ بن رباب کے بجائے نام لیا ہے، لیکن یہ وہ خیال ہے جس کی خود حضرت عبادہؓ نے تردید کردی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں[ف۲]،

کنت فیمن حضر العقبۃ الاولیٰ — میں ان لوگوں میں ہوں جو عقبہ اولیٰ میں موجود تھے

وکنا اثنی عشر رجلا ...... — اور ہم بارہ آدمی تھے،

صحیح بخاری میں حضرت عبادہؓ سے منقول ہے[ف۳]،

انا من النقباء الذین بایعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — میں ان نقباء میں ہوں جنھوں نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی تھی،

اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۲۔ آدمیوں کی تعداد ہمارے موجودہ عنوان کے ایک سال بعد پوری ہوئی ہے، علامہ ابن اثیر حضرت عبادہؓ کے حالات میں لکھتے ہیں[ف۴]،

شھد العقبۃ الاولیٰ والثانیۃ — انھوں نے عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ میں شرکت کی،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا روایتوں میں جس عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ کا ذکر آیا ہے، وہ ہمارے نزدیک ثانیہ اور ثالثہ ہے، پہلی بیعت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کا ہم موجودہ عنوان میں تذکرہ کررہے ہیں اور اس کا ہمارے مصنفین رجال اور مورخین کے ہاں کوئی نام نہیں، اصل یہ ہے کہ عقبہ

ف۱ زرقانی ص ۳۶۰ ج ۱، ف۲ مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، ف۳ صحیح بخاری ص ۵۵۰ ج ۱، ف۴ اسد الغابہ ص ۱۰۶ ج ۳،

بقیہ صفحہ ۷۳ ف۶ اسد الغابہ ص ۷۹ ج ۳، ف۷ زاد المعاد ص ۳۰۲ ج ۱، ف۸ سیرت ابن ہشام ص ۲۳۵ ج ۱،

میں انصار نے ۳ مرتبہ بیعت کی ہے، پہلے سال ۶ آدمی تھے، دوسرے سال ۱۲ اور تیسرے سال ۷۵، مورخین ۱۲- اشخاص کی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور ۷۰- کی بیعت کو عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں ولا مشاحۃ فی الاصطلاح لیکن ہم نے جو تقسیم کی ہے وہ زیادہ صاف اور واضح ہے، اور علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ہماری تائید میں موجود ہیں، وہ فرماتے ہیں،

ان الانصار اجتمعوا الی النبی صلعم ثلث مرات بعقبۃ منی — انصار آنحضرت صلعم سے منی کی گھاٹی میں ۳- مرتبہ ملے،

علامہ ابن اثیر نے بھی ہماری تقسیم سے موافقت ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بیعت کو جس میں ۶- آدمی شامل تھے عقبہ نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف ۲ بیعتوں کا نام عقبہ رکھتے ہیں

بیعت عقبۂ ثانیہ یہ ہمارے مورخین کی اصطلاح میں عقبۂ اولیٰ ہے، یاد ہوگا کہ گذشتہ بیعت میں انصار نے آنحضرتؐ سے دوسرے سال آنیکا وعدہ کیا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے مدینہ پہونچکر اسلام کی دعوت دی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور اکثر گھروں میں آنحضرتؐ کا چرچا ہونے لگا، دوسرے سال ان ۶- آدمیوں کے ساتھ ۶ مسلمان اور ساتھ ہو گئے اور ۱۲ اصحاب کا مقدس قافلہ حامل وحی و رسالت کی زیارت کے لئے مکہ روانہ ہوا،

یہاں آنحضرتؐ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی اور ان شرائط پر بیعت لی گئی،

۱- شرک نہ کریں گے، ۲- چوری نہ کریں گے، ۳- زنا نہ کریں گے، ۴- اولاد کو قتل نہ کریں گے، ۵- کسی پر بہتان نہ باندھیں گے، ۶- آنحضرتؐ کی اچھی باتوں میں نافرمانی نہ کریں گے،

چونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا، اس لئے ان شرائط میں اس کا تذکرہ نہیں،

آنحضرتؐ نے بیعت لینے کے بعد فرمایا "اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو تم کو جنت ملیگی، ورنہ خدا کو اختیار ہوگا"

۱- اصابہ ص ۵۵ ج ۸، ۲- اسد الغابہ ص ۱۷۱ ج ۱، ۳- طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۱ قسم ۱،

خواہ مغفرت کرے خواہ عذاب دے [۱]

بیعت کر کے یہ لوگ واپس ہوئے تو اب مدینہ مین نہایت سرعت سے اسلام ترقی کرنے لگا

حضرت اسعد بن زرارہ نے باجماعت نماز کا انتظام کیا [۲] اور قبیلۂ نبیت کی نشیبی زمین مین گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑی ہے [۳] بنو زریق مین بھی ایک مسجد بن چکی تھی ہے [۴] ان گوشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کو ایک خط لکھا اور اُس مین درخواست کی کہ ہماری تعلیم کے لئے ایک قاری بھیجئے، چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اِس عظیم الشان کام کے لئے روانہ فرمایا، حضرت مصعبؓ اسعد بن زرارہ کے مکان مین اُترے اور قرآن مجید کی تعلیم شروع کی [۵] اہل مدینہ اُن کو مقری کہا کرتے تھے [۶] اِس کے ساتھ ہی نماز کی امامت بھی انھیں کے سپرد ہوئی اور اِس کی وجہ یہ تھی کہ انصار اپنی دیرینہ باہمی عداوتون کے باعث ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہین کرتے تھے [۷]، غرض حضرت مصعبؓ کے مدینہ پہونچ جانے سے اشاعت اسلام مین نہایت نمایان ترقی ہوئی، اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے دین اسلام اختیار کیا، یہ دونون بزرگ قبیلۂ عبد الاشہل کے سردار تھے،

سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کا اسلام

مصعب بن عمیرؓ نے اسلام کی منادی کا یہ طرز اختیار کیا تھا، کہ اسعد بن زرارہ کے ہمراہ ہر قبیلے مین جاتے اور وہان جو لوگ مسلمان ہوتے اُن سے باتین کرتے اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، ایک روز عبد الاشہل اور ظفر کے محلّہ مین گئے تو چونکہ سعد بن معاذ ابھی تک مشرک تھے، اُن کو سخت ناگوار ہوا لیکن اسعد بن زرارہ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، [اسعدؓ بن معاذ، اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے،] تاہم اسید بن حضیر سے کہا کہ ”تم جا کر مصعب کو منع کر دو کہ وہ آیندہ سے ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنانے نہ آئین“

ھ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۳۰ ج ۱، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۳

[۱] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۳۴ ج ۱ قسم ۱، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۰ ج ۱، [۵] طبقات ص ۱۸۶ ج ۱ قسم ۱، [۶] طبقات ابن سعد ص ۱۳۴ ج ۱ قسم ۱

اسیدؓ نے نیزہ اُٹھایا اور اُس باغ میں آپہونچے جہاں مصعبؓ چند مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے

اسعدؓ بن زرارہ نے کہا "دیکھنا جانے نہ پائیں! یہ اپنی قوم کے سردار ہیں" مصعبؓ نے جواب دیا

اگر وہ بیٹھیں گے تو میں گفتگو کرونگا" اسید بن حضیر نے آتے ہی نہایت سخت گفتگو کی جس کو حضرت مصعبؓ نے

نہایت متانت سے سُنا اور کہا "آپ بیٹھ کر میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں، اگر پسند ہوں تو قبول کیجئے گا ورنہ

آپ کو اختیار ہے" اسید نے کہا "تم نے انصاف کی بات کہی" اس کے بعد نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے حضرت

مصعبؓ نے اِن کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن کی کچھ آیتیں سنائیں، اثناء تقریر ہی

میں اسید پر جادو چل چکا تھا، قرآن ختم ہوا تو بولے "کتنا اچھا کلام ہے" پھر پوچھا اُس دین میں داخل ہو سکنا

کیا طریقہ ہے؟ فرمایا "غسل کیجئے، کپڑے دھوئیے، پھر کلمہ پڑھ کر نماز پڑھئے" اسید نے اُٹھ کر غسل کیا،

اور کپڑے پاک کر کے دو رکعت نماز پڑھی، مسلمان ہونے کے بعد بولے "ابھی ایک آدمی باقی ہے،

اگر وہ مسلمان ہو گیا تو تمام قوم مسلمان ہو جائیگی" یہ کہکر نیزہ لیا اور سعد بن معاذ کے گھر پہونچے، سعد

چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسید کے چہرہ پر اسلام کا جو نور چمک رہا تھا، اُس کو دیکھ کر بولے

کہ "واللہ! اب وہ چہرہ نہیں" اسیدؓ اِن کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے، سعد نے کہا "کیا ہوا"

جواب دیا "میں نے اُن سے گفتگو کی، اور اُن کے مذہب میں کچھ مضائقہ نہیں پایا، اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے

کہ بنو حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے جا رہے ہیں، جس سے انکا منشا تمھاری توہین ہے، کیونکہ اسعد

تمھارے خالہ زاد ہیں" سعد بن معاذ نے سُنا تو غصّہ سے بے تاب ہو گئے اور نیزہ لے کر نہایت تیزی سے

باغ میں پہونچے، وہاں کچھ بھی نہ تھا حضرت مصعبؓ اور اسعدؓ بن زرارہ نہایت امن و سکون سے

بیٹھے ہوئے تھے، سعد نے بھی وہی گفتگو شروع کی جو اسید کر چکے تھے، حضرت مصعبؓ نے اِن کے

وہی جوابات دئے اور قرآن سُنایا جس کو سنتے ہی سعد بن معاذ کلمۂ شہادت پکار اُٹھے،

وہاں سے مکان واپس ہوئے تو عبد الاشہل سے کہا "اب وہ چہرہ نہیں" کھڑے ہو کر لوگوں سے

پوچھا، میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں، سب نے کہا، سردار، صاحبِ فضل، اور رئیسِ عام، کہا تو پھر مجھے تمہاری عورتوں اور مردوں سے گفتگو حرام ہے تاوقتیکہ تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ"

حضرت سعدؓ کا عبدالاشہل میں جو اثر تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مرد و زن شام ہوتے ہوتے مسلمان ہو گئے

حضرت سعدؓ نے اب حضرت مصعبؓ کو اسعدؓ بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہاں منتقل کر لیا اور ان کے ساتھ مل کر اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے،[1]

اس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانوں میں اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا، ابن سعد لکھتے ہیں،[2]

کان مصعب یاتی الانصار فی	مصعبؓ انصار کے گھروں اور خاندانوں میں جا کر
دورهم وقبائلهم فيدعوهم الى	ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور قرآن سناتے
الاسلام ويقرء عليهم القرآن فيسلم	تھے چنانچہ ان میں ایک دو آدمی مسلمان ہو جایا
الرجل والرجلان حتى ظهر الاسلام	کرتے تھے، یہاں تک کہ اسلام ان میں ظاہر ہو گیا
وفشا في دور الانصار كلها والعوالي	اور انصار کے تمام گھروں اور بالائی حصوں میں
	پھیل گیا،

قبیلۂ خزرج میں تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پا چکا تھا، سعد بن عبادہ سردار خزرج کی ایمان نے اور بھی لوگوں کو متوجہ کر دیا، اور اب ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، البتہ اُمیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف، (اوس اللہ) ابوقیس بن اسلت کی وجہ سے بدر و احد تک رکے رہے،[3]

---

۱ سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ ج ۱، ۲ طبقات ص ۸۳ ج ۳، ۳ ابن ہشام ص ۲۳۹ ج ۱

بیعتِ عقبۂ کبیرہ

آخر وہ وقت آیا کہ اسلام کا خدائے قدوس اپنے پورے جاہ و جلال اور اُس کی آیتیں بیّنات اپنی پوری آب و تاب سے نمایاں ہو، مدینہ میں حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنے چند روزہ قیام میں جو کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت اسلام کی سب سے نمایاں فتح تھی، چنانچہ حج کے زمانہ میں جب وہ مکّہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو اِن کے ساتھ اوس و خزرج کا وہ مقدّس قافلہ بھی تیّار ہوا جو گو تعداد کے لحاظ سے صرف چند نفوس سے عبارت تھا تاہم اُن کے جوش و ولولہ نے وہ منظر پیش کیا کہ روم و فارس کی سلطنتیں بھی یاد کریں تو عش عش ہو گئیں،

اُس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انصار کا وہ قافلہ جس میں کافر و مسلم دونوں شریک تھے اور جس کی تعداد ۵۰۰ تھی،[۱] ذو الحجہ کے مہینہ میں مکّہ آیا،[۲] اور منا میں عقبہ کے قریب مقیم ہوا، اس اثنا میں براءؓ بن معرور رئیسِ خزرج کو آنحضرتؐ سے ملنے کی ضرورت پیش آئی، براءؓ مصعبؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، اور تمام مسلمانوں کے خلاف کعبہ کی سمت نماز پڑھتے تھے، اور مسلمان اور خود آنحضرتؐ بھی اس وقت تک شام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے، لوگ ٹوکتے اور عام جماعت کی مخالفت پر اُن کو برا کہتے تھے لیکن وہ اپنی رائے پر نہایت شدّت سے عمل پیرا تھے، لیکن مکّہ پہنچ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس عمل میں غلطی ہوئی ہو چنانچہ کعبؓ بن مالک سے کہا کہ ہم کو آنحضرت صلعم کے پاس چلنا چاہیے، براءؓ اور کعبؓ دونوں رسول اللہؐ سے ناواقف تھے، البتہ حضرت عبّاسؓ سے شناسائی تھی، لوگوں نے پتہ بتلایا کہ آپ عبّاسؓ کے پاس بیٹھے ہیں، گئے تو آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے ان کے متعلق استفسار کیا، حضرت عباسؓ نے دونوں بزرگوں کا تعارف کرایا، کعب بن مالکؓ کا نام آنحضرتؐ نے سنا

۱؎ طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۱ قسم ۱، ۲؎ زرقانی ص ۳۶۲ ج ۱،

تو فرمایا شاعر؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا جی ہان، اس قدر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، براءؓ نے کہا یا نبی اللہ! مین اس سفر مین مسلمان ہو کر نکلا ہون اور میرا خیال یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کے بجائے مین اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھون، اور مین ایسا کرتا ہون لیکن میرے ساتھی مخالفت کرتے ہین، اب آپ جو کچھ ارشاد فرمائیے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر تو رہو، لیکن ابھی صبر کرنا چاہیئے، چنانچہ براءؓ اس کے بعد سے شام کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے لگے، عون بن ایوب انصاری نے اس واقعہ کو ایک شعر مین نظم کیا ہے، کہتے ہین،

ومنا المصلی اول الناس مقبلا　　علی کعبة الرحمن بین المشاعر

براءؓ کے ساتھ انصار کے ایک اور رئیس عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی اس جماعت کے ساتھ آئے تھے اور اب تک مشرک تھے، انصار نے خفیہ طور سے ان کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ مسلمان ہو گئے١؎

حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے ایک رات مقرر کی۲؎ اور تنہائی رات کو یہ ۷۳ مسلمان عقبہ کی ایک گھاٹی مین ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے، آپ حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے، اور حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی،

حضرت عباسؓ: گروہ خزرج! محمدؐ ہم مین جس درجہ کے آدمی ہین اس سے تم بھی واقف ہو، اور ہم نے ان کی حفاظت مین کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا ہے، اگر تم اپنے وعدون پورا کرسکتے ہو اور ان کو دشمنون سے بچا سکتے ہو، تو بہتر، اور اگر ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہے تو صاف صاف اسی وقت کہدو، کیونکہ یہان وہ اپنی قوم مین نہایت مامون اور مصئون ہین،

انصار نے کہا ہم نے تمھاری گفتگو سنی، اب یا رسول اللہ! آپ فرمائیے، اور جو کچھ اپنے

١؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۴۴ و ۲۴۸ ج ۱، ۲؎ طبری ص ۱۲۱۹ ج ۳،

اور اپنے خدا کے لئے پسند ہو اُس کو لیجئے، اِس درخواست پر آنحضرت صلعم نے تکلّم کا آغاز فرمایا اور قرآن مجید سنا کر اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کہ میں تم سے اِس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری حفاظت اپنی جانوں کے برابر کرو گے، براء بن معرور رئیس خزرج نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بے شک! ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے، آپ ہم سے بیعت لیں، ہم نسلاً بعد نسلٍ سپہگر اور جنگجو واقع ہوئے ہیں،، براء ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوالہیثم بن التیہان بولے،، یا رسول اللہ! ہم یہودیوں کے ہم عہد ہیں اور اب ہم اُس کو قطع کر دیں گے، اس بناء پر اگر آپ کبھی غلبہ پائیں تو کیا ہم کو چھوڑ کر اپنے قوم میں جا ملیں گے،، آن حضرت یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا،

بل الدم الدم والهدم الهدم!	بلکہ میرا خون تمہارا خون، اور میرا ذمہ تمہارا
انا منكم وانتم مني! احارب من	ذمہ ہے، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو،
حاربتم واسالم من سالمتم	تم جس سے لڑو گے میں بھی لڑوں گا، اور جس سے
	تم صلح کرو گے میں بھی صلح کروں گا،

عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا،، گروہ خزرج! تمہیں خبر ہے کہ تم ان سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ تم ان سے عرب و عجم کی جنگ پر بیعت کرتے ہو، اب سمجھ لو کہ اس میں تمہاری جائدادیں ضائع ہوں گی اور شرفا قتل ہوں گے، اور اگر ایسی حالت میں تم نے ان کو چھوڑا تو خدا کی قسم اس میں دین و دنیا دونوں میں رسوائی ہے، اور اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے اور وعدہ کو پورا کیا تو دین و دنیا دونوں میں یہ سب سے بہتر ہے، اور اس کو تم حاصل کر سکتے ہو،،[1]

چونکہ یہ باتیں نہایت جوش میں ہو رہی تھیں اور لوگوں کی آوازیں کسی قدر بلند ہو گئی تھیں، حضرت عباس رض نے کہا،، آواز پست کرو، کیونکہ مشرکین کے جاسوس ادھر اُدھر پھر رہے ہوں گے،

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۲ و ۲۴۴ ج ۱

اور تم مین سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے"، حضرت اسعد بن زرارہ اُس مقصد کے لئے سامنے آئے اور کہا، "محمد! تم اپنے رب کے لئے جو چاہو مانگو، پھر اپنے لئے اور اپنے اصحاب کے لئے مانگو، پھر ہمکو بتلاؤ کہ ہم کو خدا اور تم سے اس کا کیا اجر ملے گا"، آنحضرت نے فرمایا "تم سے خدا کے متعلق یہ کہتا ہون کہ تم اس کی عبادت کرو اور اُس کا شریک کسی کو نہ ٹھراؤ، اور اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے یہ چاہتا ہون کہ ہمکو پناہ دو، مدد کرو، اور جس طرح اپنی جانون کی حفاظت کرتے ہو ہماری بھی کرو"، انصار نے کہا اگر یہ تمام باتین کرین تو ہم کو کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا "جنت"، بولے "تو جو کچھ آپ چاہتے ہین ہم اُس کے لئے راضی ہین[1]"

شعبی کہا کرتے تھے کہ اتنا مختصر اور بلیغ خطبہ آج تک نہین سنا گیا[2]،

خطبہ ختم ہونے کے بعد لوگ بیعت کے لئے بڑھے، کہتے ہین کہ سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کی، بعض کا خیال ابو الھیثم اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھی ہے[3]، ان لوگون کے بعد باقی جماعت نے بیعت کی، آنحضرت نے بیعت لیکر فرمایا کہ موسیٰ نے بنو اسرائیل مین ۱۲ نقیب منتخب کئے تھے، تم بھی اپنی جماعت مین سے ۱۲ - آدمی منتخب کرو، چنانچہ جو لوگ منتخب ہوئے اُن کے اسماء گرامی یہ ہین[4]

ابو امامہ اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عجلان

براء بن معرور، عبد اللہ بن عمرو بن حرام، عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو بن خنیس،

(یہ ۹ اصحاب خزرج سے تھے) اسید بن حضیر، سعد بن ابو الھیثم بن التیھان[5]،

(یہ ۳ صاحب اوس سے تھے)

بعض لوگون نے ابو الھیثم کے بجائے رفاعہ بن عبد المنذر کا نام لیا ہے لیکن یہ کچھ زیادہ قابلِ لحاظ نہین، حضرت کعب بن مالک نے جو انصار کے مشہور شاعر تھے اور اس بیعت مین شریک تھے

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۱۹ و ۱۲۰ ج ۴، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۴ ج ۴ [3] الخصائص ۱۵ ج اقسم ۱، [5] اسد الغابہ ص ۱۷ ج ۱

نقباء کے نام اپنی ایک نظم میں بیان کئے ہیں لیکن اُس میں رفاعہؓ کا نام نہیں بلکہ اُن کی بجائے ابوالہیثمؓ کا ہے[1]،

غرض نقباء کا انتخاب ہو چکا تو آنحضرتؐ نے اُن کو مخاطب کرکے فرمایا "تم اپنی آبادی کے اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح کہ حواری، عیسیٰ بن مریم کے ذمہ دار تھے، اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں،" سب نے کہا "بے شک"،

یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو حضرت عباسؓ کا وہ خیال صحیح ثابت ہوا، یعنی ایک شیطان (جاسوس) نے زور سے آواز دی کہ یا اہل المنازل! تمہیں کچھ مذمم (یہ مشرکین نے آنحضرتؐ کا نام محمدؐ کے بجائے رکھا تھا) اور ان بے دینوں کی خبر ہے؟ یہ سب تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہیں،" آنحضرتؐ نے یہ سُنکر انصار سے کہا کہ تم اپنی فرودگاہ پر واپس جاؤ، حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ سے نہ رہا گیا، بولے "خدا کی قسم! اگر آپ چاہیں تو ہم کل اہل منیٰ پر تلواریں لیکر ٹوٹ پڑیں!" فرمایا ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں[2]،

غرض انصار اپنے خیموں میں آکر سو رہے، صبح کو انکے قیام گاہ میں روسائے قریش کی ایک جماعت پہونچی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تم نے ہم سے لڑنے کے لئے محمدؐ سے بیعت کی، حالانکہ تمام عرب میں ہم تم سے لڑنا سب سے برا سمجھتے ہیں،" مشرکینِ انصار کو چونکہ اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لئے سب نے قسم کھا کر انکار کیا، اور عبداللہ بن ابی رئیس خزرج نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے، اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ لیا جاتا"، قریش یہ سُنکر واپس گئے لیکن اُن کے آدمی ہر طرف موجود تھے، اور انصار کے اِن آدمیوں کی ہر جگہ تلاش تھی، چونکہ اِن لوگوں کو اب اپنی جانوں کا خوف پیدا ہو گیا تھا، اِس لئے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہوئے[3]

[1] سیرت ابن ہشام ص ۴۴۳ ج ۱، [2] طبقات ص ۱۵۰ ج ۱ قسم ۱، [3] ابن ہشام ص ۴۴۵ ج ۱،

قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا لیکن سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج اتفاقاً ہاتھ آگئے، قریش کے آدمیوں نے انکو سخت تکلیف دی اور مارتے پیٹتے مکہ لائے، یہاں مطعم بن عدی اور حارثؓ بن امیہ نے ان کو چھڑایا، اب انصار کو سعدؓ بن عبادہ کی فکر لاحق ہوئی اور سب نے بالاتفاق مکہ چلنے کے نسبت طے کرلیا، اتنے میں حضرت سعدؓ آتے دکھائی دئے، اور ان کو لیکر سب خوش خوش مدینہ روانہ ہوگئے[۱]

جیساکہ اوپر معلوم ہوا یہ بیعت عرب وعجم کی جنگ پر بیعت تھی، اس لئے ہم کو اب ان جانبازوں کے نام بتانے چاہئیں جنھوں نے اسلام اور آنحضرتؐ کو اس وقت پناہ دی جبکہ ان کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی اور اُس وقت اپنے کو خدمت کے لئے پیش کیا جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان میں اترنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، ان بزرگوں کی مجموعی تعداد ۷۵ ہے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں، تفصیل حسب ذیل ہے،

۱- قبیلہ اوس-

عبدالاشہل : اسیدؓ بن حضیرؓ، ابوالھیثمؓ بن التیہان، سلمہؓ بن سلامۃ بن وقش،

حارثہ : ظہیرؓ بن رافع، ابو بردہؓ بن نیار، نہیرؓ بن الھیثم،

عمروبن عوف : سعدؓ بن خثیمہ، رفاعہؓ بن عبدالمنذر، عبداللہؓ بن جبیر، معنؓ بن عدیؓ، عویمؓ ابن ساعدہؓ،۔

قبیلہ اوس سے کل گیارہ اصحاب اس بیعت میں شریک تھے،

قبیلہ خزرج

نجار . ابوایوبؓ خالد بن زید، معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، عوفؓ بن حارث، عمارہؓ بن حزم اسعدؓ بن زرارہ، رفاعہؓ بن حارث، سھلؓ بن عتیک، اوسؓ بن ثابت بن منذر، ابوطلحہ زید بن سھلؓ

[۱] طبقات ابن سعد ص ۵ ج اقسم ا،

قیس بن ابو صعصعہ، عمرو بن غزیہ،

حارث بن خزرج : سعد بن ربیع، خارجہ بن زید بن ابی زہیر، عبداللہ بن رواحہ، بشیر بن سعد، عبداللہ بن زید بن ثعلبہ، ابو مسعود عقبہ بن عمرو، خلاد بن سوید بن ثعلبہ

بیاضہ : زیاد بن لبید، فروہ بن عمرو، خالد بن قیس بن مالک،

زریق : رافع بن مالک بن عجلان، ذکوان بن عبد قیس، عباد بن قیس بن عامر، حارث بن قیس،

سلمہ : براء بن معرور، سنان بن صیفی، طفیل بن نعمان، معقل بن منذر، یزید بن منذر، مسعود ابن یزید، ضحاک بن حارثہ، یزید بن خذام، جبار بن صخر، طفیل بن مالک، بشر بن براء، کعب بن مالک، سلیم بن عمرو، قطبہ بن عامر، یزید بن عامر، ابو الیسر کعب بن عمرو، صیفی بن سواد ثعلبہ ابن غنمہ، عمرو بن غنمہ، عبس بن عامر، عبداللہ بن انیس، خالد بن عمرو بن عدی، عبداللہ بن عمرو ابن حرام، جابر بن عبداللہ، معاذ بن عمرو بن جموح، ثابت بن الجذع، عمیر بن حارث، خدیج بن سلامہ، معاذ بن جبل،

عوف بن خزرج : عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابو عبدالرحمن بن یزید، عمرو ابن حارث، رفاعہ بن عمرو، عقبہ بن وہب،

ساعدہ : سعد بن عبادہ سردار خزرج، منذر بن عمرو بن خنیس،

دو عورتیں بھی اس بیعت میں شریک تھیں، نسیبہ بنت کعب، اور ام منیع، اول الذکر نو نجار اور دوسری نو سلمہ سے تھیں،

قبیلۂ خزرج کے مبائعین کی تعداد ۶۲ ہے، اور اگر اس کے ساتھ قبیلۂ اوس کے مبائعین شامل کر لئے جائیں تو یہ تعداد عورتوں کو ملا کر ۷۵ ہو جاتی ہے، (سیرت ابن ہشام ص ۴۴۹ تا ۴۵۵ ج ۱)

ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بیعت کے بعد مدینہ واپس آئے لیکن پھر آں حضرتؐ
کے پاس مکہ چلے گئے، اور کچھ دن اقامت کرکے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی، ایسے لوگوں کو مہاجری
انصاری کہا جاتا ہے ان بزرگوں کی تعداد ۴ ہے، اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ذکوانؓ بن
عبد قیس، عقبہ بن وہب، عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ، زیادؓ بن لبید[1]

مدینہ میں بیعت عقبہ کا اثر

اس بیعت کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے نہایت گرمجوشی سے بت پرستی کی بیخ کنی
شروع کی، اور مذہب اسلام کو نہایت آزادانہ طور سے اہل شہر کے سامنے پیش کیا، چنانچہ بنو سلمہ کی
نسبت لکھا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ وغیرہ مسلمان ہوگئے تو انہوں نے عمرو
بن جموح رئیس سلمہ کے مسلمان کرنے کی عجیب ترکیب نکالی، عمرو نے عام رؤسا کی طرح اپنے
گھر میں پوجا کرنے کی ایک جگہ علحدہ بنائی تھی اور وہاں مناۃ کی ایک لکڑی کی مورت رکھی تھی،
جب عمرو کے بیٹے معاذ اور خاندان سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہوگئے تو سب نے بالاتفاق
عمرو کا بت رات کو گھر سے اٹھانا اور کسی گڑھے میں پھینکنا شروع کیا، مناۃ کو اس صورت سے
مشرکین دیکھتے تو ان کو سخت عبرت ہوتی تھی، اور عمرو کو بھی اپنے دیوتا کی اس اہانت پر سخت
غصہ آتا تھا، لیکن چونکہ مجرموں کا پتہ نہ چلتا تھا اس لئے پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا، پھر اس کو نہلاتا،
خوشبو لگاتا، اور گھر پہنچا آتا تھا، غرض چند روز یہی نوبت رہی تو عمرو کو غیب سے ہدایت ہوئی،
ایک دن صبح بت اٹھانے آیا تو اس کی گردن میں تلوار باندھ دی، اور کہا مجھکو تو اس آدمی
کی خبر نہیں ملتی، اگر تم خود کچھ کرسکتے ہو تو یہ تلوار حاضر ہے،، رات کو یہ لڑکے آئے تو تلوار اس کے
گلے سے اتار لی اور رسی کے ایک سرے میں مرا ہوا کتا اور دوسرے میں اس بت کو باندھ کر
کنوئیں میں لٹکا دیا، لوگ آتے اور یہ تماشا دیکھتے تھے، عمرو صبح کو بت ڈھونڈھنے نکلا اور اس کو

[1] طبقات ابن ہشام ص ۱۵۲ ج ۱ قسم ۱

اُس ردّی حالت میں پایا تو چشم بصیرت وا ہو گئی، مسلمانوں کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُنھوں نے اُس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا حضرت عمرو بن جموح نے اپنے اِس واقعہ کو خود نظم کیا ہے اور اُس میں اپنے مسلمان ہونے پر خدا کا بڑا شکر ادا کیا ہے[1]

حضرت سہل بن حنیف کے متعلق بھی تصریح آئی ہے کہ وہ رات کو اپنی قوم کے بت خانوں یا پوجا کی جگہوں میں گھس جاتے، اور بتوں کو توڑ ڈالتے تھے، چونکہ یہ بت لکڑی کے ہوتے تھے، اس لئے وہ ایک مسلمان بیوہ کو لا کر دیتے کہ تم اِس کو جلا ڈالنا" حضرت علی علیہ السلام کو یہ واقعہ اُس عورت سے معلوم ہوا تھا چنانچہ جب حضرت سہل کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے لوگوں سے اُن کی اِس خدمتِ جلیلہ کا تذکرہ فرمایا[2]

اِن واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ بیعتِ عقبہ کے بعد مشرکین انصار میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین گو حقیقتاً مسلمان نہ تھے لیکن چار و ناچار اُن کو بھی مسلمان بننا پڑا تھا، ورنہ اُن کے لئے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی،

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱ [2] طبری ص ۱۲۳۴ ج ۳

ہجرتِ مہاجرینؓ

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے اور وہ آنحضرتؐ اور صحابہ کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور مسلمان مدینہ ضرور ہجرت کرین گے، اس لئے بیعت عقبہ کے بعد انھون نے مسلمانون پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم شروع کیا یہان تک کہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ سرزمین بطحا اپنی کشادگی کے باوجود مسلمانون پر تنگ ہو گئی،

صحابہ نے قریش کے اس ظلم و تعدّی کی بارگاہِ رسالت مین فریاد کی تو ارشاد ہوا کہ مین نے تمھاری ہجرت گاہ خواب مین دیکھا ہے، وہان کھجور کے درخت کثرت سے ہین اور وہ دو سنگستانون کے درمیان واقع ہے، چونکہ یہ صفت مدینہ کے ساتھ سراۃ مین بھی پائی جاتی تھی اس لئے آپ کا ذہن سراۃ کی طرف منتقل ہوا چند روز کے بعد آپ ایک دن بہت مسرور تشریف لائے اور کہا کہ "تمھارا دار الہجرت متعیّن ہو گیا، اب جس کا جی چاہے یثرب چلا جائے" چنانچہ اجازت پاتے ہی صحابہ نے ہجرت کی خفیہ طور پر تیاریان شروع کین، ابو سلمہ بن عبد الاسد نے سب سے پہلے ہجرت کی، ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انھون نے بیعت عقبہ سے بھی ایک سال قبل ہجرت کی تھی، ابو سلمہ کے بعد عامرؓ بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ کے ہمراہ مدینہ آئے، پھر عبد اللہ بن جحشؓ، عبد بن جحش ابو احمد، مدینہ آئے، پھر مہاجرین متواتر پہونچنے لگے، چنانچہ عکاشہ بن محصن، شجاع، عقبہ (پسران وہب) اربد بن حمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیش، محرز بن نضلہ، یزید بن رقیش، قیس بن جابر، عمرو بن محصن، مالک بن عمرو، صفوانؓ بن عمرو، ثقیف بن عمرو، ربیعہ بن اکثم، زبیرؓ بن عبیدہ، تمامؓ، سنجرہؓ، محمد بن عبد اللہ

جحش، زینبؓ بنت جحش، ام حبیبؓ، جذامہؓ بنت جندل، ام قیسؓ بنت محصن، ام حبیبؓ بنت
ثمامہ، امنہ بنت رقیش، سخبرہؓ بنت تمیم، حمنہؓ بنت جحش، نے ہجرت کی، ان کے بعد حضرت
عمرؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ آئے، ان کے بعد زید بن خطابؓ، عمروؓ، عبداللہؓ (پسران سراقہ بن معتمر)
خنیسؓ بن حذافہ، سعیدؓ بن زید، واقد بن عبداللہؓ خولیؓ، مالکؓ (پسران ابی خولی)، ایاسؓ، عاقلؓ
عامرؓ، خالدؓ (پسران بکیر)، اور ان کے حلفاء آئے، اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے گھر میں قبا میں قیام
کیا، پھر باقی اصحاب آئے اور مدینہ میں مختلف جگہوں میں قیام کیا، چنانچہ اس کی تفصیل حسب
ذیل ہے،

اسمای مہاجرین	اسمای انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت طلحہؓ، صہیبؓ	خبیب بن اساف	سنح، حارث بن خزرج
حضرت حمزہؓ، زیدؓ بن حارثہ، ابو مرثدؓ، ابو مرثدؓ، انسہؓ، ابو کبشہؓ	کلثوم بن الہدم	قبا
عبیدہؓ بن حارث، طفیلؓ، حصینؓ، مسطحؓ بن اثاثہ، سویبطؓ بن سعد، طلیبؓ بن عمیر، خبابؓ بن الارت	عبداللہ	حارث بن خزرج
حضرت زبیرؓ، ابو سبرہؓ	منذر بن محمد جحجبی	عصبہ
مصعبؓ بن عمیرؓ	سعد بن معاذ	عبدالاشہل
ابو حذیفہؓ، سالمؓ	ثبیتہ بنت یعارؓ	قبا
عتبہؓ بن غزوانؓ	عباد بن بشرؓ	عبدالاشہل

نام قبیلہ یا محلہ	انصاری بھائی	اسمائے مہاجرین
بنجار	اوس بن ثابتؓ	حضرت عثمانؓ
قبا	سعد بن خیثمہؓ	عزاب مہاجرینؓ

ان لوگوں کے ہجرت کرنے کے بعد مکہ میں آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا، البتہ وہ لوگ مستثنیٰ تھے جو یا قید تھے، یا بیمار، اور یا ہجرت سے معذور،

ہجرت نبوی صلعم

بیعت عقبہ سے تقریباً ڈھائی مہینہ کے بعد وہ زمانہ آیا کہ جب خود آنحضرت صلعم نے ہجرت کا عزم فرمایا، صحابہ کے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے سے گو ایک حد تک قریش کو سکون نصیب ہو گیا تھا، لیکن آنحضرتؐ کی موجودگی اب بھی ان کے دل میں کھٹک پیدا کرتی تھی، اور آپ کی ہجرت کا خیال ان کو اور بھی آتش زیر پا بنا رہا تھا، چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے دارالندوہ میں ایک مجلس شوریٰ طلب کی اور نجد کے ایک بوڑھے شیطان کے مشورہ سے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا، لیکن آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے اور وہاں سے خفیہ مدینہ کا رخ فرمایا،

مدینہ میں آپ کا نہایت بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا، انصار اور مہاجرین روزانہ صبح اٹھ کر عصبہ کے سنگستان تک جاتے اور جب دھوپ سے زمین تپ اٹھتی اس وقت واپس آتے تھے، ایک روز اسی طرح انتظار کے بعد واپس ہو رہے تھے، کہ ایک یہودی نے

ؔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۱ قسم ۱، سیرت ابن ہشام ص ۲۵۷ تا ۲۶۲ ج ۱

ٹیلہ پر سے آواز دی بنو قیلہ! (انصار کی دادی کا نام ہے) لو! تمہارے صاحب آ گئے، انصار یہ سنکر پلٹے اور آں حضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس وقت صحابہ کے جوش کی عجیب حالت تھی، تمام مسلمان ہتھیاروں سے آراستہ تھے اور عمرو بن عوف کے محلہ میں تکبیر کا اِس قدر شور تھا کہ زمین لرز اٹھتی تھی،

آں حضرتؐ پہلے قبا میں اترے اور کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، لوگوں سے ملنے جلنے کے لئے سعد بن خثیمہ کے مکان میں نشست رہتی تھی اِس لئے بعض کو شبہ ہوا اور اُنھوں نے آنحضرتؐ کا مسکن سعد کے مکان کو سمجھا، یہاں آپ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۴ روز اور صحیح بخاری کی رو سے ۱۴ روز مقیم رہے اور ایک مسجد کی بنیاد قائم کی،

جمعہ کے روز مدینہ تشریف لیجانے کا حال ہوا اور بنو نجار کو اطلاع کرائی، بنو نجار ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے قبا پہونچے اور کہا بسم اللہ تشریف لے چلئے" کوکب رسالت قبا سے اٹھا ہوا تو یثرب کے درو دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اُٹھے، اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ کتنا مبارک دن تھا، انصار کے تمام قبیلے شہنشاہِ رسالت کے انتظار میں ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، روساء اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت میں اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں، غرض اِس شان و شکوہ سے آں حضرتؐ کا داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں، اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا!

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے سرورِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، چنانچہ

جب آپ راتوناکی مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آئے اور بنو سالم میں پہونچے تو عتبان بن مالک،
اور عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ نے اھلاً وسھلاً کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا، پھر
بالترتیب بیاضہ مین زیاد بن لبیدؓ، اور فروہ بن عمروؓ، ساعدہ مین سعد بن عبادہؓ سردار قبیلۂ خزرج،
اور منذر بن عمروؓ، حارث بن خزرج مین سعد بن ربیعؓ خارجہ بن زیدؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ، عدی
ابن نجار مین سلیطؓ بن قیس، اور ابو سلیط اسیرہؓ بن ابی خارجہ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور اپنے اپنے
گھرون مین قیام کی خواہش ظاہر کی، لیکن کارکنانِ قضا و قدر نے اس شرف کے لئے
جس گھر کو تاکا تھا وہ حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، اس لئے جس شخص نے آپ سے اس
کی خواہش کی جواب ملا خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ اس کو چھوڑ دو، یہ حکم کی پابند ہے
آخر ندائے وحی نے سفر کی منزل متعین کی اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابو ایوبؓ کے سامنے دم لیا،
اب بنو نجار مین قیام کا مسئلہ پیش ہوا اور امیدوار ہر طرف سے ہجوم کر آئے، لیکن اسی اثنا
مین حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے آکر کہا "میرا مکان یہ ہے اور یہ اس کا دروازہ ہے"، آپنے
اجازت دی تو انھون نے مہبط وحی و رسالت کو اپنے گھر مین اتار لیا[1]

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد
ہمایون کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

یہان پہونچتے ہی اشاعت اسلام کا کام نہایت تیزی سے شروع ہو گیا، جس وقت آپ
شہر آ رہے تھے، ایک گھر کی بیوی آپ کی منتظر تھین، مکان کے سامنے گذر ہوا تو انھون نے
اپنے تمام گھر والون کے ساتھ اسلام قبول کیا[2]

حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہود کے ایک بڑے عالم تھے، وہ بھی اب تک اسلام سے

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۵ و ۵۶۱ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۵۷، و ۱۵۸ ج ۱، ابن ہشام ص ۲۶۳ تا ۲۷۵ ج ۱، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۶۸

محروم تھے، خانۂ ابو ایوبؓ میں جب آنحضرتؐ مقیم ہو گئے تو انھوں نے بھی آ کر کلمۂ شہادت پڑھا[1]،

تعمیر مسجد نبوی

چونکہ بنو نجار میں اب تک مستقل طور سے کوئی مسجد نہیں بنی تھی اس لئے آنحضرت جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے، چند روز کے بعد ایک مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا، جس جگہ اس وقت مسجد نبوی ہے، یہ انصار کے چھوہارے پھیلانے کی جگہ تھی، اور حضرت اسعد بن زرارہ نے مسلمان ہو کر نماز باجماعت کا یہیں انتظام کیا تھا، اس لئے آپ کو مسجد کا خیال پیدا ہوا تو اسی مقام کو منتخب فرمایا جہاں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی چند مقدس نفوس کے ہاتھوں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی،

یہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے تھے، آپ نے ان سے قیمت پوچھی تو بولے کہ ہم یہ زمین آپ کے لئے ہبہ کرتے ہیں، لیکن آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اس کی قیمت ادا فرمائی، اس امر میں اختلاف ہے کہ زمین کا روپیہ کس نے دیا تھا، صحیح بخاری میں کوئی نص صریح نہیں، واقدی نے زہری کے سلسلہ سے لکھا ہے کہ اس کے دام حضرت ابوبکرؓ کے روپئے سے دئے گئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اس زمین کے معاوضہ میں ان کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا تھا[2]، اور عجب نہیں کہ یہ صحیح بھی ہو کیونکہ صحیح بخاری میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ وہ لڑکے انھیں کے زیر تربیت تھے، زبیر اور ابو معشر کے نزدیک اس کی قیمت حضرت ابو ایوبؓ نے ادا کی تھی[3]،

غرض زمین کا معاملہ طے ہونے پر اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن جانتے ہو کہ اس مقدس مسجد کے کون لوگ معمار تھے؟ یہ مسجد خدا کی تھی اس لئے اس کے مزدور وہ تھے جو خدا کے محبوب اور اس کے محبوب کے پیارے تھے، یعنی انصار کرام اور مہاجرین اولین! (رضوان اللہ علیہم) اور پھر اس کا سب سے

(۱) صحیح بخاری ص ۵۵۶ ج ۱ (۲) زرقانی ص ۴۲۲ (۳) فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۷،

بڑا معمار وہ تھا جس نے قصر نبوت میں آخری اینٹ لگائی تھی، اور جس کی غلامی پر جبریلِ امین بھی ناز کیا کرتے تھے، وہ لبنے باپ (حضرت ابراہیم) کی طرح خدائے قدوس کی عبادت کے لئے عرب کے ظلمتکدہ میں ایک گھر تیار کر رہا تھا، اور عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا،

اللّٰھم ان الاجر اجر الآخرۃ ۔۔۔ فارحم الانصار والمھاجرۃ[۱]

خدایا اجر تو بس آخرت کا اجر ہے ۔۔۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

مسجد نبوی کے ساتھ آپ کی سکونت کے لئے چند مکانات بھی بنائے گئے، اور جب یہ عمارتیں تیار ہو گئیں تو آپ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان سے اپنے مکان میں منتقل ہو گئے[۲]

یہود سے معاہدہ

اس کے بعد یہود اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں یہود کو ان کے مذہب پر قائم رہنے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ شرط کی گئی کہ اگر مسلمان کسی قبیلہ سے جنگ کریں تو یہود پر ان کی اعانت لازمی ہوگی، یہود کے ساتھ خود انصار و مہاجرین کے باہمی تعلقات کا بھی اس میں تذکرہ کیا گیا تھا[۳]

مواخاۃ

ہجرت مقدسہ کے وجود پر جو آسمانی برکتیں موقوف تھیں ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ مواخاۃ بھی ہے، مواخاۃ مذہب اسلام اور آں حضرت صلعم کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی نظیر اخلاق اور تمدن دونوں کی تاریخ یکسر خالی ہے، اہل عرب عموماً اور اہل یثرب خصوصاً باہمی معرکہ آرائیوں کی بدولت حسد، دشمنی، بغض اور کینہ توزی کے اس درجہ عادی ہو گئے تھے کہ غیر تو غیر خود اپنوں پر بھی کسی کو اعتماد نہ ہوتا تھا، اوس و خزرج بھائی بھائی تھے لیکن پیہم خانہ جنگیوں نے وہ دن دکھایا تھا کہ ایک دوسرے کی صورت سے بھی نفرت کرتے تھے، واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام بن کر مدینہ آئے تو انصار نے ان کو صرف اس وجہ سے امام بنایا تھا کہ وہ اپنے کسی ہم قبیلہ کے پیچھے

[۱] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، [۲] سیرت ابن ہشام ص ۵۰۷ ج ۱، [۳] ایضاً ص ۲۷۸،

نماز نہین پڑھنا چاہتے تھے[1]، لیکن اسلام کی برکات اور آن حضرت صلعم کے فیض صحبت سے یہ حالت بہت جلد بدل گئی، اور وہ دن آگیا کہ انصار باہمی بغض و عناد کو چھوڑ کر مہاجرین اور اجنبی مسلمانوں کے ساتھ وہ کرین جو دنیا خود اپنے بڑے سے بڑے عزیز کے ساتھ نہین کر سکتی، ہجرت کے ۵ ماہ بعد[2] آن حضرت صلعم نے حضرت انس رض کے مکان مین انصار و مہاجرین کا ایک مجمع طلب کیا[3] اور ان میں برادری قائم کی، کہتے ہین کہ ان بزرگون کی تعداد ۹۰ تھی جن مین نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے، ابن سعد نے واقدی سے یہی روایت کی ہے، بعض کا خیال ہے کہ دونون فریق ۵۰ - ۵۰ تھے، اس لحاظ سے یہ تعداد ۹۰ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے، ان بزرگون مین سے بعض کے نام ہم کو معلوم ہو سکے ہیں اور وہ یہ ہین،

	مہاجرین	انصار
۱ -	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علی رض } یہ دونون مہاجر تھے،
۲ -	حضرت حمزہ رض	زید بن حارثہ رض } یہ دونون مہاجر تھے،
۳ -	جعفر طیار رض	معاذ بن جبل رض
۴ -	ابوبکر صدیق رض	خارجہ بن زہیر رض
۵ -	عمر بن خطاب رض	عتبان بن مالک
۶ -	ابو عبیدہ رض	سعد بن معاذ رض
۷ -	عبد الرحمن بن عوف رض	سعد بن ربیع رض
۸ -	زبیر بن عوام رض	سلمہ بن سلامہ بن وقش رض
۹ -	عثمان بن عفان رض	اوس بن ثابت بن منذر رض
۱۰ -	طلحہ بن عبید اللہ رض	کعب بن مالک رض

[1] اسد الغابہ ص ۲۶۹ ج ۴، [2] زرقانی ص ۳۴۴ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱

۱۱- سعید بن زید رض	ابی بن کعب رض
۱۲- مصعب بن عمیر رض	ابو ایوب خالد بن زید رض
۱۳- ابو حذیفہ بن عتبہ رض	عباد بن بشر بن وقش رض
۱۴- ابوذر غفاری رض	منذر بن عمرو رض
۱۵- عمار بن یاسر رض	حذیفہ بن یمان رض
۱۶- حاطب بن ابی بلتعہ رض	عویم بن ساعدہ رض
۱۷ سلمان فارسی رض	ابو الدرداء رض
۱۸ بلال حبشی رض	ابو رویحہ خثعمی رض[۱]

اس مواخاۃ کا کیا اثر ہوا؟ اس کا جواب ذیل کے واقعات میں ملتا ہے،

مہاجرین جس وقت مکہ سے مدینہ آئے ہیں تو ان کے پاس کچھ نہ تھا، انصار نے اپنی جائداد ان کے لئے علیحدہ کر دیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ مہاجرین ان کی زمینیں جوتیں بوئیں اور اس محنت کے معاوضہ میں نصف پھل لے لیا کریں[۲]، آنحضرت ﷺ اور مہاجرین نے اس رائے کو پسند کیا،

انصار کی وراثت بجائے ان کے اعزہ کے مہاجرین کو ملتی تھی، جب یہ آیت (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) نازل ہوئی تو وراثت کا طریقہ منسوخ ہو گیا[۳]

عام انصار کے ساتھ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مواخاۃ کا عجیب و غریب منظر پیش کیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف رض ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تو انھوں نے درخواست کی کہ میرا آدھا مال لے لیں اور دو بیویوں میں ایک بیوی بھی منتخب کر لیں (حضرت سعد کے دو بیویاں تھیں) حضرت

---

۱ سیرت ابن ہشام ص ۱۸۰ و ۱۸۲ ج ۱، ۲ صحیح مسلم ص ۸۰ ج ۲، ۳ صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱،

عبدالرحمٰن نے یہ الفاظ سُنے تو اُن کے لئے خیر و برکت کی دُعا کی[۱]

آں حضرت صلعم نے انصار کو بحرین میں زمین دینا چاہی، تو انھوں نے صرف اِس بناء پر لینے سے انکار کیا کہ قریش کو بھی اِسی قدر ملنا چاہیئے[۲]

غزوۂ موتہ میں اُمرائے لشکر کی شہادت کے بعد کوئی امیر نہ تھا، ایک انصاری نے جھنڈا اٹھا کر حضرت خالدؓ کو دیا، انھوں نے ہر چند چاہا کہ انصاری امیر بن جائیں لیکن وہ برابر انکار کرتے رہے اور بولے کہ میں اِس کو صرف تمھارے لئے لایا ہوں[۳]

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ مواخاۃ کی بدولت انصار میں ایثار کا عجیب و غریب مادہ پیدا ہو گیا تھا، نفسانیت بالکل فنا ہو گئی تھی، اور جاہلیت کی تمام ادعائی آوازیں پست ہو گئی تھیں،

اذان آں حضرتؐ کی مکی زندگی کچھ ایسی پُر پیچ اور مشکلات میں گھری ہوئی گذری تھی کہ نماز کے علاوہ اور کوئی شے مُسلمانوں پر فرض نہیں ہو سکی تھی، مدینہ آکر جب کسی قدر امن و سکون میسر ہوا تو فرائض کی حدبندی ہوئی اور احکامات میں اضافہ شروع ہوا، چنانچہ زکوٰۃ فرض ہوئی، روزے مقرر کئے گئے، حدود قائم ہوئے اور حرام و حلال کی تشریح کی گئی، اِس وقت تک آں حضرتؐ نماز کے لئے جو جماعت قائم کرتے تھے، اُس کی صرف یہ صورت ہوتی تھی کہ لوگ نماز کے اوقات میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور نماز ہو جاتی تھی، لیکن اُس کی اطلاع کا مُسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا، ظاہر ہے کہ یہ بالکل غیر منتظم حالت تھی اِسی بناء پر آں حضرتؐ کا ارادہ ہوا کہ نماز کے وقت یہود کی طرح بوق بجایا جائے، پھر ناقوس کا خیال ہوا، اِسی اثناء میں انصار کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن زید بن سعد ربہؓ نے خواب دیکھا اور اُس میں اذان کے کلمات سنے، بیدار ہو کر آں حضرتؐ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ تمھارا خواب سچا ہے، اِس کے بعد حکم ہوا کہ بلال کو سکھا دو، حضرت بلالؓ اذان دے ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا خواب آکر بیان کیا اور کہا میں نے بھی یہی کلمات خواب میں سُنے ہیں، آں حضرتؐ یہ سُنکر بہت

[۱] صحیح بخاری ص ۱۰۵ ج ۱، [۲] ایضاً ص ۴۴۴ ج ۱، [۳] طبقات ابن سعد ص ۴۹ ج ۲ قسم ۱،

خوش ہوئے اور دو مسلمانون کے اِس اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا[1]

اِس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے ایک انصاری کی رائے سے قائم ہوئی، اور یہ وہ شرف ہے جو انصار کے ناصیۂ کمال پر ہمیشہ غرۂ عظمت بن کر نمایان رہے گا،

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات خالد نام، ابو ایوب کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی، خاندانِ نجار گو قبائلِ مدینہ مین خود بھی ممتاز تھا، تاہم اِس شرف نے کہ حاملِ نبوت کی وہان ناںہالی قرابت تھی، اُس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کر دیا تھا، ابو ایوب اِس خاندان کے رئیس تھے،

اسلام حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اُن منتخب بزرگان مدینہ مین ہین، جنھون نے عقبہ کی گھاٹی مین جا کر آن حضرت صلعم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی،

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ مکہ سے دولت ایمان لے کر پلٹے تو اُن کی فیاض طبعی نے گوارا نہ کیا کہ اِس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھین، اِس لئے اپنے اہل وعیال، اعزہ واقارب، اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی، اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید مین داخل کیا،

حاملِ نبوت کی میزبانی خدا نے اہلِ مدینہ کے قبولِ دعوت سے اسلام کو ایک مامن عطا کر دیا، اور مسلمان مہاجرین مکہ اور اطراف سے آ آ کر مدینہ مین پناہ گزین ہوئے، لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستمگاریون کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستمگارون کے حلقہ مین تھا، آخر ماہ ربیع الاوّل مین نبوت کے تیرھوین سال وہ بھی عازم

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص ۳۰۳ ج ۱، وجامع ترمذی ص ۳۷،

مدینہ ہوا، اہل مدینہ بڑی بیتابی سے آن حضرت صلعم کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، انصار کا ایک گروہ جس مین حضرت ابو ایوبؓ بھی تھے روزانہ حرہ تک جو مدینہ سے ۳-۴ میل ہے، صبح اُٹھ کر جاتا تھا اور دوپہر تک حضور کا انتظار کر کے نامراد واپس آتا تھا، ایک روز اسی طرح یہ لوگ بے نیل مرام واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی نے دور سے آنحضرت صلعم کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا، انصار جن مین بنو نجار سب سے پیش پیش تھے ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے آگے بڑھے،

مدینہ سے متصل قبا نام ایک آبادی تھی، آنحضرت صلعم کچھ دنوں قبا مین رونق افروز رہے اس کے بعد مدینہ کا عزم فرمایا، اللہ اکبر! مدینے کی تاریخ مین یہ عجیب مبارک دن تھا، بنو نجار اور تمام انصار ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، رؤسا اپنے اپنے محلّون مین قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھین، مدینہ کے حبشی غلام جوش مسرت مین اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، درخاندان نجار کی لڑکیان دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھین، غرض اس شان وشکوہ سے آن حضرت صلعم کا شہر مین داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیان مسرت کے ترانون سے گونج اٹھین، اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھون سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا،

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبان دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، جدھر سے آپ کا گذر ہوتا لوگ اھلاً وسھلاً مرحباً کہتے ہوئے آگے بڑھتے اور عرض کرتے، کہ حضور یہ گھر حاضر ہے لیکن کارکنان قضا و قدر نے اس شرف کے لئے جس گھر کو تاکا تھا وہ ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، آنحضرت صلعم نے لوگون سے فرمایا "خلوا سبیلها فانها مامورة"! امام مالک کا قول ہے کہ اس وقت آن حضرت پر وحی کی حالت طاری تھی، اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز مین حکم الٰہی کے منتظر تھے، آخر ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ بہم پہونچایا اور ناقہ قصوا نے خانہ ابو ایوبؓ کے سامنے سفر کی منزل ختم کی، حضرت ابو ایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے، اجازت ہو تو اسباب

اُتار لوں، اُمیدواروں کا ہجوم اب بھی باقی تھا اور لوگوں کا اصرار، اجازت سے مانع تھا، آخر لوگوں نے قرعہ ڈالا، ابوایوبؓ کا نام نکلا، حضرت ابوایوبؓ کو اِس فخر لازوال کے حصول سے جو مسرّت ہوئی ہوگی، اُس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

آن حضرت صلعم ابوایوبؓ کے گھر میں تقریباً ۷ مہینے تک فروکش رہے، اس عرصہ میں حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت اور جوش کے ساتھ آپ کی میزبانی کی، اُن کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے، اُنھوں نے اُوپر کا حصہ آن حضرت صلعم کے لئے مخصوص کیا، لیکن آپ نے اپنے اور زائرین[1] کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا، ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آن حضرت صلعم کو تکلیف ہو، گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لئے صرف ایک ہی لحاف تھا، دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے، بااین ہمہ یہ تکلیف اِن میزبانوں کے لئے کوئی بڑی زحمت نہ تھی، کہ اسلام کی خاطر اِس سے بھی بڑی بڑی اور شدید تکلیفوں کے تحمل کا وہ عزم کر چکے تھے، تاہم یہ خیال کہ وہ اُوپر اور خود حامل وحی نیچے ہے ایسا سوہانِ روح تھا جس نے ابوایوبؓ اور ام ایوبؓ کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا، اور دونوں میاں بیوی نے اِس سوء ادب کے خوف سے چھت کے کونوں میں بیٹھ کر رات بسر کی، صبح ابوایوبؓ آن حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور رات کا واقعہ عرض کیا، اور درخواست کی، کہ حضور اوپر اقامت فرمائیں، جان نثار نیچے رہیں گے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے درخواست منظور فرمائی، اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے،

آن حضرت صلعم جب تک اُن کے مکان میں تشریف فرما رہے، عموماً انصار یا خود ابوایوبؓ، آن حضرت صلعم کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے، کھانے سے جو کچھ بچ جاتا، آپ ابوایوبؓ کے پاس بھیج دیتے تھے، ابوایوبؓ آنحضرت صلعم کی انگلیوں کے نشان دیکھتے، اور جس طرف سے آن حضرت نے

(۱) صحیح مسلم ص ۱۹۷ ج ۲،

نوش فرمایا ہوتا، وہیں انگلی رکھتے اور کھاتے، ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضور نے تناول نہیں فرمایا، مضطربانہ خدمت اقدس میں پہنچے، اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ کھانے میں لہسن تھا! میں لہسن پسند نہیں کرتا، ابو ایوبؓ نے کہا انی اکرہ ما تکرہ جو آپ کو ناپسند ہو یا رسول اللہ میں بھی اس کو ناپسند کروں گا،[1]

مواخاۃ ہجرت کے بعد آنحضرتؐ نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی بنا دیا، آپ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور اتحاد مذاق اور رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا، اس موقع پر حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر قریشی تھے، مصعبؓ بن عمیر وہ پرجوش صحابی ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی سختیاں جھیلی تھیں، اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اول داعی بناکر آنحضرت صلعم نے ان کو مدینہ بھیجا تھا، ابو ایوبؓ کی ان سے مواخاۃ یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہیں، اور آخر ان کی زندگی کے واقعات نے اس کو صحیح کر دیا،

غزوات اور عام حالات ابو ایوبؓ، آنحضرت صلعم کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ کی طرح برابر کے شریک رہے، اور اس التزام سے شریک رہے، کہ ایک غزوہ کے شرف شرکت سے بھی محروم نہیں رہے، آنحضرتؐ کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے، حضرت ابو ایوبؓ اس میں شریک تھے بدر کے بعد وہ احد، خندق، بیعت الرضوان، وغیرہ اور تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں، ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور جناب امیرؓ کی بیعت میں مدائن تشریف لے گئے،

---

[1] صحیح مسلم ص ۱۹۸ ج ۲

جناب امیر کو آپ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت و حسن تدبیر کا جو اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب اُنھوں نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابو ایوبؓ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے، اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے،

آنحضرت صلعم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن کی سابقہ حسن خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے، حضرت ابو ایوبؓ کا وظیفہ پہلے ۴ ہزار درہم تھا حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں بیس ہزار کر دیا، پہلے ۸ غلام اُن کی زمین کی کاشت کے لئے مقرر تھے جناب امیرؓ نے ۴۰ غلام مرحمت فرمائے،

آل و اولاد — حضرت ابو ایوبؓ کی زوجہ کا نام حضرت ام ایوب انصاریہؓ ہے، اور وہ مشہور صحابیہ ہیں اُن کی اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، اس قدر معلوم ہے کہ ثبت، خالد، محمد تین بیٹے اور عمرہ لڑکی اِن کے بطن سے تولد ہوئی،

اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو آپ کو آنحضرت صلعم کی ذات سے تھی، تمام اصحابؓ اور اہل بیتؓ آپ سے بہ محبت و عظمت پیش آتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، اسی زمانہ میں آپ حضرت ابن عباسؓ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے، ابن عباسؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے آنحضرت صلعم کی اقامت کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا میں بھی آپ کے لئے اپنا گھر خالی کر دوں، یہ کہکر اپنے تمام اہل و عیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا، اور مکان مع اُس تمام ساز و سامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ کی نذر کر دیا،

مصر کا سفر — حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا، عقبہ بن عامر جہنی اُن کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت عقبہؓ کے عہدِ امارت میں حضرت ابو ایوبؓ کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا، پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا، انھیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں،

صرف سماع حدیث کے لئے اور صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابوایوبؓ نے عالم پیری مین سفر مصر کی زحمت گوارا کی، مصر پہونچکر پہلے مسلمہ بن مخلد کے مکان پر گئے، حضرت مسلمہ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کیا پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ مجکو عقبہ کا مکان بتادیجئے مسلمہ سے رخصت ہوکر عقبہ کے مکان پر پہونچے اِن سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اِس وقت آپ کے سوا اُس حدیث کا جاننے والا کوئی نہین، حدیث سنکر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے آئے[1]

غزوۂ روم کی شرکت

دوسری بار غزوہ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لائے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت صلعم بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے یہ پیشگوئی کس جانباز کے ہاتھ سے پوری ہو، شام کے دارالحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا، چنانچہ سنہ ۵۲ھ مین امیر معاویہ نے روم پر فوج کشی کی، یزید بن معاویہ اُس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابوایوبؓ بھی اِس پرجوش فوج کے ایک سپاہی تھے، مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے، مصری فوج کے سرعسکر گورنر مصر مشہور صحابی عقبہ بن عامر جہنی تھے، ایک دستہ فضالہ بن عبید کے ماتحت تھا، ایک جماعت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زیر قیادت تھی، رومی بڑے سروسامان سے لڑائی کے لئے تیار ہوئے اور ایک فوج گران مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بھیجی، مسلمانون نے بھی مقابلہ کی تیاریان کین، ان کی تعداد بھی دشمنون سے کم نہ تھی، جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیون کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا، ایک صاحب کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ رومیون کی صفون کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے، اِس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانون نے بیک آواز کہا کہ صریح آیت قرآنی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو) کے خلاف ہے، ابوایوبؓ انصاری آگے

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۳،

بڑھے اور روح کو مخاطب کر کے فرمایا دلوگو! تم نے اِس آیۂ شریفہ کے یہ معنی سمجھے ، حالانکہ اُس کا تعلق انصار کے ارادۂ تجارت سے ہے، اِسلام کے اُمن وفراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا کہ گذشتہ سالہائے جہاد و مشغولیت میں جو نقصانات اُٹھانے پڑے ہین اُن کی تلافی کیجائے،

پس ہلاکت جہاد مین نہیں ، بلکہ ترک جہاد اور فراہمی مال مین ہے،

وفات | اسی سفر جہاد مین عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اِس کے نذر ہوگئی حضرت ابوایوبؓ بھی اِس وبا مین بیمار ہوئے، یزید عیادت کے لئے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے، آپ نے فرمایا، تم دشمن کی سرزمین مین جہان تک جا سکو میرا جنازہ ہمین لے جاکر دفن کرو، چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی، تمام فوج نے ہتھیار سجکر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیوارون کے نیچے دفن کی، نماز مین جسقدر مسلمان فوج مین تھے سب شامل تھے، دفن کرنے کے بعد یزید نے کفار کی بے ادبی کے خوف سے مزار کو زمین کے برابر کرا دیا، صبح کو رومیون نے مسلمانون سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف سے نظر آتے تھے، بات کیا تھی مسلمانون نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کے ایک بڑے جلیل القدر دوست نے وفات پائی، اِن کے دفن مین مشغول تھے، لیکن جہان ہم نے دفن کیا ہے تمھین معلوم ہے، اگر مزار اقدس کیساتھ کوئی گستاخی تمھاری طرف سے روا رکھی گئی، تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت مین کہین ناقوس نہ بج سکے گا،

حضرت ابوایوبؓ کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے، رومی قحط کے زمانہ مین مزار اقدس پر رجوع ہوتے تھے، اس کے وسیلے سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے،

فضل و کمال | حضرت ابوایوبؓ کا فضل و کمال اس قدر مسلّم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، براءؓ بن عازب، انسؓ بن مالک، ابو امامہ، زیدؓ بن خالد جہنی، مقدام بن

معدی کرب، جابرؓ بن سمرہ، عبداللہؓ بن یزید خطمی کہ سب آنحضرتؐ کے تربیت یافتہ تھے، بااین ہمہ ابوایوبؓ کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے، تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطا بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابوسلمہ، عبدالرحمن بن ابی لیلی، بڑے پایہ کے لوگ ہیں تاہم وہ حضرت ابوایوبؓ کے عام ارادتمندوں میں داخل تھے،

حضرت ابوایوبؓ کو فضل وکمال میں مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرام جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباس اور مسور بن مخرمہ میں اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے مگر مسورؓ کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں، دونوں بزرگوں نے عبداللہؓ بن حنین کو حضرت ابوایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق یہ کہ وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے، عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلعم اسی طرح غسل کرتے تھے[1]،

عاصم بن سفیان ثقفی غزوہ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، ابھی منزل مقصود سے دور تھے، کہ اختتام جنگ کی خبر آئی، انھیں نہایت افسوس ہوا، امیر معاویہ کے دربار میں آئے تو اس وقت ابوایوبؓ اور عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے، ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، مسئلہ کا جواب دیکر عقبہ سے تصدیق کرائی کہ ان کو کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو،

ابن اسحقؒ (مولی بنی ہاشم) اور بہت سے بزرگوں میں یہ بحث درپیش تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور فرع مابہ النزاع تھا حضرت ابوایوب انصاری کا ادھر سے گذر ہوا تو لوگوں نے ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لئے روانہ کیا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت

[1] صحیح بخاری ص ۲۴۸ ج ۱، (۲) مسند احمد ص ۴۲۳ ج ۵، ونسائی، باب فضل الوضو،

کی ہے، اُس شخص نے قزع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابو ایوبؓ نے پھر یہی جواب دیا۔[۱]

حضرت ابو ایوبؓ کے حب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ بستر مرگ پر بھی اُن کی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فرض ادا کر رہی تھی، وفات سے قبل اُنھوں نے آنحضرت صلعم سے دو حدیثیں روایت کیں، جو پہلے کبھی اُنھوں نے بیان نہیں کی تھیں، اِن کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگوں تک پہونچائی گئیں۔[۲]

اخلاق حضرت ابو ایوبؓ کے مجموعۂ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں، حب رسول، جوش ایمان، اور حق گوئی آنحضرت صلعم کے ساتھ ابو ایوبؓ کو جو محبت تھی، اور حضرت رسالت پناہؐ کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے، میزبانی کے ذکر میں وہ واقعات گذر چکے ہیں

وفات نبوی کے بعد جاں نثاروں کے لئے روضۂ اقدس کے سوا اور کیا شے مایۂ تسلی ہو سکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابو ایوبؓ آنحضرتؐ کے روضۂ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے، اُس زمانہ میں مروان مدینہ کا گورنر تھا، وہ آگیا اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا، لیکن ابو ایوبؓ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا، اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا۔[۳]

جوش ایمان کا تماشا تم اوپر دیکھ چکے ہو، غزوات نبوی میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے، اَسّی برس کی عمر میں بھی وہ مصر کی راہ سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف تھے،

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ وشان بھی اِس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا! ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنی نے جو خود صحابی تھے، کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کردی، حضرت ابو ایوبؓ

۱؎ مسند احمد ص ۴۱۶ ج ۵، ۲؎ ایضاً ص ۴۱۴ و ص ۴۲۳ ج ۵ مسند احمد، ۳؎ ایضاً ص ۴۲۲ ج ۵ مسند احمد،

نے اُٹھ کر پوچھا ماھذہ الصّلوٰۃ یا عقبہ، عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہ ہو، تمہارے اِس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید آں حضرت صلعم اِسی وقت نماز پڑھتے تھے، حالانکہ آں حضرتؐ نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے،

حضرت خالد بن ولید کے صاحب زادے عبدالرحمٰن نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرادیا، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے آنحضرتؐ نے ممانعت فرمائی ہے، اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا![92]

غزوۂ روم کے زمانہ میں جہاز میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی زیرنگرانی تھے، حضرت ابو ایوبؓ ادھر سے گذرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار زار رو رہی ہے، حضرت ابو ایوبؓ نے سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ کردیا گیا ہے، حضرت ابو ایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دیدیا، افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی، امیر نے باز پرس کی تو بولے، رسول اللہؐ نے اس طریقۂ ستم کی ممانعت کی ہے، اور بس![93]

حضرت ابو ایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے، اور وہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے، تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہیں، حالانکہ آں حضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے،[94]
حضرت ابو ایوبؓ کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف سے کپڑا تان لیتے تھے،[95]

---

[91] مسند احمد ص ۱۴۷ ج ۵، [92] ایضاً ص ۴۲۲ ج ۵، [93] ایضاً ص ۴۱۳ ج ۵ [94] ایضاً ص ۴۱۵ ج ۵ [95] صحیح بخاری ص ۴۰ ج ۱

حضرت انس بن نضرؓ

نام ونسب وخاندان | انس نام، خاندان نجار سے ہین سلسلۂ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام حضرت انس بن مالک رضؓ کے چچا ہین، سلمٰی بنت عمرو جو عبد المطلب (جد رسول اللہ صلعم) کی والدہ تھین، اسی خاندان سے تھین اور رشتہ مین حضرت انس بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھین، حضرت انسؓ اپنے خاندان کے رئیس تھے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ مین مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات اور وفات | غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ ہوسکے تو آنحضرت سے کہا یا رسول اللہ! افسوس ہے کہ آپکے پہلے غزوہ مین مین موجود نہ تھا، لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آیندہ دیکھ لین گے کہ مین کیا کرتا ہون!

شوال ۳ھ مین غزوۂ احد ہوا، لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازون کے قدم اکھڑ گئے تھے، صرف چند آدمی آنحضرت صلعم کے ساتھ باقی تھے، حضرت انس رضؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے، سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو کہا کہان جاتے ہو؟ جنت وہ ہے! خدا کی قسم مین احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہون!! یہ کہکر نہایت جوش مین میدان کا قصد کیا، اور نہایت جوانمردی سے لڑکر جان دی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت انس کا بدن زخمون سے بالکل چھلنی تھا، شمار کیا گیا تو اسی سے اوپر زخم نکلے! کفار نے نعش کو مثلہ کر دیا تھا اس لئے شناخت نہ ہو سکی، ربیع بنت نضر نے کہ حضرت انس رضؓ کی بہن تھین، انگلی سے اپنے بھائی کو پہچانا،

اخلاق | جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے، غزوۂ احد کے متعلق جو آیتین نازل ہوئین

ان میں حضرت انسؓ جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے چچا انس بن نضرؓ کے متعلق نازل ہوئی، من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر الآیہ، یعنی مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ میں بالکل سچے ہیں، ان میں سے بعض اپنی قرار داد کو انجام تک پہنچا چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں،

توکل کا اندازہ اس واقعہ سے کرنا چاہئے، ان کی بہن ربیع بنت نضر نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی، آنحضرتؐ نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انس بن نضر نے آکر کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ربیع کا دانت نہ توڑا جائیگا! ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے، حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کر کے قسم کھائی تھی اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکی کے ورثہ دیت لینے پر راضی ہوگئے، اب ربیع قصاص سے بچ گئیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب قسم کھاتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے[1]

حضرت انس بن مالک

نام ونسب اور ابتدائی حالات انس نام، ابوحمزہ کنیت، خادم رسول اللہ لقب، قبیلۂ نجار سے ہیں، جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا، نسب نامہ یہ ہے، انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے جن کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت انس کے آبائی سلسلہ میں مل جاتا ہے، اور رشتہ میں وہ

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۴

آن حضرت صلعم کی خالہ ہوتی تھین،

حضرت انسؓ، ہجرت نبوی صلعم سے دس سال پیشتر شہر یثرب مین ۶۱۲ء مین پیدا ہوئے، ۸-۹ سال کا سن تھا کہ ماں باپ مین کسی بات پر نزاع ہوئی اور باپ ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہین انتقال کیا، ماں نے دوسرا نکاح ابو طلحہ سے کیا جن کا شمار قبیلۂ خزرج کے متمول اشخاص مین تھا اور اپنے ساتھ حضرت انسؓ کو ابو طلحہ کے گھر لائین، حضرت انسؓ نے انہی کے گھر مین پرورش پائی،

قبل اسلام، عربوں کی جہالت کا مرقع دیکھنا ہو تو اس تصویر کو بھی دیکھو، باپ (ابو طلحہ) کی صحبت مین جب بادہ و جام کا دور چلتا، تو بیٹا (انسؓ) ساقی گری کرتا، وہ پہلے دوسرون کو پلاتے اور بعد میں خود پیتے تھے، عرب کا ذوق شراب نوشی دیکھنا ہو تو یہ منظر دیکھو، ۸- ابرس کا خورد سال بچہ کس رغبت اور شوق سے شراب پیتا ہے، اور کوئی اس کو روکنے ٹوکنے والا نہین،

حضرت انس کا نام اِن کے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا کنیت نہ تھی، وہ آن حضرت صلعم نے تجویز فرمائی، اور بڑی مناسبت سے تجویز فرمائی، انس ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا چنا کرتے تھے، آن حضرت صلعم اسی مناسبت سے ان کی کنیت ابو حمزہ پسند فرمائی،

اسلام | حضرت انسؓ کا سن ۸-۹ سال کا تھا کہ مدینہ مین اسلام کی صدا بلند ہوئی، بنو نجار نے قبول اسلام مین جو پیشدستی کی تھی اُس کا اثر یہ تھا کہ اس قبیلہ کے اکثر افراد آنحضرت صلعم کی تشریف آوری یثرب سے قبل توحید و رسالت کے علمبردار ہو چکے تھے، حضرت انسؓ کی والدہ (ام سلیم) نے عقبۂ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا، والد بت پرست تھے مگر اپنی زوجہ (ام سلیم) سے اِن کے قبول اسلام پر غصہ ہو کر شام چلے گئے تھے، ادھر ام سلیم نے ابو طلحہ سے اِس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مذہب اسلام قبول کرین، وہ مسلمان ہو چکے تھے، اور عقبۂ ثانیہ میں آنحضرتؐ کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی، اس بنا پر حضرت

ف مسند احمد ج ۳، ص ۱۸۱

انس رضؓ کا گھر نورِ ایمان کا ایک چراغ تھا، انکی جنتی ماں (ام سلیم رضؓ) شمع اسلام کی پروانہ تھی اور ان کا محترم باپ (ابو طلحہ) دین حنیف کا ایک پُر جوش فدائی تھا، بیٹے نے انھین والدین کی آغوشِ محبت مین تربیت پائی، اور مسلمان ہوا،

خدمت رسول

۱۰ سال کی عمر ہوگی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظار مین اہل یثرب نے مہینون راتین کاٹی تھین یعنی رسول اللہ صلعم یثرب تشریف لائے، اور شہر یثرب کو مدینۃ النبی ہونے کا شرف عطا فرمایا، حضرت انس رضؓ اسوقت گو صغیر السن تھے لیکن پُرجوش تھے، جس ساعتِ سعد مین مدینۂ طیبہ کا افق آفتابِ نبوت کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا، حضرت انس رضؓ اور بہت سے کمسن لڑکے "جاء رسول اللہ، جاء رسول اللہ" کا مژدۂ جان بخش اہل یثرب کو سنا رہے تھے، اور نہایت جوش مین خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے، جب "جاء محمد" کی آواز کان مین آتی مڑکر دیکھتے[۱] کہ شاید کاروانِ قدس منزلِ مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے، لیکن گرد کاروان کے سوا کچھ نظر نہ آتا، اتنے مین گرد ہٹی اور نہایت شوکت و شان سے کوکبۂ نبوت نمودار ہوا، حضرت انس کی عقیدت مند نگاہ رُخِ انور پر پڑی، اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہ نبوت سے حاصل کیا،

آنحضرت صلعم نے مدینہ مین اقامت فرمائی تو حضرت ابو طلحہ حضرت انس رضؓ کو لیکر حضور مین حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس کو اپنی غلامی مین لے لیجئے، آن حضرت نے منظور فرمایا اور حضرت انس رضؓ خادمانِ خاص کے زمرہ مین داخل ہوگئے،

حضرت انس رضؓ نے آن حضرت کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا، وہ کم و بیش دس برس حاملِ نبوت کی خدمت کرتے رہے، اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا، معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر در اقدس پر حاضر ہوتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے،

---

[۱] مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲

نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے تھے، محلہ میں ایک مسجد تھی وہاں لوگ ان کا انتظار کرتے، سبب یہ پوچھتے [illegible]
اس وقت وہاں نماز ہوتی تھی[1]

ان اوقات کے ماسوا بھی وہ آنحضرتؐ کے احکام کی تعمیل کے لئے حاضر رہتے تھے، ایک مرتبہ
حضرت انسؓ، آنحضرتؐ کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر روانہ ہوئے، دوپہر کا وقت تھا اور لڑکے کھیل رہے تھے
حضرت انسؓ بھی کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے، اتنے میں آنحضرتؐ ادھر تشریف لائے، لڑکوں نے دور سے
دیکھ کر انسؓ سے کہا کہ رسول اللہ آرہے ہیں، آنحضرتؐ نے انسؓ کا ہاتھ پکڑا اور کسی کام سے روانہ کیا اور خود
ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما رہے، حضرت انسؓ واپس ہوئے تو حضورِ ملک کی طرف مراجعت فرمائی، کام میں
میں حضرت انسؓ کو دیر ہو گئی تھی، گھر گئے تو ام سلیمؓ نے پوچھا آج دیر کہاں لگائی؟ انھوں کہا کہ رسول اللہ کے ایک
کام سے گیا تھا، وہ بہانہ سمجھیں اور پوچھا کام کیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی، حضرت ام سلیمؓ نے
کہا کہ اس کو کسی سے نہ کہنا چنانچہ حضرت انسؓ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا،
ایک مرتبہ ثابت سے کہ تلامذۂ خاص میں تھے فرمایا کہ اگر میں کسی شخص کو اس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے
لیکن میں بیان نہ کرونگا[2]

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے، سفر و حضر کی اس میں تخصیص نہ تھی اور خلوت
وجلوت کا ان کے لئے ایک حکم تھا، نزولِ حجاب سے پہلے وہ آنحضرتؐ کے گھر میں آتے جاتے تھے،
ایک دن نماز فجر سے قبل آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ روزہ کا ارادہ کرتا ہوں، مجھے کچھ کھلاؤ
حضرت انسؓ جلدی سے اٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لیکر حاضر ہوئے، آنحضرتؐ نے سحری کھائی اور پھر نماز
فجر کے لئے تیار ہوئے[3]

داخلۂ خیبر کے وقت جبکہ نبوت کا جاہ و جلال، فاتح کی شان و شوکت رکھتا تھا، حضرت انسؓ

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۳، [2] مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹، ۱۹۵، [3] مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷،

انس کے قدم آنحضرت صلعم کے قدم کو چھو گئے جس سے ازار مبارک کھسک گیا تھا اور آنحضرتؐ کے زانوئے مقدس کی سفیدی لوگوں کو نظر آئی، حضور نے کچھ خیال نہ فرمایا اور حضرت انسؓ کی اس خطا سے درگذر کی۵۰

حضرت انسؓ، آنحضرتؐ کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجالاتے اور اپنی فرمان برداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس آنحضرتؐ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ خفا نہ ہوئے، اور کبھی کسی کام کی نسبت نہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا، آنحضرتؐ کو بھی اُن سے خاص محبت ہوگئی تھی، اِن کو "بیٹا"، اور کبھی کبھی پیار میں "انیس" کہکر مخاطب فرماتے تھے، اس کے علاوہ اِن کے گھر اکثر تشریف لیجاتے، چھوہارے نوش فرماتے، کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے، دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے، نماز پڑھتے اور حضرت انسؓ کے لئے دعا مانگتے،

پہلے گذر چکا ہے، حضرت انسؓ کی ماں حضرت ام سلیم آنحضرت صلعم کی رشتہ میں خالہ ہوتی تھیں، وہ آنحضرتؐ سے بہت محبت کرتی تھیں، اور آنحضرتؐ کو بھی ان کا حد درجہ خیال تھا، غزوۂ خیبر میں صفیہؓ اسیر ہوکر آئیں اور آنحضرتؐ نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا، تو حضرت ام سلیمؓ کے پاس بھیجدیا، ام سلیمؓ نے شادی کا سامان کیا، اور حضرت صفیہؓ کو دلہن بنا کر شب کو آنحضرتؐ کے خیمۂ اطہر میں پہنچایا۵۱

اسی طرح جب آنحضرتؐ صلعم نے حضرت زینبؓ سے عقد کیا، تو ام سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے صحابہ کو طلب فرمایا اور ایک مختصر سا جلسۂ دعوت ترتیب دیا۵۲

غرض ان مختلف خصوصیتوں نے حضرت انسؓ کو خاندان نبوت کا ایک ممبر بنا دیا تھا، آنحضرتؐ کبھی کبھی خوش طبعی میں ان سے مزاح فرماتے تھے، ابوحمزہ ان کی کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی، ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا "یاذا الاذنین"، یعنی اے دو کان والے،۵۳

عام حالات | بارگاہ اقدس میں حضرت انسؓ کو جو قرب واختصاص تھا، وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو، تم نے دیکھا

۵۱ مسند احمد ص ۱۰۲ ج ۳، ۵۲ مسند احمد ج ۳، ۵۳ مسند احمد ج ۳،

ہوگا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت مین وہ کس استقلال سے آنحضرتؐ کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدانِ جنگ مین بھی آقا سے علیٰحدہ نہ ہونے دیا، غزوۂ بدر مین وہ گو بچے تھے یعنی صرف ۱۲ برس کا سن تھا، لیکن مجاہدینِ اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ مین موجود تھے اور آن حضرتؐ کی خدمت گذاری کا فرض بجالا رہے تھے، اُن کی اِسی کم سنی سے لوگون کو شرکت بدر مین اشتباہ ہوتا تھا، چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر مین موجود تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا مین بدر سے کہان غائب ہوسکتا تھا؟

واقعۂ بدر سے ایک سال بعد غزوۂ اُحد واقع ہوا، اِس مین بھی حضرت انسؓ بہت کم عمر تھے، ذی قعدہ سنہ ۶ھ مین حدیبیہ اور بیعت الرضوان پیش آئی، یہ وقت حضرت انسؓ کے شباب کا تھا، یعنی ۱۶ برس کا سن تھا اور اب وہ میدانِ جنگ مین نبرد آزمائی کے قابل ہوگئے تھے، سنہ ۷ھ مین آن حضرتؐ نے عمرۃ القضا کیا، اِس مین حضرت انسؓ تمام جان نثارون کی طرح آن حضرتؐ کے ہمرکاب تھے، اسی سنہ مین خیبر پر فوج کشی ہوئی، اِس غزوہ مین حضرت انسؓ، ابوطلحہؓ کے ردیف تھے اور آن حضرت صلعم سے اِس قدر قریب تھے کہ اُن کا قدم آن حضرتؐ کے قدم سے مس کر رہا تھا، سنہ ۸ھ مین مکہ، اور طائف مین معرکون کا بازار گرم ہوا، اور سنہ ۱۰ھ مین آن حضرت صلعم نے حجۃ الوداع یعنی آخری حج کیا، اِن سب واقعات مین حضرت انسؓ نے شرکت کی، اور سعادت دنیوی و اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے،

آنحضرتؐ کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۶-۲۷ تک پہونچتی ہے، لیکن جن مقامون مین قتال کی نوبت آئی ہے، وہ صرف ۹ ہین، بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، مکہ، حنین، طائف، حضرت انسؓ اُن سب مین موجود تھے، موسیٰ ابن انسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار، آنحضرتؐ کے کتنے معرکون مین شریک تھے، ؟ اُنھون نے کہا ۸ مین، غالباً اُنھون نے بدر کو شامل نہین کیا، جس کا سبب یہ ہے کہ بدر مین حضرت انسؓ، اُس عمر تک نہین پہونچے تھے، جو جہاد کی شرکت کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے،

آن حضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، انھون نے حضرت انسؓ کو بحرین مین صدقات کا افسر بنانا چاہا، پہلے حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ انسؓ بہت ہوشیار شخص ہین، آپ نے جو خدمت اُن کے لئے تجویز کی ہے، مین اس کی تائید کرتا ہون، چنانچہ حضرت انسؓ کو بارگاہ خلافت مین طلب فرمایا، اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین حضرت انسؓ کو تعلیم فقہ کے لئے، ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا، اس جماعت مین تقریباً ۱۰ اشخاص تھے، حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ مین سکونت اختیار کی، اور زندگی کا بقیہ حصہ یہین بسر کیا،

ان مشاغل کے ماسوا جو غزوات اس عہد سے تعلق رکھتے ہین، حضرت انسؓ نے ان مین خصوصیت سے حصہ لیا ہے، فتوح عجم مین واقعہ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے، حضرت انسؓ اس معرکہ مین پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے، شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا، اور ایران کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتا تھا، مع اپنے اہل وعیال کے اسیر ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے روبرو حاضر کیا گیا، حضرت ابوموسیٰؓ نے ہرمزان کو حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ خلافت مین روانہ کیا، اور ۳۰۰ سپاہیون کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لئے حضرت انسؓ کی ماتحتی مین دیا، حضرت انسؓ مدینہ منورہ پہونچے اور اپنے مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھین روشن کین،

کچھ دنون مدینہ منورہ مین ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے، ذوالحجہ ۲۳ھ مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، ان کا ابتدائی خلافت کا زمانہ نہایت پرامن تھا، یہان تک کہ لوگ ان کو فاروق اعظم پر ترجیح دیتے تھے، لیکن کچھ دنون کے بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کر لی، اور فتنون کا دروازہ دفعتہً کھل گیا، آفاق عالم سے مفسدین اٹھ کھڑے ہوئے، جا بجا باغیانہ تحریکین نشو ونما پانے لگین، ملک کے ہر ہر گوشہ مین فتنہ وفساد

کی آگ مشتعل ہوئی، اور شورہ پشتوں کے فوجی سیلاب نے دار الخلافت مدینہ منورہ کا رخ کیا،

لیکن اس جور و استبداد کے مطلع الافق میں بہت سی ایسی شخصیتیں بھی تھیں جن کو تعدی

وجور مرعوب نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق دار الخلافت کے ایک مقدس گوشہ سے

بلند ہوئی تو سب سے پہلے ان حاملانِ صداقت نے اسے سنا، اور حمایت حق پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ

کھڑے ہوئے،

سلطنت اسلامیہ کے ہر حصہ میں ان بزرگوں کا وجود تھا، بصرہ بھی جو عراق عرب کا صدر مقام

تھا، ان بزرگوں سے خالی نہ تھا، چنانچہ جب بصرہ میں ان ہولناک واقعات کی خبر پہونچی، تو حضرت انس

ابن مالک، عمران بن حصین اور دیگر بزرگوار نصرتِ دین اور تائید اسلام کے لئے مستعد ہو گئے، اور اپنی

پرجوش تقریروں سے تمام شہر میں آگ لگا دی، لیکن یہ امداد پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفۂ اسلام شہید

ہو چکا تھا،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسندِ خلافت کو اپنے جلوس سے زینت

بخشی، خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے، کہ ایک عظیم الشان فتنہ نے بصرہ سے سر اٹھایا، بصرہ حضرت

انس کا مستقل قرارگاہ تھا، اور وہاں ان کا خاص اثر تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس فتنہ سے ان کا

دامن بالکل آلودہ نہ ہوا، وہ دیگر صحابہ کبار کی طرح گوشہ نشین رہے، اور اس وقت تک نہ نکلے جب تک

آتشِ فساد سرد نہ ہو گئی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے، اور انقلابِ زمانہ کے عجیب و غریب مناظر

دیکھتے رہے، لیکن انھوں نے گوشۂ خلوت کو مقدم جانا، اور شہرت کی گوناگوں دل فریبیوں پر اپنے نفس

کو مائل نہ کیا،

بایں ہمہ وہ عمالِ حکومت کے دستِ ستم سے محفوظ نہ رہ سکے، عبد الملک ابن مروان کے زمانہ

خلافت مین حجاج بن یوسف ثقفی، سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا، اور ظلم وجور مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، بصرہ آیا تو حضرت انسؓ کو بلا کر نہایت شدت سے تنبیہ کی اور لوگون مین ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوا دی،

حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انسؓ ہوا کے رُخ پر چلتے ہین چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا انسؓ ایہ چال بازی! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا، مین نے تمھارے لئے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے، حضرت انسؓ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لئے سزا تجویز ہوئی ہے، حجاج نے کہا تمھارے لئے، حضرت انسؓ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبد الملک کے پاس ایک خط جس مین حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا، عبد الملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ورا ان کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمھارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائیگا، حجاج معہ درباریون کے خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیجدیجئے، چنانچہ حضرت انسؓ نے اس کی عرضداشت منظور کی اور دمشق ایک خط روانہ کیا،

وفات عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی ۹۳ھ سنہ مین پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا، کچھ زمانہ تک بیمار رہے، شاگردون اور عقیدت مندون کا ہجوم رہتا تھا، اور دور دور سے لوگ ان کی عیادت کو آتے تھے جب وفات کا وقت قریب ہوا ثابت بنانی سے کہ تلامذۂ خاص مین تھے فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت صلعم کا موئے مبارک رکھ دو، ثابت نے حکم کی تعمیل کی، اسی حالت میں روح مطہر نے داعیِ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے وقت حضرت انسؓ عمر کے ۱۰۳ مرحلے طے کر چکے تھے، بصرہ مین سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا، اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابو الطفیل) صحابۂ کرام کے وجود سے خالی ہو چکا

تھا، نماز جنازہ میں اہل وعیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتدبہ تعداد موجود تھی، قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنے محل کے قریب موضع طف میں دفن کئے گئے،

حضرت انسؓ کی وفات سے لوگوں کو سخت صدمہ ہوا، اور واقعی رنج والم کا مقام تھا، تربیت یافتگان نبوت ایک ایک کرکے اٹھ گئے تھے، صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھیں شمع نبوت کے دیدار سے روشن ہوئی تھیں، اب ان میں سے بھی ایک نے دنیائے فانی سے قطع تعلق کرلیا تھا، حضرت انسؓ کا انتقال ہوا تو مورق بولے افسوس! آج نصف علم جاتا رہا، لوگوں نے کہا یہ کیوں کر؟ کہا کہ میرے پاس ایک بدعتی آیا کرتا تھا، وہ جب حدیث کی مخالفت کرتا میں اسے حضرت انسؓ کے پاس حاضر کرتا تھا حضرت انسؓ حدیث سنا کر اس کی تشفی کرتے تھے، اب کون صحابی ہے جس کے پاس جاؤں گا،

آل واولاد اور خانگی حالات حضرت انسؓ کثرت اولاد میں تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے، اور یہ آنحضرت صلعم کی دعا کا اثر تھا، ایک مرتبہ آنحضرتؐ ان کے مکان پر تشریف لائے، ام سلیم نے عرض کیا کہ انسؓ کے لئے دعا فرمائیے، چنانچہ آنحضرتؐ نے دیر تک دعا کی اور اخیر میں یہ فقرہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا،

اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ "دو باتیں پوری ہوئیں اور تیسری کا منتظر ہوں"، مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیاں (لڑکیوں کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد ہوئیں، اور پوتوں کی تعداد اس پر مستزاد تھی، مختصر یہ کہ وفات کے وقت بیٹوں اور پوتوں کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا، حضرت انسؓ کے مشہور بیٹوں اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں، عبداللہؓ، عبیداللہؓ، زیدؓ، یحییؓ، خالدؓ، موسیٰؓ، نضرؓ، ابوبکرؓ، براءؓ، علاءؓ، عمرؓ، رملہؓ، امینہؓ، ام حرام

(نزہتہ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تالیف وجیہہ الدین ابوالفضائل عمر بن عبدالمحسن بن ابی بکر ثعلبی) حضرت انسؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، وہ اکثر اپنے مکان پر رہتے تھے اور ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، اپنے لڑکوں کو خود تعلیم دیتے تھے، لڑکیوں کو بھی حلقۂ درس میں بیٹھنے کی اجازت تھی، ان کے کئی لڑکے فن حدیث میں شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے، اور طبقۂ تابعین میں خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور یہ حضرت انسؓ کی تعلیم کا اثر تھا،

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیرانداز تھے، اپنے لڑکوں کو تیراندازی کی بھی مشق کراتے تھے پہلے لڑکے نشانہ لگاتے جس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی، پھر حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا، لڑکوں کو تیراندازی کی مشق کرانا، انصار میں ایام جاہلیت سے رائج تھا، مورخ طبری نے کہ بڑے پایہ کے محدث بھی تھے، تاریخ کبیر میں اس کی تصریح کی ہے،

عام حالات حلیہ اور لباس | حضرت انسؓ کا مفصل حلیہ معلوم نہیں، اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزون اندام تھے مہندی کا خضاب لگاتے تھے، ہاتھوں میں خلوف (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے، جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی، انگوٹھی پہنتے تھے، صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ تھی، ایام پیری میں دانت ہلنے لگے تو سونے کے تاروں سے بندھوائے تھے، بچپن میں ان کے گیسو تھے آن حضرت صلعم ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالوں کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا تھا، ایک دفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہا تو ام سلیمؓ نے کہا کہ آن حضرتؐ نے ان بالوں کو چھوا ہے، ان کو نہ کاٹو، حضرت انسؓ کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی، اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی امیر کبیر تھے، اس لئے زندگی بہت خوش اسلوبی سے گزارتے تھے، کپڑے قیمتی پہنتے تھے، خز کا لباس اس زمانہ میں اکثر امرا پہنا کرتے تھے، حضرت انسؓ بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے، خوشبودار چیزوں کو پسند کرتے، مزاج میں تکلف تھا، ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا، اس میں ایک پھول

تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا،

حضرت انسؓ نے بصرہ سے دو فرسخ باہر مقام طف مین ایک محل بنایا تھا، اور وہین اقامت پذیر تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے،

کھانا اچھا کھاتے تھے، دسترخوان پر اکثر چپاتی اور شوربہ ہوتا تھا کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی، لوکی کی فصل مین اکثر لوکی پڑتی تھی، جو ان کو محبت رسول کی وجہ سے بہت مرغوب تھی طبیعت فیاض و سیر چشم واقع ہوئی تھی، کھانے کے وقت شاگرد موجود ہوتے تو ان کو بھی شریک کر لیتے تے،

صبح کو ناشتہ کرتے، اور ۲۱ یا اس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے، پانی پیتے تو تین مرتبہ مین ختم کرتے،

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو ۳ مرتبہ بولتے، کسی کے مکان پر تشریف لیجاتے تو ۳ مرتبہ اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے[1]،

باایں ہمہ علو مرتبت سادگی کو بالطبع پسند فرماتے تھے، لوگون سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے، شاگردون سے بھی چندان تکلف نہ تھا، اکثر فرماتے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ مین ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے لیکن ہم مین سے کوئی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا، حالانکہ رسول اللہؐ سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہوسکتا تھا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ آن حضرتؐ ان تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے،

تحمل اور بردباری بھی ان مین انتہا درجہ تک موجود تھی، وہ جس رتبہ کے شخص تھے اسلام مین ان کا جو اعزاز تھا، آن حضرتؐ نے ان کے جو مناقب بیان فرمائے تھے، حامل نبوت کی بارگاہ مین ان کو جو تقرب حاصل تھا، ان باتون کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، لیکن حکومت امویہ کے چند حکام و عمال ایسے متکبر اور با نخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر مین نہ لاتے تھے، حجاج ابن یوسف ان تمام متمردون کا سرگروہ

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۸، ۱۱۲، ۱۱۹، ۲۲۸ و ۲۳۲

تھا، اس نے حضرت انسؓ کو جن الفاظ میں مخاطب کیا تھا، اور حضرت انسؓ نے جس بے نظیر حلم سے کام لیا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا ہے، اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو ملک میں ایک قیامت برپا ہو جاتی،

انس تحمل کے ساتھ عظمت وجلالت کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبدالملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے باختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب ودبدبہ قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا ایک عام آدمی بھی اپنے لئے وہ الفاظ سننا گوارا نہ کریگا، اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنی پڑی،

شجاعت وبسالت کا کافی حصہ پایا تھا، بچپن میں اس قدر سریع السیر تھے کہ ایک مرتبہ مرالظہران میں خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا، حالانکہ ان کے تمام ہمعمر ناکام واپس آئے تھے، بڑے ہوئے تو فنون سپہگری میں کمال حاصل کیا، وہ بہت بڑے شہسوار تھے تیر اندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا، اور گھوڑدوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

علم وفضل

صحابہ میں ارباب روایت تو سیکڑوں ہیں، لیکن ان میں ایک مخصوص جماعت اُن لوگوں کی ہے جو روایات میں صاحب اصول تھے، حضرت انسؓ بھی انھیں لوگوں میں تھے چنانچہ ان کے روایات کے استقصا سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں،

(۱) روایات کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کی، مسند احمد بن حنبل میں ہے

کان انس بن مالک الخ

(۲) جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی تھی اُن کو نہیں بیان کیا، اُن کا خود قول ہے

لولا ان اخشیٰ الخ

(۳) جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور وہ جو آنحضرتؐ سے بلاواسطہ سنی تھی، اس میں امتیاز قائم کیا

"كان انس بن مالك اذا حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا، ففرغ منه قال او كما قال رسول الله صلعم"، یعنی حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے وقت گھبرا جاتے تھے اور اخیر میں کہتے تھے کہ اس طرح یا جیسا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا،

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی، کیونکر تعلیم حاصل کی، شاگردوں تک کس طرح اس فن شریف کو پہونچایا؟ اور آن کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے، حضرت انسؓ اس باب میں اکثر صحابہؓ سے پیش پیش ہیں، انھوں نے جس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت ادا کی ہے کہ اس سے زیادہ مشکل ہے، اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے تمام عمر اس دائرہ سے قدم باہر نہ نکالا، جس زمانہ میں تمام صحابہ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے، رسول اللہ کا خاص خادم جامع بصرہ میں دنیا سے الگ ہو کر قال رسول اللہ کا نعمہ خلائق کو سنا رہا تھا،

توسیع علم کا حال شاگردوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے، حضرت انسؓ کے حلقۂ درس میں مکۂ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، اور شام کے طلباء شامل تھے، خلیفۂ وقت کے حدود حکومت میں اگر دنیا کے ظاہری حصے داخل تھے تو حضرت انسؓ کے زیر نگین دنیائے علم کا کل روحانی علاقہ تھا، وہ جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد کی کثرت میں دنیا کے لئے ایک معجزہ تھے، اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا،

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ میں ہیں یعنی ان کی روایات کا شمار ہزاروں تک ہے، صحیح بخاری میں اُن سے ٨٠ حدیثیں منقول ہیں، صحیح مسلم میں ٧٠ اور متفق علیہ روایات کی تعداد (١٢٨) ہے،

حضرت انسؓ نے ابتداءً خود حامل وحی سے اکتساب علم کیا، بعد میں جن صحابۂ کرام کے دامن فیض سے وابستہ رہے اُن کے نام نامی یہ ہیں، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان، فاطمہ زہرا، ابی بن کعب، عبد الرحمن بن عوف ابن مسعود، ابوذر، ابوطلحہ، معاذ بن جبلؓ، عبادہ بن صامت، عبد اللہ بن رواحہ، ثابت بن قیس بن شماس

مالک بن صعصعہ، ام سلیم، (والدہ حضرت انسؓ) ام حرام، (خالہ حضرت انسؓ) ام الفضل، (زوجہ حضرت عباسؓ) (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت انسؓ کے دائرہ تلمذ میں اگرچہ ایک جہان داخل تھا لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہو کر نکلے اور آسمانِ حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے، اُن کے نام نامی درج ذیل ہیں،

حسن بصری، سلیمان تیمی، ابو قلابہ، اسحاق بن ابی طلحہ، ابوبکر بن عبد اللہ مزنی، قتادہ، ثابت بنانی، حمید الطویل، ثمامہ بن عبد اللہ (حضرت انسؓ کے پوتے ہیں) جعد ابو عثمان، محمد بن سیرین انصاری، انس بن سیرین، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعۃ الرائے، سعید بن جبیر، سلمہ بن وردان، (رحمہم اللہ تعالیٰ)

فقہ

علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انسؓ کو کمال حاصل تھا فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت انسؓ کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے جن کے اجتہادات و فتاوی اگر ترتیب دیئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لیے بصرہ روانہ کیا تھا، اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے،

صحابہ کے زمانہ میں تعلیم کا طریقہ عموماً حلقۂ درس تک محدود تھا، حضرت انسؓ بھی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے اثنائے درس میں کوئی شخص سوال کرتا اس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے، اس قسم کے سوال و جواب کا ایک مجموعہ ہے جس کا استقصاء طوالت سے خالی نہیں، یہاں چند مسائل درج کئے جاتے ہیں جن سے حضرت انسؓ کے طرز اجتہاد، جودت فہم، دقت نظر، اور اصابت رائے کا اندازہ ہوگا،

باب الاشربہ، علم فقہ کا ایک اہم ترین باب ہے، جس میں نبیذ کا ذکر آجانے سے خاص لطافت پیدا ہوگئی ہے، یہ مسئلہ کہ نبیذ چند مخصوص برتنوں میں پینا مکروہ ہے، صحابہ میں عموماً متفق علیہ تھا حضرت انسؓ نے اس کو جس قدر وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے، اس میں انہوں نے ان وجوہ

واسباب کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے سبب سے ان برتنوں میں نبیذ پینے کی ممانعت آئی ہے،

قتادہؒ نے دریافت کیا کہ گھڑے میں نبیذ بنا سکتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے کہا کہ اگرچہ آن حضرتؐ نے اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی، تاہم میں مکروہ سمجھتا ہوں، یہ استدلال اس بنا پر ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہو، اس میں حرمت کا پہلو غالب ہوگا،

باب الاشربہ

ایک مرتبہ مختار بن فلفل نے پوچھا کہ کن ظروف میں نبیذ پینا چاہیئے؟ کہا مزفتہ میں، کیونکہ ہر مسکر چیز حرام ہے، مختار نے کہا کہ شیشہ یا رانگے کے برتنوں میں پی سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ لوگ تو مکروہ سمجھتے ہیں، فرمایا کہ جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو، پھر استفسار کیا کہ نشہ لانے والی چیز حرام تو ہے لیکن ایک دو گھونٹ پینے میں کیا حرج ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جس کا زیادہ حصہ موجب سکر ہو اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے، دیکھو! انگور، جرمے، گیہوں، جو، وغیرہ سے شراب تیار ہوتی ہے، ان میں سے جس چیز میں نشہ پیدا ہو جائے، وہ شراب ہو جاتی ہے؟

حضرت انسؓ نے اس مسئلہ کو اگرچہ نہایت خوبی سے بیان کیا ہے، لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے، شارع علیہ السلام نے کتاب الاشربہ کے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے ہیں اور جو اس باب کے قواعد واصول کہے جا سکتے ہیں، یہ ہیں، (۱) کل شراب اسکر فهو حرام (صحیحین عن عائشہؓ) (۲) کل مسکر خمر وکل خمر حرام (صحیح مسلم عن ابن عمرؓ) ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام (سنن عن ابن عمرؓ) ان میں سے پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ جس پینے والی چیز میں نشہ آ جائے، حرام ہے، دوسرے میں یہ بیان ہے کہ ہر نشئی چیز شراب ہوتی ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے جس کا نتیجہ یہ متفرع ہوتا ہے کہ ہر نشئی چیز حرام ہے، تیسرے کلیہ کا یہ منشا ہے کہ جو زیادہ پینے کی صورت میں نشہ پیدا کرے اس کا خفیف حصہ بھی پینا حرام ہے، حضرت انسؓ نے انہیں باتوں کا اپنے جواب میں ذکر کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ سوالات کی بے ترتیبی سے جواب غیر مرتب ہو گیا ہے،

اب رہا یہ سوال کہ چند مخصوص برتنوں میں نبیذ پینے کی کیوں ممانعت آئی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے

کہ عرب میں شراب رکھنے یا بنانے کے لئے وہ نفیس اور خوبصورت شیشے کے برتن جو آج یورپ نے ایجاد کیے ہیں موجود نہ تھے، وہاں عام طور پر کدو کی تُنبی صراحی و سبو کا کام دیتی تھی یا اور اسی نوع کے چند برتن تھے، جو قدرتی پھلوں کو خشک اور صاف کر کے بادہ نوشی کے لئے مخصوص کر لئے جاتے تھے، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں شراب رکھنے سے اس کا اثر برتن میں پہونچتا ہوگا اور دھونے کے بعد بھی زائل نہ ہوتا ہوگا، یہی راز ہے کہ اوائل اسلام میں جب شراب حرام ہوئی تو ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز کر دیا گیا، گو بعد میں اس قسم کے برتنوں کا جن میں شراب نہ رکھی گئی ہو استعمال جائز قرار دیا جا سکتا تھا لیکن پہلی صدی ہجری کا پر جوش مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ان برتنوں کے استعمال سے شراب نوشی کی یاد کو عہد اسلام میں از سر نو تازہ کرے،

کتاب الصلوۃ

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت صلعم جوتے پہنکر نماز پڑھتے تھے، فرمایا ہاں! (جوتہ پہنکر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پاک ہو اور نجاست آلودہ نہ ہو، اگر کوئی شخص نیا جوتہ پہنکر نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں)

یحییٰ بن یزید ہنائی نے دریافت کیا کہ نماز میں قصر کب کرنا چاہیئے، فرمایا کہ میں جب کوفہ جاتا تھا قصر کرتا تھا اور آنحضرت صلعم نے ۳ میل یا ۳ فرسخ کا راستہ طے کر کے قصر کیا تھا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۳ میل سفر کرنے سے قصر جائز ہو جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ معظمہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں جس مقام پر سب سے پہلے نزول اجلال ہوا وہ ذوالحلیفہ تھا، جو صحیح روایت کی بنا پر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور چونکہ حدود سفر میں داخل تھا، اس لئے آنحضرت نے قصر نماز پڑھی)

مختار بن فلفل نے پوچھا کہ مریض کس طرح نماز پڑھے، حضرت انس نے کہا بیٹھ کر پڑھے،

عبدالرحمن بن وردان معہ دیگر اہالیان مدینہ حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت انس نے پوچھا، نماز (عصر) پڑھ چکے؟ کہا جی ہاں، پھر لوگوں نے استفسار کیا کہ آنحضرت صلعم عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے، فرمایا کہ آفتاب خوب روشن اور بلند رہتا تھا،

حضرت انس نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، جنازہ مرد کا تھا اس لئے میت کے سرہانے کھڑے ہوئے

اُس کے بعد دوسرا جنازہ عورت کا لایا گیا، حضرت انسؓ نے کمر کے سیدھ کھڑے ہو کر اُس کی نماز پڑھائی، علاء بن زیاد عدوی بھی نماز میں شریک تھے، اُس اختلافِ قیام کا حضرت انسؓ سے سبب پوچھا، حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرتؐ ایسا ہی کرتے تھے، علاء مجمع کی جانب مخاطب ہوئے اور کہا کہ اِس کو یاد رکھنا!

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت عمرؓ نے رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں، اور خود رسول اللہؐ نے پڑھا ہے، لیکن یہ حضرت انسؓ کا ذاتی اجتہاد ہے، ورنہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، کہ آن حضرتؐ اور عموماً صحابہؓ کرام وتر میں رکوع کرنے کے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے، امام شافعیؒ اِس مسئلہ میں حضرت انسؓ کے پیرو ہیں، اور انھوں نے اِس کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے لیکن یہ حدیث قطع نظر اس کے کہ منقطع ہے یعنی امام شافعی نے حکایۃً بیان کی ہے اور اپنی سند ہشیم تک چھوڑ دی ہے، سنداً بھی ضعیف ہے اُس کے راویوں میں ہشیم اور عطاء کا نام بھی شامل ہے، اور اِن دونوں کی ائمۂ فن حدیث نے تضعیف کی ہے)

(اس کے علاوہ ابن منذر نے الاشراف میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور فلاں فلاں صحابہ سے جو روایتیں ہم تک پہونچی ہیں، سب میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے جو روایت آئی ہے اس میں اس کی صاف تصریح ہے، عاصم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت قبل رکوع پڑھنا چاہیئے یا بعد رکوع؟ اُنھوں نے کہا کہ قبل رکوع، عاصم نے کہا کہ لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ آن حضرتؐ بعد رکوع پڑھتے تھے، حضرت انسؓ نے کہا کہ وہ ایک وقتی واقعہ تھا، چند قبائل نے مرتد ہو کر بہت سے صحابہ کو قتل کر دیا تھا، اس لئے آن حضرتؐ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر اُن کے لئے بددعا کی تھی[۱]

تم نے دیکھا کہ اِن مسائل میں حضرت انسؓ کس قدر صائب الرائے ہیں، اِن کے اجتہادی مسائل کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کے اجتہاد کے موافق ہیں، اور اِس لئے قطعاً صحیح ہیں،

اخلاق | حضرت انسؓ کے گلدستۂ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک، لطیف اور شگفتہ ہیں جن پر گلدستہ کی

[۱] تفصیل کے لئے دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحات ۱۰۰ و ۱۱۲ و ۱۱۸ و ۱۲۶ و ۱۷۹ و ۱۸۴ و ۲۰۹ و ۲۷۷، و عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۱۹ و ۲۰ ج ۳،

خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے، حبّ رسول، اتباع سنّت، امر بالمعروف، حق گوئی، یہ حضرت انسؓ کے خاص اوصاف ہیں، حبِ رسول کا نقشہ تم او ردیکھ چکے ہو، جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور ناسمجھ بچے تھے، جوشِ محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانۂ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا تھا اور آن حضرتؐ کا سامان وضوء مہیا کرنے کے لئے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا، ایام شباب میں اِن کی محبّت کی کوئی حد نہ تھی، وہ شمع نبوت پر پروانہ وار شیفتہ تھے، آن حضرتؐ کی ایک نگاہِ کرم حضرت انسؓ کے لئے باعث صد طمانیت و تسلّی تھی، اور آقائے نامدار کی ایک آواز اُن کے قالب عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بنتی تھی، رسول اللہؐ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہری آنکھیں دیدار محبوب کو ترس گئی تھیں، لیکن حس کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا، چنانچہ کشتہ عشق ہو کر اکثر خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، اور صبح کو واقعات شبینہ کی یاد تازہ کر کے گریہ وزاری کا ایک طوفان بپا کرتا تھا، عاشقِ صادق کے تڑپانے اور تلملانے کے لئے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے، حضرت انسؓ بن مالک کا بعینہٖ یہی حال تھا، وہ تاجدار مدینہ کا ذکر خیر کرتے تھے اور فرطِ محبت سے بیقرار ہو جاتے تھے ایک دن آن حضرتؐ کا حلیۂ مبارک بیان کر رہے تھے، رسول اللہؐ کا ایک ایک خال وخط زبان مدح میں نبات محبت گھول رہا تھا، الفاظ جو ادا ہو رہے تھے، اسی عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا، حرماں نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب ہادیٔ برحق، عالم مادی کے گلی کوچوں میں پھرا کرتا تھا، اور حضرت انسؓ اس کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے، دفعۃً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا، کہ قیامت میں رسول اللہؐ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضور کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے

حضرت انسؓ کی ہر مجلس آن حضرتؐ کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی، وہ عہد نبوت کے واقعات اپنے تلامذہ کے گوش گذار کیا کرتے تھے، اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اُٹھتی جس سے حضرت انسؓ بیچین ہو جاتے تھے، لیکن یہ وہ درد تھا جس کا علاج طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا، ناچار ہو کر گھر میں تشریف لیجاتے اور

آن حضرتؐ کے تبرکات نکال لاتے، ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیتے، اور جمعیت خاطر کا سامان بہم پہونچاتے،

حضرت انسؓ کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجلس متاثر تھی، ان کے تلامذہ کو رسول اللہؐ سے جو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی، یہ بھی حضرت انسؓ کے ولولۂ محبت کا کرشمہ تھا، ثابتؒ حضرت انسؓ کے شاگرد رشید تھے، وہ بالکل اپنے اُستاذ کے رنگ میں رنگین تھے، ہمیشہ عہد نبوت کی نسبت سوالات کرتے اور ایک دن حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی آن حضرتؐ کا ہاتھ چھوا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں، ثابتؒ کے دل میں سوز محبت نے بیقراری پیدا کی، حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں چوموں گا،

اتباع سنت

حب رسول کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے جو اسی پر متفرع ہے، کیونکہ محب صادق کی یہ شناخت ہوتی ہے کہ جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو، خود بھی اس کو پسند کرے، حضرت انسؓ کو آن حضرتؐ کی ذات ستودہ صفات سے جو عشق تھا، اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آن حضرتؐ کے اقوال وافعال کی پوری طور سے تقلید کریں، چنانچہ حضرت انسؓ کی زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں،

اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمۂ توحید کے بعد نماز ہے، آن حضرتؐ جس خضوع وخشوع اور جن آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے، صحابہؓ کوشش کرتے تھے کہ خود بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوں، چنانچہ متعدد صحابہؓ آن حضرتؐ کی نماز سے ملتی ہوئی نماز پڑھتے تھے، لیکن حضرت انسؓ نے حامل وحی کے طرز وطریقہ سے جو مشابہت اختیار کی تھی وہ اک چراغ ہدایت تھا جو نبوت کے قلب منور سے حضرت انسؓ کے قلب مصفا میں روشن ہوا تھا، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت انسؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیم (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو آن حضرتؐ کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا،

نماز کے ماسوا آن حضرتؐ کا ہر قول اور ہر فعل صحابہ کی نگاہ میں تھا، حضرت انسؓ نے دس سال تک ناطق وحی کی خدمت انجام دی ہے، اور ہمیشہ ساتھ رہے ہیں، ایسی حالت میں رسول اللہؐ کا

کوئی عمل ایسا نہ تھا حضرت انسؓ سے مخفی رہ سکے، آں حضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے یا اپنے طریقِ عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے، حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے، جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی، تو اپنے حافظہ سے اپنی امانت طلب کرتے، اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے، خلیفۂ دمشق نے حضرت انسؓ کو شام میں طلب کیا تھا وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا، شاگردوں اور نیازمندوں کو آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی، اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے، آبادی سے باہر ایک میدان پڑتا ہے حضرت انسؓ کا اونٹ اسی طرف سے آرہا تھا، نماز کا وقت تھا، اور حضرت انسؓ چوپایہ کے پیٹھ پر خالقِ دوجہان کی حمد و ستائش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رخ نہ تھا، تلامذہ نے یہ حالت دیکھی تو استعجاب کے لہجہ میں پوچھا کہ کس طرح آپ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے آں حضرتؐ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا،

ابراہیم بن ربیعہ، حضرت انسؓ کے حضور میں آئے نماز کا وقت تھا حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یادِ الٰہی میں مصروف تھے، اور ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا کہ آپ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں، میں نے اس طرح آں حضرتؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، (آں حضرت صلعم نے اپنی حیاتِ اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی، ایک کپڑے سے ادا فرمائی تھی، دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحہ ۱۵۹)

آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لئے چراغِ ہدایت تھا، حضرت انسؓ اسی کی روشنی میں شاہراہِ عمل پر قدم رکھتے تھے، فرائض سے گذر کر واجبات و سنن تک اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، قربانی ہر صاحبِ استطاعت پر ضروری ہے، حضرت انسؓ رئیس اعظم تھے، جس قدر جانور چاہتے ذبح کر سکتے تھے، لیکن خیر القرون میں متابعت رسول کا درجہ، نام و نمود سے بالاتر تھا، وہاں قربانی شہرت کے لئے نہیں بلکہ ثواب کے لئے ہوتی تھی آں حضرتؐ نے دو جانور قربانی کئے تھے، حضرت انسؓ پر اس کا اس قدر اثر تھا کہ وہ بھی دو ہی کرتے تھے،

حضرت انسؓ کے ایام صبا میں آں حضرت صلعم کا گذر لڑکوں کی طرف ہوا تھا، تو آپ نے السلام علیکم فرمایا تھا

حضرت انسؓ نے باوجودیکہ اس وقت صغیر السن تھے، اس واقعہ کو یاد رکھا اور زندگی کے زمانۂ مستقبل میں یہ سنت ادا کرکے، اپنے مناقب و اعمال میں ایک اسوۂ حسنہ کا بیش بہا اضافہ فرمایا،

اظہارِ حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے اوصاف میں بہت نمایاں ہیں، آنحضرت صلعم، خلافت شیخین کے بعد جو والیانِ دیار و امصار مقرر ہوئے نہایت حدیث السن اور اسلامی تعلیم سے بالکل بیگانے تھے، اس لئے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے، جو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف تھے، اصحابِ رسول اللہ نے جنہوں نے اپنی جان بیچکر اسلام کا سودا کیا تھا، اس طرز کو کیونکر پسند کر سکتے تھے، ایسی صورت میں ان کے جوشِ ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا جس سے وہ بلا لومۃ لائم اظہارِ حق پر آمادہ ہو جاتے تھے، حضرت انسؓ، آنحضرت صلعم کے بعد زمانۂ دراز تک بقیدِ حیات رہے، بڑے بڑے جبار اور قہار امرائے ان کو سابقہ پڑا، یہ ظالم بالاعلان احکامِ شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے، سنتِ نبویؐ کو پامال دیکھ کر وہ آپے سے باہر ہو جاتے تھے، اور مجمعِ عام میں ایسے امراء کو تنبیہ کرتے تھے،

بوریٰ ہا عبید اللہ بن زیاد نے کہ مجسمۂ کبر و نخوت تھا اور یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگایا، وہ ملعون ہاتھ میں ایک چھڑی لئے تھا، آنکھ پر مارتا اور آپ کے حسن کی نسبت نالائم الفاظ زبان سے نکالتا تھا، حضرت انسؓ مجبور تھے، اس کا کیا کر سکتے تھے، آخر نہ دیکھا گیا، غصہ سے بیتاب ہو گئے زبان کو حرکت دی اور کہا، کہ "یہ چہرہ آنحضرتؐ کے چہرے سے مشابہ ہے"،

حجاج بن یوسف ثقفی کہ سطوت و جبروت کا دیوتا تھا، اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا، حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کرنے کی ممانعت آئی ہے، حضرت انسؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے اس کو منع کیا ہے!

حکم بن ایوب، حکومتِ امویہ کا ایک امیر تھا، اس کی سفاکی انسانوں سے متجاوز ہو کر حیوانوں

تک پہونچی تھی، ایک دفعہ حضرت انسؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی کے پاؤن
باندھ کر لوگ نشانہ لگا رہے ہین، جب تیر لگتا ہے تو بے اختیار پھڑپھڑاتی ہے، حضرت انسؓ یہ دیکھ کر برہم ہوئے
اور لوگون کو اس حرکت پر تنبیہ کی؎

عمر بن عبدالعزیز ایام شاہزادگی مین، دولت امیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اور چونکہ خاندانِ
شاہی مین پرورش پائی تھی، اس لئے مواظبت مین درک نہ تھا، تاہم رواج زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے
تھے، اور اس مین بہت سی بے عنوانیان ہوتی تھین، حضرت انسؓ ہمیشہ ان کو ٹوکتے تھے، بار بار ٹوکنے پر انھون نے
حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیون مخالفت کرتے ہین؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم
کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے، اگر آپ اسی طرح پڑھائین تو میری عین خوشی ہے، اور اگر وہ صورت نہ اختیار
کی گئی، تو آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھون گا؟ عمر بن عبدالعزیز کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی، ان جملون نے
خاص اثر کیا، اور اسرار دین سیکھنے کی طرف توجہ صرف کی، حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کے لئے اور کون
موزون ہو سکتا تھا، کچھ دنون کی صحبت مین ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ حضرت انسؓ کو بھی اپنا خیال تبدیل
کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، قعدہ و قیام کی موزونیت دیکھ کر حضرت انسؓ کے منہ سے بے ساختہ نکلا، کہ اس
لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز آن حضرتؐ کی نماز سے مشابہ نہین ہے!

حضرت انسؓ جس جرأت سے امراء کے دربار مین کام لیتے تھے، اسی شدت و سختی سے عوام اور تلامذۂ
خاص کو بھی متنبہ کرتے تھے، اظہار حق کے باب مین امرا اور غربا دونون کا درجہ مساوی ہوتا تھا، خلیفہ عبدالملک
اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی، دمشق بلایا تھا، وہان سے واپسی کے
وقت فج الناقہ پہونچکر عصر کا وقت آیا، چونکہ راہ سفر ابھی ختم نہ ہوئی تھی، حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور
اپنے خیمہ مین تشریف لے گئے، باقی تمام آدمیون نے دو اور بڑھا کر چار رکعتین پوری کین، حضرت انسؓ کو
معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے، اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے

صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۵

کیون فائدہ نہین اُٹھاتے ہین مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ ایک زمانہ مین لوگ دین مین بال کی کھال نکالین گے، اور تعمق سے کام لین گے، لیکن حقیقت مین وہ بالکل کورے رہین گے،

ایک اور دفعہ کچھ لوگ نماز ظہر پڑھ کر حضرت انسؓ کی مُلاقات کو آئے، اُنھون نے کنیز سے وضوء کے لئے پانی مانگا، لوگون نے کہا کہ کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی، حاضرین مین سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہین امراکی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی دیکھ کر حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا، اور سب سے خطاب کرکے کہا کہ وہ منافق کی نماز ہوتی ہے ابیکار بیٹھا رہتا ہے اور نماز کے لئے نہین اُٹھتا، جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے جلدی سے اُٹھ کر مرغ کی طرح چار چونچین مارتا ہے جس مین یاد الٰہی کا بہت تھوڑا حصّہ شامل ہوتا ہے،

امر بالمعروف

حق گوئی کے بعد مگر اس سے متصّل امر بالمعروف کا رتبہ ہے، قرآن مجید مین جہان پیروانِ دینِ حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے، امر بالمعروف کو امّت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے، حضرت انسؓ مین یہ وصف خاص طور پر پایا جاتا ہے،

عبید اللہ بن زیاد کی مجلس مین ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا، اس نے حوض کوثر کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا، حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی، ان کا ولولۂ امر بالمعروف کب چین لینے دیتا تھا، لوگون سے کہا کہ اسے مین جا کر سمجھاؤنگا؛ عبید اللہ کے ایوان امارت مین پہونچے اور فرمایا کہ آپ کے ہان حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا؟ اس نے کہا جی ہان! کیا آنحضرتؐ نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث پڑھی اور مکان واپس تشریف لائے،

ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیر کو کچھ اطلاع ملی، (غالباً سازش کی خبر مراد ہے) اس نے انصاری کو اس جرم مین ماخوذ کرنا چاہا، لوگون نے حضرت انسؓ کو خبر کی، وہ سیدھے دار الامارۃ کی طرف روانہ ہوئے، امیر تخت پر بیٹھا تھا حضرت انسؓ نے سامنے پہونچکر حدیث پڑھی کہ آنحضرتؐ نے انصار کے

امراء کو وصیت کی ہے، کہ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جائے، ان کے اچھوں سے سلوک کا اور بروں سے درگذر کا برتاؤ کیا جائے، حدیث نبوی کا مصعب پر اس قدر اثر ہوا کہ تخت سے ہٹ گیا اور فرش پر اپنا رخسار رکھکر کہا کہ آنحضرتؐ کا فرمان سر آنکھوں پر اس انکو چھوڑتا ہوں،

حضرت اُبیّ بن کعبؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات اُبیّ نام، ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت، سید القراء، سید الانصار، سید المسلمین اور الملئی القاب قبیلۂ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے ہیں، جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا، (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی) سلسلہ نسب یہ ہے،

اُبیّ بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار، والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابو طلحہؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں، اس بنا پر حضرت ابو طلحہ اور حضرت اُبیؓ پھوپھی زاد بھائی تھے،

جیسا کہ اوپر گذر چکا حضرت اُبیؓ کی دو کنیتیں تھیں، ابو المنذر اور ابو الطفیل، پہلی کنیت ان کی آنحضرت صلعم نے رکھی تھی، اور دوسری حضرت عمرؓ نے، ان کے ایک بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی

حضرت اُبیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انسؓ بن مالک کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے ہی نوشی، اُبیّ بن کعبؓ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، اور حضرت ابو طلحہؓ نے ندیموں کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت اُبیّ بن کعبؓ اس کے ایک ضروری رکن تھے،

اسلام مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے، اسی مذہبی

---

(۱) مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۱،

واقفیت نے اُن کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا، چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جاکر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی، اُن میں حضرت ابیؓ بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے،

مواخاة — ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں جو برادری و مواخاة قائم ہوئی تھی اس میں اُن کی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، مواخاة ہوئی،

غزوات، اور عام حالات — حضرت ابیؓ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لیکر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوۂ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، آنحضرت صلعم نے ایک طبیب بھیجا، اُس نے رگ کاٹ دی پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا، حضرت ابیؓ نے عہد رسالت سے لیکر خلافت عثمانی تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں، ۹ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آنحضرتؐ نے تحصیل صدقات کے لئے سوبہ کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے، تو حضرت ابیؓ بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ، اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر گئے اور نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی، چنانچہ ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور سامنے لاکر کھڑے کر دیے، کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کریں، حضرت ابیؓ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا، جس کو اس نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے، اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت ابیؓ نے کہا یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلے چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت صلعم جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا، وہ اس بات پر راضی ہوگیا، اور حضرت ابیؓ کے ساتھ اس اونٹنی کو لیکر مدینہ آیا، اور آنحضرتؐ کے سامنے تمام قصہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ "اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دیدو قبول کر لی جائیگی، اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا، اس نے منظور کیا، اور اونٹنی آپ کے حوالہ کر کے

لہ مسند حنبل ج ۵ ص ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۱۵

اپنے مکان واپس آیا،[۱]

سلہ میں آں حضرتؐ نے انتقال فرمایا، اور حضرت ابوبکرؓ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے اور ان کے اس عہد میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی، حضرت ابیؓ اس کے سرگروہ تھے، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لئے جابجا کسی کسی آیت پر مذاکرہ و مباحثہ رہتا تھا، سورہ براۃ کی یہ آیت (ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون) لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابیؓ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول اللہؐ نے اور پڑھائی تھیں، سب سے اخیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم ہے،[۲]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ ان کے جانشین ہوئے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سیکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا، جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے، یہ مجلس (کونسل) الخ مہاجرین کے مقتدر اصحاب سے مرکب تھی، جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعب بھی ممبر تھے،[۳]

خلافت فاروقی میں حضرت ابیؓ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس و تدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمرؓ ان سے استصواب فرماتے تھے،

حضرت ابیؓ اگرچہ حضرت عمرؓ کے تمام عہد خلافت میں مسند افتاء پر متمکن رہے لیکن اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انھوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا،[۴]

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب کو امامت

---

[۱] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۲، [۲] مسند احمد ج ۵، ص ۱۳۴، [۳] کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۴، [۴] ابن سعد ص ۳۳ ج ۳،

کے لئے منتخب فرمایا۔[۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سریر خلافت پر جلوس فرمایا تو قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو گیا تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا، اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعب، عبد اللہ بن مسعود، اور معاذ بن جبل، سب نے قرآن پڑھا تو لہجہ وتلفظ میں اختلاف نظر آیا، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں،

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ کار اہم تفویض فرمایا، تو اب کی بھی حضرت ابی بن کعبؓ اس مجلس کے رئیس تھے، قرآن کے الفاظ حضرت ابیؓ بولتے، اور زید لکھتے تھے، اس لحاظ سے آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں حضرت ابیؓ کی قرأت کے مطابق ہیں،[۲]

وفات — ۳۵ھ میں عمر طبعی کو پہونچکر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے،

آل واولاد — حضرت ابیؓ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل[۱]، محمد[۲]، عبد اللہ[۳]، ربیع[۴]، ام عمر[۵]، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے،

حضرت ابیؓ کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے، وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے،

حلیہ — حضرت ابیؓ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا،

اخلاق وعادات — مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا،

---

[۱] صحیح بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح، [۲] کنز العمال ص ۲۴۳، ۲۸۳ ج ۱، [۳] نزہتہ الابرار قلمی [۴] طبقات ص ۵۵

اور کنگھی کرتے وقت اسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری میں اگرچہ سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے تاہم کنیز سر کے بال بناتی تھی،

مزاج تیز تھا، اور جب غصہ آجاتا تھا، تو اس میں، کسی کا خیال نہیں کرتے تھے،

انھوں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سنا تو پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھا؟ اس نے حضرت ابیؓ کا نام لیا، حضرت عمرؓ اس کو ساتھ لیکر ان کے مکان تشریف لائے اور استفسار کیا، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہؐ کے منہ سے آپ نے سیکھا ہے؟ جواب دیا جی ہاں، حضرت عمرؓ نے اس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت ابیؓ کو غصہ آگیا، بولے "واللہ یہ آیت خدا نے جبریلؑ پر نازل کی تھی اور جبریلؑ نے قلب محمدؐ پر نازل کی، اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمرؓ کانوں پر ہاتھ رکھکر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے[۱]

اسی طرح ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا حضرت عمرؓ نے کہا ابیؓ کو بلاؤ، وہ آئے تو وہ آیت پڑھی، انھوں نے پڑھ کر حضرت عمرؓ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا اور حضرت ابیؓ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابیؓ نے کہا، واللہ مجکو رسول اللہؐ نے اسی طرح پڑھایا تھا، حضرت عمرؓ نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں[۲]

حضرت ابو الدرداءؓ شامیوں کی ایک جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لے آئے اور ان لوگوں نے حضرت ابیؓ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی، انھوں نے ٹوکا، اس نے کہا مجھے ابیؓ بن کعب نے پڑھایا ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابیؓ کو بلا لاؤ، اس وقت حضرت ابیؓ اپنے ہاتھ سے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، یہ پہونچے اور کہا

۱؎ کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷، ۲؎ ایضاً ص ۲۸۵ ج ۱،

امیر المومنین بلاتے ہیں، انھون نے پوچھا کیا کام ہے، انھون نے واقعہ بیان کیا حضرت ابیؓ ان دونون پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے غصہ زیادہ تھا، اسی طرح دامن چڑھائے او ہاتھ مین چادر لئے ہوئے، حضرت عمرؓ کے پاس چلے آئے حضرت عمرؓ نے اون سے اور زید بن ثابت سے آیت پڑھوائی دونون کی قرأت مین اختلاف تھا حضرت عمرؓ نے زیدؓ کی تائید کی حضرت ابیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمرؓ! تم خوب جانتے ہو کہ مین رسول اللہ کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے، واللہ اگر آپ کہین تو مین گھر مین بیٹھ رہون، نہ کسی سے بولون اور نہ درس قرآن دون یہان تک کہ موت میرا خاتمہ کردے، حضرت عمرؓ نے کہا نہین جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھائیے۔

نہایت آزاد اور خوددار تھے، ابن عباسؓ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ مین ایک آیت پڑھتے ہوئے جارہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابن عباسؓ ٹھہرے رہو، مڑکر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے۔ فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ اور ابیؓ بن کعب سے پوچھنا کہ فلان آیت آپ نے اس طرح پڑھی ہے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابیؓ کے مکان تک پہونچے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی تشریف لائے، اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو سب کے سب اندر پہونچے، حضرت ابیؓ بال سنوار رہے تھے، اور دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمرؓ کو گدے پر بٹھایا گیا حضرت ابیؓ کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی، وہ اسی حالت مین بیٹھے رہے، اور متوجہ نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے کہا دیکھو یہ ہم کو کچھ نہیں سمجھتے! تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوئے اور کہا مرحبا یا امیر المومنین میری ملاقات کے لیے تشریف لائے یا کوئی اور غرض بھی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کام سے آیا ہون، حضرت عمرؓ نے ایک آیت پڑھی اور کہا یہ تو بہت سخت ہے، (یعنی تلفظ میں) انھون نے کہا مین نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبریلؑ سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے،

کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۵

حضرت عمرؓ نے کہا آپ احسان جتانا چاہتے ہیں لیکن مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی

حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ میں ایک باغ کی بابت جھگڑا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ امیر المومنین تھے حضرت ابیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد حکومت میں یہ باتیں، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں یہ میری نیت نہ تھی، آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے، فیصلہ کرالیں، میں راضی ہوں، انھوں نے کہا کہ زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہو، حضرت عمرؓ نے کہا بہتر حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ پر مقدمہ دائر کیا، حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے، اور تمام ملک ان کے زیر نگین تھا، تاہم ایک فریق کی حیثیت سے زید بن ثابت کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت ابیؓ نے دعویٰ کیا، حضرت عمرؓ کو انکار تھا، انھوں نے مدعی سے کہا آپ بھولتے ہیں، یاد کیجئے، حضرت ابیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ اب مجھے کچھ یاد نہیں آتا، ان کا بیان ختم ہوا تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی، زیدؓ نے حضرت ابیؓ سے کہا کہ آپ کے پاس ثبوت کیا ہے، انھوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو لو،[1]

طبیعت غیور پائی تھی، ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور کہا فلاں آدمی اسے باپ کی عورت (یعنی سوتیلی ماں ہوگی) سے ہم بستر ہوتا ہے، حضرت ابیؓ موجود تھے بولے کہ میں تو اس شخص کی گردن مار دیتا! آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا اور کہا ابیؓ کس قدر غیرت مند ہیں لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں، اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے،

بڑے مہمان نواز تھے، ایک بار زر بن مالکؓ ملاقات کو آئے تو بولے کیا کھاؤ گے انھوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جا کر ستو لائے اور خوب پیٹ بھر کر کھلایا، زر بن مالک آنحضرت صلعم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے،[2]

---

[1] کنز العمال ص ۱۴۳ ج ۳ [2] کنز العمال ص ۱۶۵ ج ۵

علم وفضل

حضرت اُبی بن کعب کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، عین اُس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم تھا، حضرت اُبیؓ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دوکان سجاتے تھے، اور اس پر ان کو فخر تھا، انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن سمجھنے، حفظ وقرات میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت تھی یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلعم ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے،

جلالت علمی

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی واقفیت تامہ رکھتے تھے، تورات انجیل کی رموز دانی میں جو کامل حاصل کیا تھا، آنحضرت صلعم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہاں کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ ان کی تعظیم کرتے، ان سے ڈرتے اور خود ان کے گھر پر مسائل پوچھنے جاتے تھے،

حضرت عبداللہؓ بن عباس جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، اُبیؓ بن کعب کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے،

حضرت اُبیؓ کا فضل وکمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، انھوں نے حامل وحی سے اس قدر سیکھا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابہ کرام میں (حضرت ابوبکرؓ کے سوا) کوئی شخص نہ تھا، جو آنحضرت صلعم کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو، ایک حضرت اُبیؓ بن کعب کی علمی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی،

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے، لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا، یہ ہیں، قرآن، تفسیر، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، حدیث، فقہ، اور ہم انھیں علوم میں اپنی بساط کے موافق ان کے کمالات دکھائیں گے،

قرآن مجید

سب سے پہلے ہم قرآن مجید کا ذکر کرتا ہے، اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت اُبیؓ اس کو کس نظر سے

دیکھئے، حضرت اُبیؓ مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، کہ درحقیقت یہی چیز تھی جس نے اِن کو اجتہاد کی مسند پر بٹھایا تھا، ایک دن رسُول اللہ صلعم نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے، حضرت اُبیؓ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرتؐ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اُبیؓ تمھیں یہ علم مسرور کرے!!

اِس واقعہ سے تم نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے، اب خود انکی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا قرآن کو دلیل راہ بناؤ، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسُول اللہ صلعم نے یہی چیز تمھارے لئے چھوڑی ہے اس میں تمھارا اور تمھارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ مابعد میں ہوگا، سب حال درج ہے"،

حضرت اُبیؓ نے اِس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے،

(۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے،

(۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے،

(۳) اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں، جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمی محفل کیلئے نہیں،

(۴) اس میں تمام قوموں کی تاریخ کا کافی تذکرہ ہے،

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اُس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہو سکتا ہے،

حضرت اُبیؓ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا، چنانچہ جب رسول اللہؐ مدینہ میں ورود فرما ہوئے، تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت اُبیؓ تھے،

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوتیں، وہ حفظ کر لیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا، صحابہ میں ۵ بزرگ تھے جنھوں نے

آنحضرت صلعم کے عہد مقدس مین پورا قرآن یاد کیا تھا لیکن حضرت اُبیؓ ان سب مین ممتاز تھے، اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم اس باب مین ان کی مدح کرتے تھے،

حضرت ابیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلعم کے منہ سے یاد کیا تھا، آنحضرت بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت اُبیؓ بے روک ٹوک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے، اس کے ساتھ ہی بعض اوقات آنحضرتؐ خود ابتداءً فرماتے تھے، یعنی بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ مین تمھیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہون جس کی نظیر توراۃ وانجیل مین ہے، اور نہ قرآن مین، یہ کہکر باتون مین مصروف ہوگئے حضرت اُبیؓ کہتے ہین میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلعم بیان فرمائین گے، گھر جانے کے لئے اٹھے تو مین بھی ساتھ ہولیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتین شروع کر دین، اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، مین نے کہا ہان وہ سورہ بتا دیجئے آپ نے بتا دی[1] چنانچہ ایک بار آنحضرتؐ نے نماز فجر پڑھائی، اس مین ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت اُبیؓ نماز مین شروع سے شریک نہ تھے، بیچ سے شریک ہوئے تھے، نماز ختم کر کے آنحضرتؐ نے لوگون سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے تو پوچھا، ابیؓ بن کعب ہین؟ حضرت ابیؓ نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلان آیت نہین پڑھی، کیا منسوخ ہوگئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا نہین مین پڑھنا بھول گیا، اس کے بعد فرمایا مین جانتا تھا کہ تمھارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہین ہوا ہوگا[2]

ان باتون کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت اُبیؓ کے سمجھ مین نہ آتا، تو وہ اور صحابہ کی طرح خاموش نہین رہتے تھے، وہ آنحضرتؐ سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے، اور جب سمجھ مین آجاتا تب اٹھتے، مسجد نبوی مین عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی اور چونکہ وہ قبیلہ ہذیل سے تھے، ان کی قرأت علیحدہ تھی

[1] مسند احمد ص ۱۴۲ ج ۵ [2] مسند احمد ص ۱۲۳ و ۱۴۲ ج ۵

ابی بن کعب نے سنا تو کہا، آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی ہے؟ بیشے تو رسول اللہ سے اس طرح پڑھی ہے، انھوں نے کہا مجھکو بھی رسول اللہ نے پڑھایا ہے حضرت ابی کہتے ہیں کہ اسوقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا، اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں میں ابن مسعود کو لیکر آنحضرت کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرے اور ان کے درمیان قرأت میں اختلاف ہو گیا ہے، آن حضرت صلعم نے مجھ سے آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر ابن مسعود سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، میں نے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا یا رسول اللہ! دونوں ٹھیک پڑھتے ہیں کیونکر؟ آن حضرت صلعم سے اسقدر کد و کاوش پر حضرت ابی پسینہ پسینہ ہو گئے تھے، لیکن طلب علم کے شوق سے مجبور تھے آن حضرت نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور کہا الہی ابی کا شک دور کر! دست مقدس کی تاثیر تسلی بن کر قلب میں اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہو گئی،

حضرت ابی کا خاص فن، قرأت ہے، اس فن میں ان کو یہ کمال تھا کہ خود آن حضرت صلعم نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی، صحابہ میں چند بزرگ تھے جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کردی تھی، ان میں حضرت ابی بن کعب کی نسبت آن حضرت نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، واقرأهم ابی بن کعب یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں!

رسول اللہ کے بعد حضرت عمر نے اس جملہ کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ "سب سے بڑے قاری ابی ہیں" ایک شام گئے اور جابیہ میں اپنا مشہور و معروف خطبہ دیا تو کہا، من اراد القرآن فلیات ابیا یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے[1]،

فن قرأت میں حضرت ابی کو جو دخل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ کرتا تھا، چنانچہ جس سال آپ نے وفات فرمائی حضرت ابی کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبریل نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے۔

[1] کنز العمال ص ۱۴۷ ج ۲

رسول اللہ پر جو سورۃ نازل ہوتی حضرت ابیؓ کو سناتے اور یاد کراتے تھے، سورۂ لم یکن نازل ہوئی تو فرمایا، کہ خدا نے تمکو قرآن سنانے کا مجھے حکم دیا ہے، انھون نے کہا کیا خدا نے میرا نام لیا، رسول اللہؐ نے فرمایا ہان، حضرت ابیؓ یہ سنکر فرط خوشی مین بے اختیار رو پڑے،

عبد الرحمن بن ابی ابزی، حضرت ابی بن کعب کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا یا ابا المنذر! (حضرت ابیؓ کی کنیت ہے) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیون نہین! خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون[1]!

قرأۃ ابی

اسی قرأت دانی کا نتیجہ تھا کہ ان کے نام کیطرف ایک قرأت خاص طور پر منسوب ہوئی جس کا نام قرأت ابیؓ ابن کعب تھا، اہل دمشق اسی قرأت مین قرآن مجید پڑھتے تھے،

حضرت ابیؓ کی قرأت، ان کے مرتبہ کے لحاظ سے اگرچہ عالمگیر ہونا چاہئے تھی، لیکن اس وقت تک کثرت سے رواج نہ پا سکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھین اس مین موجود تھین، حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابیؓ ہم مین سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہین، لیکن ہمکو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، ان کو یہ اصرار ہے کہ انھون نے جو کچھ سیکھا، رسول اللہ سے سیکھا ہے، اور یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتین منسوخ ہو چکی ہین، اور ان کو اس کا علم نہین ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیون کر قائم رہ سکتے ہین[2]

لیکن بعد مین اس کی اصلاح ہو گئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین جب قرآن مجید کو جمع کیا تو اس مین منسوخ شدہ آیتون کا خاص خیال رکھا، اس کا نتیجہ ہوا کہ بہت جلد اس کی قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کر لی، اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی، حضرت ابیؓ کی قرأت پر مجتمع ہو گئے،

(۱) مسند احمد ص ۱۲۳ ج ۵، (۲) ایضاً ص ۱۱۳ ج ۵،

حضرت اُبیؓ نے انتقال فرمایا تو اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام بنے رہے، حضرت ابوہریرہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ،

قراءِ سبعہ میں سے نافع بن عبدالرحمٰن ابو ردیم مدنی، حضرت ابوہریرۃؓ کے سلسلہ سے اور عبداللہ ابن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطہ سے، حضرت اُبیؓ بن کعبؓ کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں

درس وتدریس | حضرت ابی بن کعبؓ کا مدرسۂ قرأت، دنیائے اسلام میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عرب و عجم، روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رُخ کرتے اور ان کے درسگاہ قرأت سے فیضیاب ہوتے تھے،

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لیکر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت اُبیؓ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابو درداء انصاریؓ شام میں تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے، وہ اس درجہ کے شخص تھے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جن ۵ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا، ان میں انکا بھی شمار تھا، لیکن بااین ہمہ وہ حضرت اُبیؓ کی قرأت سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لیکر حضرت اُبیؓ کی خدمت میں آئے، خود قرآن پڑھا، اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا،

حضرت اُبیؓ اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے لیکن چونکہ مزاج تیز تھا اس لئے بہت جلد ان کا حلم وتحمل، غیظ وغضب سے بدل جاتا تھا، اس بنا پر تلامذہ خاص، کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلا نہ اٹھیں، زربن حبیش، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد رشید تھے، اور حضرت اُبیؓ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے، مگر ہمت نہ پڑتی تھی، ایک دن ایک سوال کیا تو اس تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیے، میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت اُبیؓ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہجائے،

اسی وجہ سے اُن کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتون کا جواب نہین دیتے تھے بلکہ ناراض ہوتے تھے، مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ ایسا ہوا بھی ہے؟ اُنھون نے کہا نہین، فرمایا ابھی ٹھہرئے جب ایسا واقعہ پیش آئیگا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی،

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے، اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا کہ اگر آن حضرت صلعم کی تمام بیویان قضا کر جاتین تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہین؟ اُنھون نے کہا کر سکتے تھے، زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنۢ بَعۡدُ، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ آن حضرت صلعم کے لئے عورتون کی ایک قسم حلال تھی، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲)

مجلس درس مین رعب و داب قائم ہونے کا یہ اثر تھا کہ ان کے تلامذہ ان کا خاص احترام کرتے تھے، حضرت اُبیؓ کے علاوہ اور صحابہ بھی ارباب حلقہ تھے، لیکن وہان اُستاد اور شاگرد مین یک گونہ مساوات تھی لیکن، حضرت اُبیؓ کے حلقۂ تعلیم مین اُستاد کا ہر پہلو تلامذہ سے علانیہ ممتاز نظر آتا تھا،

حضرت اُبیؓ مجلس یا گھر مین گدّے پر تشریف رکھتے تھے، تلامذہ کے لئے یہ بات حاصل نہ تھی، البتہ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ مراعات روا رکھی جاتی تھی، وہ ان کے ہان کوئی مسئلہ پوچھنے جاتے تو احترام خلافت کا اظہار اسی صورت مین ہوتا تھا، کہ وہ اُن کو اپنے برابر جگہ دیتے تھے،

نشست و برخاست مین یہ تکلف تھا کہ تلامذہ اُن کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوتے تھے، اور اس زمانہ مین یہ دستور بالکل نیا تھا، سلیم بن حنظلہ حضرت اُبیؓ کی خدمت مین مسئلہ پوچھنے آئے، جب وہ اُٹھے تو شاگردون کا تمام مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہوا، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو اُن کو یہ روش ناپسند ہوئی اور حضرت اُبیؓ سے کہا کہ یہ آپ کے لئے فتنہ اور ان لوگون کے لئے ذلت ہے،

پیشتر تلامذہ سے تحائف و ہدایا قبول کر لیتے تھے، اور اس مین کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آن حضرتؐ

کے عہدِ مقدس میں اُنھوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا، طفیل نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی حضرت اُبیؓ اُس کو لٹکا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے اُنھوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اُس کو واپس کر دو، اور اب آیندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا،

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اُس میں بھی ایسی ہی صورت پیش آئی، بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کر لیا، چنانچہ ملک شام کے لوگ قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے اور قرآن لکھوانا چاہا، وہ لوگ حضرت اُبیؓ سے قرآن پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے تھے، کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیتے تھے، حضرت اُبیؓ نے ان لوگوں کو قرآن پڑھایا تھا لیکن ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کی، حضرت عمرؓ اُبیؓ کی قدیم عادت سے واقف تھے، ایک روز دریافت کیا، کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ میں اُن کے ہاں کھانا نہیں کھاتا،

قرأت پڑھاتے وقت حروف، مخارج سے ادا کرانے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی، لیکن اعراب و بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندے جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہو سکتے تھے، اُن کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت اُبیؓ اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے،

آنحضرت صلعم کے زمانۂ مبارک میں حضرت اُبیؓ ایک فارسی کو قرآن پڑھاتے تھے، جب اُس کو یہ آیت پڑھائی (اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْم) اُس سے اثیم نکلتا نہ تھا، وہ یتیم کہتا تھا حضرت اُبیؓ نہایت پریشان تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھی تو خود بھی ان کے شریک حال ہو گئے اُس سے کہا، کہو طعام الظالم، اس نے صاف کہا، آپ نے حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست

کراؤ اور اُس سے حروف نکلواؤ، خدا تم کو اُس کا اجر دیگا،

مصحف اُبی بن کعب | حضرت اُبیؓ نے جس محنت اور جانفشانی سے قرآن مجید پڑھا تھا، وہ تم اُوپر پڑھ چکے ہو، وہ آن حضرت صلعم سے قرآن پڑھتے تھے، اور پھر گھر پر اُس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو تاریخ فن قرأت مین مُصحفِ اُبی کے نام سے مشہور ہے، یہ مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود تھا،

اُس مصحف کی شہرت دور دور تھی، حضرت اُبیؓ کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی مین رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہین، مہربانی کر کے اُٹھا لائیے، اُنھون نے کہا کہ وہ تو حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا،

تفسیر | حضرت اُبیؓ مفسرین صحابہ مین ہین، اور اُن سے اِس فن مین ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہی جس کے راوی امام ابو جعفر رازی ہین تین واسطون سے حضرت اُبیؓ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے،

فن تفسیر مین حضرت اُبیؓ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے جن کی روایتین عموماً تفسیر کی کتابون مین مندرج ہین لیکن بڑا حصہ ابو العالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے، ابو العالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس تھے، جن پر امام رازی کے سلسلۂ روایات کا اختتام ہوتا ہے،

اُس تفسیر کی روایتین ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہین، حاکم نے مستدرک مین اور امام احمد نے اپنے مسند مین بھی بعض روایتون کو درج کیا ہے، حضرت اُبیؓ سے اِس فن مین جو روایتین ہین، دو قسم کی ہین، پہلی قسم مین وہ سوالات داخل ہین جو اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے کئے تھے، اور آن حضرت صلعم نے اِن کے جوابات عنایت فرمائے تھے، دوسری قسم مین وہ تفسیرین ہین جو خود حضرت اُبیؓ کی طرف منسوب ہین،

حضرت اُبیؓ کی تفسیر کا پہلا حصہ جو آنحضرت صلعم سے روایت کیا گیا ہے ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہونچتا ہے، کیونکہ حامل وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کوئی نہین سمجھ سکتا

تھا، اسی وجہ سے اس حصہ میں حضرت ابیؓ کی ذاتی رائے گم ہو گئی ہے،

دوسرا حصہ تمام تر رائے کا مجموعہ ہے، اور اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں، بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے، بعض میں خیالات عصریہ کی جھلک ہے، کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے، اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے،

شان نزول حضرت ابیؓ سے شان نزول کی متعدد روایتیں ہیں، جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں

حدیث صحابۂ کرام میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، ان میں ایک حضرت ابیؓ بن کعب بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں،

وکان اعلا من سمع الکثیر یعنی حضرت ابیؓ ان بزرگوں میں ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن ہوتے تھے، حضرت ابیؓ کے حلقۂ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے،

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، حضرت عمرؓ بن خطاب، ابو ایوبؓ انصاری عبادہؓ بن صامت، ابوہریرہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عباس، سہل بن سعدؓ، سلیمانؓ بن صرد رضوان اللہ علیہم اجمعین، کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے، حضرت ابیؓ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے،

حضرت ابیؓ کے اوقات درس اگرچہ معین تھے، تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی، تو اس کی تشفی فرماتے تھے،

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے

ابیؓ بن کعب سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو یہ محدث جلیل اٹھا اور رسول اللہ کی حدیث لوگوں تک پہونچائی، ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت ابیؓ کی اس شانِ عظمت کا بڑا اثر پڑا۔[1]

روایت حدیث میں، حضرت ابیؓ حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے، وہ باوجود اس کے کہ حامل نبوت کے مقرب بارگاہ تھے، زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ کے حضور میں صرف کیا تھا لیکن باینہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے،

فقہ: صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے، اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت ابیؓ کا بھی ان میں شمار تھا حضرت ابیؓ جب تک قرآن کی مقدس زندگی میں بساط افتاء پر جلوہ فرما ہو چکے تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی حضرت ابیؓ، اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے، لوگ انھیں سے استفتاء کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا،

فتوے آفاقِ عالم سے آتے تھے، اور مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہتے اور سورۃ پڑھنے کے بعد ذرا سا توقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، انھوں نے حضرت ابیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا، کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہو گئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمائے کہ واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے، اور معترضین غلطی پر ہیں[2]

استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ بیشتر قرآن مجید میں غور وخوض کرتے تھے، پھر احادیث کی تلاش

[1] مسند احمد ص ۱۴۰ ج ۵، [2] کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۴،

ہوتی تھی، اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا میں حاملہ تھی، اب وضع حمل ہوا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے، اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو، وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابیؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ سے فتوے پوچھنے کا حال اور ان کا جواب سب ان کے گوش گذار کیا، حضرت ابیؓ نے کہا کہ جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ ابیؓ کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی، اور اگر مجھے پوچھیں تو میں یہیں بیٹھا ہوں، آکر بلا لے جانا، عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی انھوں نے کہا بلا لاؤ، حضرت ابیؓ آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا؟ انھوں نے جواب دیا قرآن سے، اور یہ آیت پڑھی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے، اور میں نے رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو،[1]

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلعم کا گھر مسجد نبوی سے متصل تھا، حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کیجئے، ہم مسجد میں شامل کر دیں گے، حضرت عباسؓ نے کہا یہ تو نہ ہوگا، حضرت عمرؓ نے کہا اچھا تو ہبہ کر دیجئے، انھوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں، اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی، حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانونگا، آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم مانا، حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ بلا رضامندی آپکو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے ان سے خطاب کیا کہ قرآن سے کوئی حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ ابیؓ نے کہا حدیث سے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی

---

[1] کنز العمال ص ۱۶۲، ج ۵،

تو اس کی ایک دیوار کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی، وہ گر پڑی، حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لیکر بنائے، حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے، لیکن حضرت عباسؓ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی، انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں[1]،

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ غزوہ میں گئے تھے، مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا پایا، سوید نے اٹھا لیا، ان لوگوں نے کہا اسے پھینکدو، شاید کسی مسلمان کا ہو، انھوں نے کہا واہ میں ہرگز نہ پھینکونگا، پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا، اس سے تو بہتر ہے کہ میں اس سے منتفع ہوں، کچھ دنوں کے بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت ابیؓ کے پاس آئے، اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا، حضرت ابیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھکو بھی پیش آچکا ہے، میں نے آنحضرت صلعم کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپئے) پائے تھے، آنحضرتؐ نے یہ حکم دیا تھا، کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو، سال گذر گیا تو فرمایا کہ روپئے کی تعداد، تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھو اور ایک سال تک اور انتظار دیکھو، اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا، ورنہ وہ تمھارا ہو چکا[2]،

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں، حضرت ابیؓ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلّے پہننے سے منع کریں (کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی) حضرت ابیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں، خود رسول اللہؐ نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے[3]، (یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنا پر تھا)

طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ ابیؓ کے چند مسائل بھی سننا چاہئیں،

کتاب الصلوٰۃ حضرت ابیؓ قرأت خلف الامام کے قائل تھے، مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی

---

[1] کنز العمال ص ۲۶۹، ج ۴، [2] مسند احمد ص ۱۲۶، ۱۲۷، ج ۵ [3] ایضاً ص ۱۴۳، ج ۵

فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں[1]،

حضرت ابیؓ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا، قرآن میں ہے، وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور یہ ظاہر ہے کہ قرأت سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے، قرآن کو کس طرح سنا جا سکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرأت سری میں مقتدی قرأت کرے اور جہری میں خاموش کھڑا رہے،

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کر رہا تھا، حضرت ابیؓ نے دیکھا تو غصہ ہوئے اس نے کہا کہ میں فحش نہیں بکتا، انھوں نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے[2]،

آنحضرتؐ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، اور سورۂ برأت کی تلاوت فرمائی تھی، یہ سورہ ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھی، اثنائے خطبہ میں حضرت ابیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی، ہم نے تو اب تک نہیں سنی تھی، حضرت ابیؓ نے اشارہ سے کہا کہ خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کو اٹھے، دونوں بزرگوں نے حضرت ابیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، انھوں نے کہا کہ آج تمھاری نماز بیکار گئی، اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس پہونچے اور بیان کیا کہ ابیؓ ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہیں[3]،

کتاب الحدود حضرت ابیؓ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے، کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں، کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں، کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے[4] (اس کا یہ مطلب ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم، اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں)

---

[1] کنز العمال ص ۲۵۳ ج ۴ [2] اصابہ ج ۱ ص ۲۸ [3] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۳ [4] کنز العمال ج ۳

تنبیہ کے متعلق حضرت اُبیؓ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کے رو سے اُس کو کوڑے مارے جائیں اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے حضرت علیؓ بھی اسی خیال کے مؤید تھے،

آثار لااثر ۱ نبیذ (چھوہارون کا شربت) کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہیں لیکن اُبیؓ سے اسکے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے، ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا حضرت اُبیؓ نے کہا نبیذ میں رکھا کیا ہے؟ پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شائد آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں انھوں نے کہا کہ شراب نوشی کی کیسے موافقت کر سکتا ہوں؟[۲]

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہا، صحابیوں، اجتہاد مسائل، اور استنباط احکام کی حیثیت سے حضرت اُبیؓ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا،

لکھنا جانتے تھے | حضرت اُبیؓ لکھنا بھی جانتے تھے، اور یہ اُس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی، چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے تھے، مدینہ منورہ میں جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انھیں کو شرف حاصل ہوا

حضرت اُبیؓ نے کتابت میں ایک ایجاد بھی کی تھی، اُس زمانہ تک کتاب یا فرمان کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، حضرت اُبیؓ نے سب سے پہلے اپنا نام لکھا بعد میں اور بزرگوں نے بھی اُس کی تقلید کی،

حب رسول | بدعات سے اجتناب، جرأت اظہار حق، یہ اوصاف حضرت اُبیؓ میں خاص طور پر موجود تھے عبادت الٰہی کا ذوق و شوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت اُبیؓ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے جوار روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے،

رات کی ہولناک تاریکی میں جبکہ تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشۂ خواب ہوتی تھی

---

[۱] کنز العمال ص ۹۱ ج ۳ [۲] ایضاً ص ۱۰۱

وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبودِ برحق کی عظمت و جلال کے تصور سے سرتاپا عجز و نیاز ہوتے تھے زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا، اور آنکھوں کی اشک باری، اُن کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصّہ میں درود و سلام کا ورد کرتے تھے۔

محبّت رسول کا یہ عالم تھا کہ استنِ حنّانہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا، اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا حضرت اُبیؓ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا[1]

بدعات سے اِس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہؐ کے مقدّس عہد میں نہ ہوتی تھیں، اُن کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے، تراویح کا وقت تھا اور لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کر دیں، حضرت اُبیؓ سے کہا کہ آپ کو امام بناتا ہوں، آپ تراویح پڑھایا کیجئے، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ جو بات پہلے نہیں ہوئی، میں اُس کو کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں، لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے[2]

عبادت میں اُن کو جو حظ حاصل ہوتا تھا وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو، اس کا یہ کرشمہ تھا کہ اُن کا قلب مرتکبِ صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہؐ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ، ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفّارہ ہوتا ہے، حضرت اُبیؓ موجود تھے، پوچھا کہ چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفّارہ ہو جاتی ہیں حضورؐ نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے! حضرت اُبیؓ کا جوشِ ایمان اب اندازہ سے باہر تھا، عذاب و ثواب کا تصور آتش زیرپا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت و جبّاریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی

---

[1] مسند احمد ص ۱۳۷، ج ۵، [2] کنز العمال ص ۲۸۴، ج ۴،

اسی بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا "کاش! مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا!" دعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہونچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کر گئی چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا حرارت معلوم ہوتی تھی،

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جس کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، زید بن سہل بن اسود بن حرام ابن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے، اور وہ مالک ابن عدی بن زید مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو طلحہ کے جدی رشتہ میں تھے، قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب، باب الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا، اور حضرت ابو طلحہؓ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے،

قبل از اسلام ابو طلحہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے، اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے، اور اس کے لئے اون کے ندیموں کی ایک مجلس تھی،[۱]

اسلام

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا یعنی مشکل ۲۰ سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ (حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا، اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا، جس کا آخری اثر یہ مترتب ہوا کہ ابو طلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے

[۱] بخاری ص ۷۴۲ ج ۲،

یہ وہ وقت تھا، جب حضرت مصعب بن عمیر اسلام کے پرجوش داعی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے، مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے مکہ روانہ ہوا تھا اُس میں حضرت ابو طلحہ بھی شامل تھے،

اس بیعت میں حضرت ابو طلحہ کو جو مزید شرف حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ آن حضرت نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا،

مواخاۃ | بیعت کے چند مہینوں کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں مہاجرین و انصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابو طلحہ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح قریشی تھے، جن کو پختگی ایمان کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب مرحمت ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ صلعم نے اُن کو جنت کی بشارت دی تھی،

غزوات | غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابو طلحہ نے اِس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابو طلحہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے، معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو طلحہ کا یہ حال تھا کہ آن حضرت صلعم کے آگے ڈھال سے آڑ کیے سینہ تانے کھڑے تھے، کہ رسول اللہ کی طرف جو تیر آئے اُس کا آماج گاہ خود بنیں اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے،

نفسی لنفسک الفداء! | ووجھی لوجھک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان | اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو

شعر پڑھتے اور تیردان میں سے ایک تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا آن حضرت صلعم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے، ابو طلحہ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے نحری دون نحرک، میرا گلا آپ کے گلے کے پہلے! آن حضرت صلعم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر

۱؎ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۶ و ۲۶۵ و ۲۸۶ مسند حضرت انس بن مالک، بخاری ۶۷۹ فتح الباری ج ۷،

فرماتے فوج میں ابو طلحہؓ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے،

حضرت ابو طلحہؓ نے اُحد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا، وہ بڑے تیرانداز تھے اس دن ۲، ۳ کمانیں توڑی تھیں، اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرات تھے، ایک تو مسلمانوں کی شکست کا خیال، اور دوسرے رسول اللہ کی حفاظت کا مسئلہ، کیونکہ رسول اللہ صلعم کے گرد و پیش اس وقت صرف چند آدمی رہ گئے تھے، حضرت ابو طلحہؓ نے رسول اللہ صلعم کی حفاظت میں انتہائی کوشش صرف کی یہاں تک کہ جس ہاتھ سے وہ رسول اللہ صلعم کا بچاؤ کرتے تھے، شل ہو گیا، مگر انھوں نے اُف نہ کی،

غزوۂ خیبر میں ابو طلحہؓ کا اونٹ آنحضرت صلعم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، وہاں جو معرکہ پیش آیا ابو طلحہؓ اس میں شریک ہوئے، اس غزوہ میں ابو طلحہؓ اس حیثیت سے بھی نمایاں ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے انھیں کو مخصوص فرمایا،[۱]

غزوۂ حنین میں حضرت ابو طلحہؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے، ۲۰-۲۱ کافروں کو قتل کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائیگا، چنانچہ ابو طلحہؓ نے ۲۰، ۲۱ آدمیوں کا اسباب حصہ میں حاصل کیا، آنحضرت کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ھ میں واقع ہوا تھا،

عام حالات رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو حضرت ابو طلحہؓ اس وقت مسجد نبوی میں نہ تھے بلکہ اپنے مکان میں تھے، ادھر صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی قبر کون تیار کرے؟ مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا، لیکن آنحضرت صلعم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانوں میں دو شخص

---

[۱] مسند انس ج ۳ از مسند امام احمد بن حنبل ص ۱۲۱،

تھے جو قبرین کھودتے تھے، مہاجرین مین ابو عبیدہ اور انصار مین حضرت ابو طلحہؓ، حضرت ابو عبیدہ صندوقی اور ابو طلحہؓ بغلی بناتے تھے، غرض دونون کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پہلے پہونچے اس شرف کو حاصل کرے، اور چونکہ آنحضرت صلعم کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے، کہ مہاجرین کے آنے مین دیر ہو اور ابو طلحہ جلد آجائین، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابو طلحہؓ پہونچ گئے اور اپنے ہاتھ سے قبر کھودی، جو بغلی تھی

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابو طلحہ بھی انھین عمدون مین داخل تھے، اس لئے شام کی سکونت انھون نے بھی پسند کی، لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی آستانۂ نبوت کا رخ کرتے، اور مہینون کا سفر طے کرکے رسول اللہ ﷺ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے،

حضرت ابو بکرؓ کا عہد خلافت، حضرت ابو طلحہ نے شام مین گذارا، حضرت فاروقؓ کے زمانۂ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہین بسر ہوا، البتہ حضرت فاروقؓ کی وفات کے قریب وہ مدینہ مین تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظمؓ کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے، کہ جب انھون نے ۶ آدمیون کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگون کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰ آدمی لیکر ان لوگون پر متعین رہیے، اگر چار آدمی ایک طرف ہون، اور دو مخالفت کرین تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر تین برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس مین عبد الرحمن بن عوف نہ ہون، اور اگر تین دن گذر جائین اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجئے،،

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر مین ان ۶ آدمیون کی مجلس شوری قائم ہوئی اور حضرت ابو طلحہؓ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس شورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے سوا کسی دوسرے سے راضی نہ ہو سکتے تھے، چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ تم اپنا معاملہ ان لوگون کے ہاتھ مین نہ دو، اپنا خود فیصلہ کرلو، حضرت علیؓ نے کچھ جواب دیا، ابو طلحہؓ پاس کھڑے تھے، اور یہ باتین سُن رہے تھے، حضرت علیؓ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابو طلحہ نے کہا لم یرع ابا الحسن: اے ابو الحسن خوف نہ کیجئے،

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن عاصؓ اور مغیرہ بن شعبہ بھی آپہونچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابو طلحہؓ نے کچھ نہ کہا، لیکن سعد بن ابی وقاص چھلبلے آدمی تھے، ان سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے یہ لوگ اس لئے آئے ہین کہ مدینہ مین مشہور کرین گے، کہ ہم بھی اصحاب شوری مین تھے، کنکری مارنے پر عمرو اور مغیرہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابو طلحہؓ نے کہا، مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑون مین اُلجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھین! اُس ذات کی قسم جس نے عمرؓ کو وفات دی امین تین روز سے زیادہ کبھی مہلت نہ دونگا! پھر گھر مین بیٹھ کر تماشا دیکھون گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہین؟

اس کے بعد حضرت ابو طلحہؓ نے نہایت خاموش زندگی گذاری، اور عبادتِ الٰہی مین زندگی کے بقیہ ایام پورے کئے،

خانگی حالات حضرت ابو طلحہؓ کے خانگی حالات مین دو چیزین بہت نمایان ہین، نکاح، اور اولاد، ان کا نکاح حضرت ام سلیم سے ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انس کے والد) ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی (ام سلیم) سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہان انھون نے انتقال کیا، حضرت ابو طلحہؓ نے ام سُلیم کو پیام دیا، انھون نے کہا کہ تمھارا پیام رد نہین کرنی، لیکن بات یہ ہے کہ تم کافر ہو اور مین مسلمان، میرا نکاح تمھارے ساتھ جائز نہین، اگر تم اسلام قبول کرلو تو مین نکاح کرلون گی، اور وہی میرا مہر ہوگا! حضرت ابو طلحہؓ مسلمان ہوگئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابتؓ کہتے ہیں کہ مین نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہین سُنا،

حضرت ام سلیم سے حضرت ابوطلحہؓ کی کئی اولادین ہوئین، لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نرہا، حضرت ابوطلحہؓ کے ایک بیٹے کا نام ابوعمیر تھا، اُس کو لال پالنے کا بڑا شوق تھا، اتفاق یہ کہ لال مرگیا، اُس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلعم ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لائے تو اُس کو غمگین پاکر لوگون سے پوچھا کہ آج یہ سُست کیون ہے؟ لوگون نے واقعہ بیان کیا تو آنحضرت صلعم نے اس کے ہنسانے کے لئے فرمایا

یا ابا عمیر ما فعل النغیر، یعنی اے ابوعمیر لال کہان گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنون بیمار رہ کر مرگیا، اُس کی وفات کا واقعہ بھی نہایت پُراثر ہے، ایک دن حضرت ابوطلحہؓ مسجد نبوی آئے اور ادھر وہ فوت ہوگیا، ام سلیمؓ نے اُس کو دفن کرادیا اور گھر والون سے تاکید کی کہ ابوطلحہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، ابوطلحہؓ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیم نے کہا پہلے سے اچھا ہے! ابوطلحہ صحابہ سے باتین کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا، جب صحابہ چلے گئے تو ابوطلحہؓ اندر آئے، اور رات کو میان بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات مین ام سلیم نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی اُس نے لے لی اُس مین کسی کا کیا اجارہ ہے، ابوطلحہ نے انا للہ پڑھا اور صبر کیا، (یہ واقعہ بخاری اور مسلم مین موثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ مین تمام لوگون پر فضیلت رکھتے تھے، انھین سے حضرت ابوطلحہؓ کی نسل چلی، ان کے دو بیٹے تھے، اسحاق اور عبداللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحیٰی تھے، اور یہ سب اپنے عہد مین مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے،

حلیہ | حضرت ابوطلحہؓ کا حلیہ یہ تھا، رنگ گندم گون، قد متوسط، سر اور داڑھی سفید، (خضاب نہین کرتے تھے) چہرہ نورانی،

وفات | عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا حضرت ابوطلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے

ایک دن سورۂ برأت تلاوت فرمارہے تھے، جب اس آیت انفروا خفافا وثقالا پر پہونچے، تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا، گھروالون سے کہا کہ خدانے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، مین جہاد مین جانا چاہتا ہون، سفر کا سامان کردو (دومرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے، گھروالون نے کہا، خداتم پر رحم کرے! عہد نبوی کے کل غزوات مین شریک ہوچکے، ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانہ خلافت مین برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی ہوس باقی ہے؟ آپ گھر مین بیٹھیے ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ مین جائین گے، حضرت ابوطلحہ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، بولے کہ جو مین کہتا ہون اس کی تعمیل کرو، گھروالون نے چار و ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لیکر چل کھڑا ہوا، غزوہ بحری تھا، اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابوطلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے، اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہونچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی

مادر یثرب کا بیٹا سپوت، غربت کی حالت مین جہاز کے تختہ پر بے گوروکفن پڑا تھا، زمین قریب نہ تھی کہ اس کی تجہیز وتکفین عمل مین آتی، ہوا کے جھونکے جہاز کو کسی غیر معلوم سمت کو لئے جاتے تھے آخر ساتوین روز جہاز خشکی پر پہونچا، لوگون نے لاش کو ایک جزیرہ مین اتر کر دفن کیا، لاش بعینہٖ صحیح و سالم تھی،

سنہ وفات مین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۴ھ سال وفات ہے، لیکن اس مین زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے اس کے رو سے ۵۱ھ مین حضرت ابوطلحہؓ نے انتقال فرمایا،

فضل وکمال فضل وکمال مین حضرت ابوطلحہؓ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہ بڑے پایہ کے محدث تھے، اصابہ مین حضرت ابوطلحہؓ کے فضل وکمال کی طرف اس

طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے،

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائلِ اعمال کا بیان نہیں باایں ہمہ کہ مدت دراز تک رسول اللہ کے شرفِ صحبت سے ممتاز رہے، اور رسول اللہ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد (۹۲) سے زیادہ نہ ہو سکی، اس کا اصلی باعث بیانِ حدیث میں احتیاط کو مدنظر رکھنا تھا،

حسب ذیل روایت ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں،

حدیث شریف میں وارد ہے "لاتدخل الملٰئکۃ بیتاً فیہ صورۃ" یعنی جس گھر میں تصویر ہو، وہاں فرشتے نہیں آتے،

حضرت ابو طلحہؓ بیمار ہوئے، عقیدت مندوں کا گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے جس میں تصویر بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کہ کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی نے کہا ہاں، لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں،[۱]

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ کھانا نوش فرما رہے تھے، دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت انسؓ بن مالک بھی تھے، کھانا کھا کر حضرت انسؓ نے وضوء کے لئے پانی منگایا، دونوں بزرگوں نے کہا کہ شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضوء کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں، اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو؟ حالانکہ خود رسول اللہ وضوء کی حاجت نہیں سمجھتے تھے[۲]

حضرت ابو طلحہؓ نے روزہ رکھا تھا، اسی دن برف پڑی وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگوں نے کہا روزہ میں آپ اولے کھا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے، جس کا

---

[۱] حدیث ابو طلحہ ص ۲۸، مسند احمد ج ۴، [۲] مسند ۳۰

حاصل کرنا ضروری ہے[1]

اِن کمالات کے سوا حضرت ابوطلحہؓ کو شعر سخن کا بھی ذوق تھا، میدان جنگ میں تم نے

اِن کو رجز پڑھتے سُنا ہو گا یہ شعر انھیں کا ہے،

انا ابوطلحۃ واسمی زید   وکل یوم فی سلاحی صید

اخلاق | حضرت ابوطلحہ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حب رسول ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمان

جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے ہوں، اور رسول اللہ کے پاس معدودے چند

صحابہ باقی ہوں، حضرت ابوطلحہؓ کا اپنے کو رسول اللہ پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا، رسول اللہ کے سامنے کھڑے

ہو کر کفار کا وار سہنا، حامل نبوت پر جو تیر آئے اس کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار

کر دینا، حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہیں مٹ سکتا،

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ کو آن حضرت صلعم سے خاص خصوصیت تھی، وہ عموماً تمام

معرکوں میں رسول اللہ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ کے اونٹ کے برابر چلتا تھا، غزوہ

خیبر سے واپسی کے وقت، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آن حضرت صلعم کے اونٹ پر سوار تھیں، مدینہ کے

قریب پہونچکر ناقہ ٹھوکر لیکر گری جس کے ساتھ رسول اللہ اور صفیہ زمین پر آرہے، حضرت ابوطلحہؓ سواری سے

فوراً کود پڑے اور رسول اللہ کے پاس پہونچکر پوچھا یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداک انچوٹ تو نہیں آئی؟

حضور نے فرمایا نہیں مگر عورت کی خبر لو، حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے منہ پر رومال ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے

پاس پہونچے، ان کا کجاوہ درست کیا اور اونٹ پر بیٹھایا[2]

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ میں کچھ دشمنوں کا خوف معلوم ہوا، رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوطلحہؓ

کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار منگایا، اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے، حضرت ابوطلحہؓ

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۷۹ و مسند انس، [2] ایضاً ص ۱۸۷

بھی پیچھے پیچھے اسی طرف چلے لیکن ابھی پہونچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرتؐ واپس تشریف لائے، راستہ میں ملاقات ہوئی، فرمایا وہاں کچھ نہیں، اور تمہارا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے۔!

حضرت ابوطلحہؓ کو جو آنحضرت صلعم سے محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی ظاہر ہوتا تھا ان کے گھر میں کوئی چیز آتی، تو رسول اللہؐ کے حضور میں بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ ایک خرگوش پکڑ کر لائے، حضرت ابوطلحہؓ نے اس کو ذبح کیا، اور ایک ران آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجدی، آپ نے اس خلوص پر نظر فرما کر جو ہدیہ کا سبب بنا تھا حقیر نذر قبول کرلی، اسی طرح ام سلیمؓ نے ایک طباق میں چھوہارے بھیجے، حضور نے قبول فرمائے اور ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم فرمائے[۱]

رسول اللہ صلعم بھی اس محبت کی نہایت قدر فرماتے تھے، چنانچہ آپ جب حج کرنے کو مکہ تشریف لائے اور منی میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال، تمام لوگوں میں تقسیم ہوگئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہؓ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دوجہاں کا خزانہ ہاتھ آگیا،

اسی طرح جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے، تو حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا، آنحضرت صلعم نے کچھ چھوہارے چبا کر اپنے لعاب مبارک میں مل دئے، اور لڑکے کو گھٹی دی، لڑکے نے خوب مزے سے گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑے سے دابنے لگا، حضور نے فرمایا دیکھو انصار کو چھوہارے سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آنحضرت صلعم نے عبداللہ رکھا، رسول اللہ کے لعاب مبارک پینے کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ تمام نوجوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے[۲]

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی بنتی ہے

---

[۱] مسند ج ۳ ص ۱۷۱ (مسند انس بن مالکؓ) [۲] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۵ (مسند انس) [۳] ایضاً ص ۲۸۷ ج ۳ (مسند انس)

پی رہے تھے ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی، حضرت انسؓ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو، حضرت انسؓ نے توڑ دیا، (صحیح بخاری ص ۷۷۰ ج ۲) جب یہ آیت نازل ہوئی،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے)،

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہر توڑ دی، اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں، آن حضرت صلعم کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابو طلحہؓ ایسے موقع پر آن حضرتؐ کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا،

بیرحا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار تھا، اور آن حضرت صلعم بہت شوق سے پیتے تھے، یہ اراضی ابو طلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی، (بعد میں اس مقام پر قصر بنی جدیلہ بنا تھا)

ابو طلحہؓ نے جس وقت یہ وقف کیا، آن حضرت صلعم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخ بخ! ذالک مال رابح، ذالک مال رابح، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کردو، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جن میں حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعب تھے، تقسیم کر دیا[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا آن حضرتؐ نے اس کے قیام کا سامان نہ دیکھ کر کہا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابو طلحہؓ نے اٹھ کر کہا میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانیکو نہ تھا صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا حضرت ابو طلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلادو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کردو، اس طور پر وہ کھانا کھا لیگا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھانا کھلایا اور تمام گھر فاقہ سے پڑ رہا، صبح کے وقت آن حضرتؐ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

[1] بخاری مسند احمد ج ۳، ۱۴۱ بخاری مسند انس،

خصاصہ اور ابوطلحہؓ سے کہا رات تمھارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا، (صحیح مسلم ص ۱۹۸ ج ۲)

حضرت ابوطلحہؓ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریاء اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحا کو وقف کرنے آئے تو رسول اللہؐ سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا[1]

اُنھوں نے رسول اللہ کے بعد ۴۰ سال کا سن پایا تھا، یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقرعید کے سوا ۳۶۵ دن میں کوئی دن ایسا نہ تھا بجز بیماری کے ایام کے، جس میں وہ صائم نہ رہتے ہوں

حضرت ابو درداءؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

عویمر نام، ابو درداء کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہیں، نسب یہ ہے، عویمر بن زید بن قیس بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام محبّہ تھا جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھیں،

بعثت نبوی کے زمانہ میں تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا، اسی زمانہ میں عبادت الٰہی کا شوق ہوا، چاہا کہ عبادت اور تجارت دونوں کام انجام پاتے رہیں، لیکن جب تجارت، عبادت میں خلل انداز ہوئی تو اُس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اور رزاقِ کون و مکان کے سفرۂ عام پر آبیٹھے، بعد میں تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے، مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہیں جس میں ۴۰ دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہوں، اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو، لوگوں نے کہا اس کا کیا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے!

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۵ (۱ (مسند انس)

اسلام — یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابودرداؓ باایں ہمہ کمال عقل، دیگر اکابر انصار کے ایک سال بعد سنہ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے، اصل یہ ہے کہ ان کا اسلام تقلیدی نہ تھا، اجتہادی تھا، ممکن ہے کہ یہ ایک سال مزید غور وفکر، اور کاوش وتحقیق میں صرف ہوا ہو،

لیکن قبول اسلام میں یہ یک سالہ تاخیر تمام عمر ان کے لئے تکلیف دہ رہی، فرمایا کرتے تھے، "ایک گھڑی کی خواہش نفس، دیرپا غم پیدا کرتی ہے"،

غزوات اور عام حالات — غزوۂ بدر میں وہ مسلمان نہ تھے، اس لئے اس میں شریک نہ تھے، غزوۂ احد حالت ایمان میں پیش آیا، اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، گھوڑے پر سوار ہوکر میدان میں آئے، آنحضرت صلعم نے ان کی شجاعت وبسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم الفارس عویمر! یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں،

احد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد میں آنحضرتؐ کے ساتھ شرکت کی، حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو آنحضرتؐ نے ان کو ابودرداؓ کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا،

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابودرداؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی کہ یہاں محرومی دیدار کی یاد ہروقت تازہ رہتی تھی نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثان نبوت کا فرض تھا، آنحضرت صلعم سے انہوں نے یہ بھی سنا تھا کہ فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا[۱]، اس بنا پر شام کے دارالحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی،

ان کے سفر شام کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہے، وہ سفر کے لئے بالکل تیار تھے، حضرت عمرؓ سے ترک وطن کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے کہا اجازت تو نہیں دیتا، ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجئے تو منظور کرسکتا ہوں، ابودرداؓ نے کہا میں حاکم بننا ناپسند کرتا ہوں، حضرت

---

[۱] مسند ص ۱۹۹ ج ۵،

عمرؓ نے کہا پھر اجازت کی امید فضول ہے، حضرت ابو درداؓ نے درخواست کی کہ حکومت کے بجائے لوگون کو قرآن و حدیث سکھاؤن گا، اور نماز پڑھاؤن گا، فرمایا یہ البتہ قبول ہے، چنانچہ اس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا،

دمشق مین ان کا وقت زیادہ تر درس، تدریس، احکام شریعت کی تلقین، اور عبادت و ریاضت مین گذرتا تھا، صحابۂ کرام مین اکثر ایسے تھے جن کی زاہدانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات و تکلفات کا رنگ و روغن چڑھ گیا تھا، لیکن حضرت ابو درداؓ اب تک اپنی اصلی بے تکلفی و سادگی پر قائم تھے، حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، ابو موسیٰ، کے مکانون پر جا کر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے، حضرت ابو درداؓ کے گھر پہونچے تو یہان، لاؤ لشکر، خدم و حشم، نقیب و چاؤش، تزک و احتشام، زینت و آرائش ایک طرف، مکان مین چراغ تک نہ تھا، کشور دین و ملت کا تاجدار تاریک مکان مین ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ یہ حالت دیکھی، تو آنکھون مین آنسو بھر آئے، پوچھا اس قدر عسرت سے زندگی گذارنے کا سبب کیا ہے، حضرت ابو درداؓ نے فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دنیا مین ہم کو اتنا ساز و سامان رکھنا چاہئے جتنا ایک مسافر کے لئے درکار ہے، آہ آن حضرت صلعم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے اس پر اثر فقرہ نے یہ عالم کر دیا کہ دونون بزرگون نے روتے روتے صبح کر دی[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین تمام اکابر صحابہ کے نقد وظائف مقرر کر دئے تھے، مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی، حضرت ابو درداؓ مجاہدین بدر مین داخل نہ تھے، تاہم حضرت عمرؓ نے انکا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین امیر معاویہ نے خلیفہ وقت کی منظوری سے ان کو

---

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۸، بحوالہ عسکری

دمشق کا قاضی مقرر کیا، کبھی کبھی جب امیر معاویہ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی وہ ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے، دمشق میں قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں، حافظ ابن عبد البر نے کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث تھے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے،

اہل وعیال

حضرت ابو درداء کے ابواب فضائل میں یہ باب بھی اضافہ کے قابل ہے کہ انکے حبالۂ نکاح میں دو بیویاں آئیں، لیکن دونوں اپنے فضل وکمال میں ممتاز تھیں پہلی کا نام ام درداء کبریٰ خیرہ بنت ابی حدرد اسلمی ہے، اور دوسری کا نام ام درداء صغریٰ ہجیمہ بنت حی وصابیہ تھا

ام درداء کبریٰ مشہور صحابیہ اور نہایت فقیہ، عقلمند اور عبادت گذار بی بی تھیں، ان سے حدیث کی کتابوں میں بہت سی روایتیں مروی ہیں،

ام درداء صغریٰ صحابیہ نہ تھیں، شوہر کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں، امیر معاویہ نے نکاح ثانی کا پیام دیا تھا لیکن قبول نہ کیا، اولاد کے نام حسب ذیل ہیں، بلال، یزید، درداء، ثبیتہ

بلال ابو محمد دمشقی یزید اور خلفائے مابعد کے عہد میں دمشق کے قاضی تھے، عبد الملک نے اپنے زمانہ میں معزول کیا، سنہ ۹۲ھ میں وفات پائی،

درداء صفوان بن عبد اللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف قرشی سے منسوب تھیں جو معزز تابعی اور مکہ کے جلیل القدر خاندان کی یادگار تھے،

حلیہ

حلیہ یہ تھا، جسم خوب صورت، ناک اٹھی ہوئی، آنکھیں شربتی، ڈاڑھی اور سر میں خضاب لگاتے تھے، جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا،

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی ہوتی تھی اس کو پہنتے تھے، عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے،

وفات

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ابو درداءؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ہجرت کا بتیسواں ۳۲ھ سال تھا کہ یہ مسافر کاروانِ سرائے عالم سے وطنِ مالوف کو سدھارا،

وفات کا واقعہ عجیب حسرت ناک تھا حضرت ابو درداءؓ گریہ وزاری میں مصروف تھے، ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے کہا آپ صحابی ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کیوں نہ روؤں، خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو، اسی حالت میں بلالؓ کو بلایا، اور فرمایا دیکھو ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے، اس دن کے لئے کچھ کر رکھنا! موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجاء کے مابین ہوتا ہے، حضرت ابو درداءؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی، شوہر سے کہا کہ تم تو موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے، یہ کہکر روئے پھر فرمایا یہ میرا اخیر وقت ہے کلمہ پڑھاؤ، چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداءؓ اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی،

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام آئے تھے، اُن کا ارادہ تھا کہ یہاں رہ کر علم حاصل کریں گے، لیکن دیکھا تو حضرت ابو درداءؓ بستر مرض پر تھے، پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ میرے وال(د) اور آپ میں جو ارتباط تھا، اُس کی وجہ سے زیارت کو حاضر ہوا، فرمایا جھوٹ بھی کیا بُری شے ہے، لیکن جو شخص استغفار کرلے تو معاف ہوجاتا ہے[1]

حضرت یوسفؓ ان کی وفات تک مقیم رہے، انتقال سے پہلے یوسف کو بُلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کردو، اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان اُمنڈ آیا، گھر سے باہر

---

[1] مسند ۵ ج ۶،

تک آدمی ہی آدمی تھے، اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجکو یہاں سے باہر لے چلو، باہر آکر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ایک حدیث بیان کی، اللہ اکبر! اشاعتِ حدیث کا جوش اُس وقت بھی قائم تھا،

فضل وکمال | ابو دردا، کا شمار علمائے صحابہ اور کبار رجال میں ہے صحابۂ کرام اُن کو نگاہِ عظمت سے دیکھتے تھے،

عبد اللہ بن عمر رض کہا کرتے تھے کہ دونوں باعمل عالموں کا کچھ ذکر کرو (معاذ اور ابو درداء رض)، یزید بن معاویہ کا قول تھا، کہ ابو درداء رض کا علم و تفقہ بہت سے امراض (جہل) کو شفا بخشتا ہے، معاذ بن جبل رض نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابو درداء رض سے علم سیکھنا کیونکہ اُن کے پاس علم ہے، اور حضرت ابو ذر غفاری رض نے ابو درداء رض سے خطاب کر کے کہا تھا کہ ما حملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منک یا ابا الدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے کوئی بڑا عالم نہیں،

مسروق کہ بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے، کہتے ہیں کہ مین نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصوں میں مجتمع پایا، جن میں ایک ابو درداء رض ہیں، یہی سبب ہے کہ گو حجاز میں بھی بڑے بڑے صحابہ مسندِ امامت پر متمکن تھے، تاہم، وہاں سے بھی طالبینِ حق، جوق درجوق اس آستانہ کا رخ کرتے تھے،

درس کے وقت تشنگانِ علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا، مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع ہمرکابی میں ساتھ ہوتا، ایک روز مسجد جارہے تھے پیچھے لوگوں کا اتنا اژدحام تھا، کہ موکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، اُس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہو کر آیا تھا،

حضرت ابو الدرداء رض کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد میں درس کے لئے بیٹھ جاتے تھے

---

١ مستدرک ج ٦ ص ٣٣٤

شاگرد اُن کے گرد ہوتے، اور مسائل پوچھتے، وہ جواب عنایت فرماتے تھے،

درس قرآن | حضرت ابو درداؓ اگرچہ فقہ و حدیث میں بھی ممتاز تھے، لیکن اُن کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا، وہ اُن لوگوں میں تھے جو خود اُن حضرت صلعم کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے، اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لئے نامزد فرمایا، دمشق کے جامع عمری میں یہ قرآن کا درس دیتے تھے اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسۂ اعظم بن گیا تھا، حضرت ابو درداء کے ماتحت اور مدرسین بھی تھے، طلبہ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی، دور دور سے لوگ آآکر شریک درس ہوتے تھے،

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے، اور ہر جماعت ایک قاری کے زیر نگرانی ہوتی تھی، قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے، جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اُس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے، یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے،

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو طالب العلم حلقۂ درس میں نکلے[۱]

دار القراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی، ام درداؓ صغری، خلیفہ بن سعد، راشد بن سعد، خالد بن سعدان تھے، اُن میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے، ام درداء، حضرت ابو درداء کی زوجہ اور قرأت میں یگانۂ روزگار تھیں، قرأت کا فن اپنے شوہر سے سیکھا تھا، عطیہ بن قیس کلابی کو انھیں نے قرأت سکھائی تھی، خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداء کہلاتے تھے، اور شام کے مشہور قاریوں میں انکا شمار تھا، باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے خود حضرت ابو درداءؓ کو قرآن سنایا تھا،

اور اُن کے خاص تلامذہ میں داخل تھے،

تفسیر — علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگرچہ حضرت ابو الدرداء کا نام نامی ان میں شامل نہیں تاہم اُن سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، ان کا قول تھا لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا یعنی انسان تا وقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہو سکتا،[1]

مشکل آیتوں کے مطالب خود آن حضرت صلعم سے دریافت فرماتے تھے، ایک روز دریافت کیا یا رسول اللہ! الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا سے کیا مراد ہے آن حضرت نے فرمایا رویا، صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے،[2]

خود ابو درداء جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق استفسار کرتے تو وہ نہایت شافی جواب دیتے تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا؟[3]

سورۂ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے،

عتل بعد ذالک زنیم، لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن بیان شافی صرف حضرت ابو درداء کی زبان سے ہوتا ہے فرماتے ہیں،

کل رحیب الجوف وثیق الخلق اکول شروب جموع للمال منوع لہ (بڑے پیٹ اور مضبوط خلق والا، کثیر الغذاء، کثیر الشرب، مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورۂ طارق میں ہے، یوم تبلی السرائر زبان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ شے کے ہیں، جن میں عقاید، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں، حضرت ابو درداء نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس تعمیم میں کسی قدر تخصیص کردی، چنانچہ فرمایا کہ

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی ۱۳۱ [2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ص ۲۰۰ ج ۱، [3] کنز العمال بحوالہ ابن مردویہ ص ۱۵۶ ج ۱

خدا نے چار چیزوں کا بندوں کو ضامن قرار دیا ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، طہارت، سرائر انھیں چیزوں کو کہتے ہیں[۱]،

حدیث | کلام الٰہی کے نشر و اشاعت کے بعد صحابہؓ کا سب سے مقدم فرض یہ تھا، حضرت ابو درداؓ اس فرض کو بہترین طریقہ سے انجام دیتے تھے، خود صحابہؓ بھی ان کو اس کا اہل سمجھتے تھے ایک دفعہ انھوں نے سعدان بن طلحہؓ سے ایک حدیث بیان کی، مسجد دمشق میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو آں حضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے، تشریف لائے تو سعدانؒ نے توثیق مزید کی غرض سے ان سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا، حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ ابو درداؓ نے بالکل صحیح کہا، میں خود اس واقعہ کے وقت رسول اللہؐ کے پاس موجود تھا[۲]،

حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی، اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداء) موجود ہیں، ان سے دریافت کرنا، لوگ حضرت ابو الدرداؓ کے پاس پہونچے، انھوں نے حدیث سنکر فرمایا کہ میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا ہے[۳]!

صحابہ جب مل کر بیٹھتے تو آپس میں احادیث نبوی کا مذاکرہ فرماتے، حضرت ابو درداؓ بھی ان مجلسوں میں شریک رہتے تھے، کبھی کبھی خود بھی مذاکرہ کی ابتدا فرماتے تھے،

ایک مجمع میں حضرت ابو درداؓ، عبادہؓ بن صامت، حرث بن معویہ کندی اور مقدام بن معدی کرب تشریف فرما تھے، حدیثوں کا ذکر آیا، ابو درداؓ نے حضرت عبادہؓ سے کہا کہ فلاں غزوہ میں آں حضرت صلعم نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا، آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہؓ نے پورا واقعہ بیان کیا[۴]

حضرت ابو درداؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبویؐ کی تعلیم و اشاعت میں صرف ہوئی، جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی، رسول کریم کا یہ جلیل الشان

---

(۱) کنز العمال بحوالہ بیہقی ۱۵۷ ج ۱، (۲) مسند ۳۴۴ ج ۶، (۳) ایضاً ص ۲۵۰، (۴) مسند عبادہ بن صامت ۳۱۶ ج ۵،

صحابی اہل شہر کو جمع کرکے نماز کے متعلق آخری وصیت سنایا تھا،[1]

حضرت ابو درداءؓ نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود اسی ذات اقدس سے کیا تھا جو وحی و الہام کا منبع تھی، لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے بھی سنین تھیں،

تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا، حاشیہ نشینان نبوت مین سے متعدد بزرگ ان کے حلقہ حدیث سے بھی مستفید ہوے جن کے نام نامی یہ ہین،

حضرت انسؓ بن مالک، فضالہ بن عبیدؓ، ابو امامہؓ، عبداللہؓ بن عمر، عبداللہ بن عباسؓ ام درداءؓ۔

تابعین مین سے اکثر اعیان واجلائے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے۔ بعض کے نام یہ ہین،

سعید بن مسیب، بلال بن ابو درداء، علقمہ بن قیس، ابو مرہ مولی ام ہانی، ابو ادریس خولانی، جبیر بن نفیر، سوید ابن غفلہ، زید بن وہب، معدان بن ابی طلحہ، ابو حبیبہ طائی، ابو السفر ہمدانی، ابو سلمہ بن عبدالرحمن، صفوان بن عبداللہ، کثیر بن قیس، ابو بحریہ عبداللہ بن قیس، کثیر بن مرہ، محمد بن سیرین محمد بن سوید ابی وقاص، محمد بن کعب قرظی، ہلال بن یساف وغیرہم

حضرت ابو درداءؓ کے سلسلہ سے جو روایات احادیث مین مدون ہین، ان کی تعداد ۱۷۹ ہے جن مین سے بخاری مین ۱۳ اور مسلم مین ۸ مندرج ہین،

فقہ مسائل فقہ مین بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے لوگ دور دراز مقامات طے کرکے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے، چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت

(۱) مسند ص ۴۴۳ ج ۶

کرنے کے لئے آئے،

مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکور شادی پر رضامند نہ تھا، اس کی والدہ نے جبراً شادی کردی، میان بیوی مین محبت زیادہ بڑھ گئی تو مان نے کہا کہ اِس کو طلاق دیدو، وہ طلاق کے لئے آمادہ نہ تھا، حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ مین کسی شق کی تعیین نہین کرتا، نہ طلاق دینے کا حکم دیتا ہون، اور نہ والدہ کی نافرمانی جائز سمجھتا ہون، تمھارا مزاج چاہے تو طلاق دیدو یا موجودہ حالت پر قائم رہو، لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ نے مان کو جنت کا دروازہ کہا ہے[۱]

ابو حبیبہ طائی نے استفتاء کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دئے ہین اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ مین ان کو کسی مصرف مین صرف کردون، فرمائے کہ بہتر مصرف کونسا ہے؟ حضرت ابو درداء نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مجاہدین سب سے بہتر ہین[۲]،

اخلاق و عادات حضرت ابو درداء فطرۃً نہایت نیک مزاج اور صالح تھے، اسلام کی تعلیم نے اس طلاء کو اور خالص بنا دیا تھا، حضرت ابو ذر غفاری تمام صحابہ مین سب سے زیادہ حق گو، اور جرأت مجسم تھے اور ابتداءً شام مین رہتے تھے، یہان بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے محفوظ تھے، امیر معاویہ وغیرہ کو برسرِ دربار ٹوکدیتے تھے، ابو درداء کی نسبت ان سے انھون نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ کا زمانہ نہ بھی پاتے اور آنحضرت کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام مین آپ کا شمار ہوتا[۳]، اس سے زیادہ حضرت ابوالدرداء کی طہارتِ اخلاق کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟

باایں ہمہ کہ وہ بساطِ نبوت کے حاشیہ نشین تھے، خالقِ کون و مکان کے جلال و جبروت کا تخیل ان کے جسم مین رعشہ پیدا کردیتا تھا، ایک روز منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا تو فرمایا کہ مین اس روز سے بہت خائف ہون جب خدا مجھ سے پوچھیگا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی

[۱] مسند ج ۵ ص ۱۹۰ [۲] ایضاً ص ۱۹۷، [۳] مسند عبادہ ص ۱۴۷ ج ۵،

ہر آیت پیکر امر و زجر بنکر نمودار ہوگی مجھ سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی، آیۂ آمرہ کہیگی کہ اس نے کچھ نہیں کیا، پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا، آیت زاجرہ بولے گی بالکل نہیں، ابو گو اکیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا،[۱]

عبادات میں قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ ۳ چیزوں کے نہایت سختی سے پابند تھے، ہر ماہ میں ۳ دن روزہ رکھتے، وتر پڑھتے، اور حضر و سفر میں چاشت کی نماز ادا کرتے، ان چیزوں کے متعلق آنحضرت ؐ نے ان کو وصیت فرمائی تھی[۲]

نماز پنجگانہ کے ہر فرض کے بعد تسبیح پڑھتے تھے، تسبیح ۳۳ مرتبہ، تحمید ۳۳ مرتبہ، تکبیر ۳۴ مرتبہ،[۳]

حضرت ابو درداء کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی، وہ دنیائے دون کی دل فریبیوں اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے، فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیئے،

ایک دفعہ حضرت سلمان ؓ فارسی ان سے ملنے ان کے گھر آئے، یہ دونوں مواخاۃ کے قاعدے سے بھائی بھائی تھے، بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع میں پایا سبب پوچھا تو نیک بخت نے جواب دیا کہ تمھارے بھائی (ابوالدرداء) دنیا سے بے نیاز ہوگئے ہیں، ان کو اب ان چیزوں کی کچھ پروا نہیں، حضرت ابو درداء ؓ آئے تو سلمان ؓ کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا، سلمان ؓ نے کہا آپ بھی آئیے حضرت ابو درداء ؓ نے فرمایا میں تو روزہ ہوں، سلمان ؓ نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو میرے ساتھ کھانا ہوگا ورنہ میں بھی نہ کھاؤں گا، رات کو سلمان ؓ نے انھیں کے مکان میں قیام کیا تھا حضرت ابو درداء ؓ نماز کے لئے اٹھے، حضرت سلمان ؓ نے روک لیا، اور فرمایا بھائی! آپ پر خدا کا بھی حق ہے، بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی، آپ کو سب کا حق ادا کرنا چاہیئے صبح کا تڑکا نمودار ہوا تو حضرت سلمان ؓ نے

۱، ۲، کنز العمال، ج ۷ بحوالہ ابن عساکر، ۳ مسند ج ۶ ص ۴۴، ۳ ص ۱۹۶ ج ۵ مسند

ابو درداء کو جگایا اور کہا اب اٹھو دونوں بزرگوں نے نماز پڑھی اس کے بعد ادائے دوگانہ کے لئے مسجد نبوی گئے، حضرت ابو درداء نے آن حضرت سے سلمان کا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ سلمان نے ٹھیک کہا، وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہیں[1]،

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگانِ نبوت کا فرض تھا حضرت ابو درداء بھی اس فرض سے غافل نہ تھے، امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جس کی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم وبیش روپے مالک کو دیئے، اسلام میں یہ ناجائز ہے، حضرت ابو درداء نے فوراً ٹوکا کہ معاویہ یہ درست نہیں، رسول اللہ صلعم نے چاندی سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے[2]

یوسف بن عبداللہ بن سلام ان کے پاس شام گئے، سفر کا مقصد تحصیل علم تھا، یہ وہ ساعت تھی جب حضرت ابو درداء مرض موت میں گرفتار تھے، یوسف سے پوچھا کیسے آئے؟ انھوں نے کہا آپ کی زیارت کو، یوسف نے یہ بات چونکہ اپنے ضمیر کے خلاف کہی تھی، حضرت ابو درداء نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے[3]

امیر معاویہ نے حضرت ابوذر کو شام سے جلا وطن کر دیا، حضرت ابو درداء کو راستہ میں خبر ملی تو دو مرتبہ "انا للہ" پڑھا، اور کہا کہ اب ان لوگوں کا بھی انتظار کرو جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ میں کہا گیا تھا اس کے بعد نہایت جوش میں فرمایا خدایا! ان لوگوں نے ابوذر کو جھٹلایا لیکن میں نہیں جھٹلاتا، ان لوگوں نے ان کو متہم کیا لیکن میں متہم نہیں کرتا، اور ان لوگوں نے ان کو خارج البلد کیا لیکن میں نے اس رائے میں شرکت نہیں کی، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ان کے برابر کسی کو امین نہیں سمجھتے تھے، اور ان کے برابر کسی سے راز نہ کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو درداء کی جان ہے، اگر ابوذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالیں تو میں ہرگز بغض نہ رکھوں، آنحضرت نے فرمایا

[1] بخاری عن ابی جحیفہ ص ۲۶۴ مسند ج ۶، [2] ص ۵۰ ج ۴ مسند، [3]

اور مین نے سنا تھا کہ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر،

آنحضرت صلعم نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو جنتی ہے، حضرت ابو درداء نے عرض کیا خواہ زانی اور چور کیون نہ ہو؟ آنحضرت نے فرمایا ہان، یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانون کو سنانی چاہیے تھی، ابو درداء تین مرتبہ پوچھکر مسلمانون کو یہ مژدۂ نجات سنانے چلے، راستہ مین حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی اُنھون نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھین گے، حضرت ابو درداء نے آنحضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ عمر نے صحیح کہا[۱]

ایک روز مکان مین تشریف لائے چہرہ سے غیظ و غضب عیان تھا، بیوی نے کہا آج کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! رسول اللہ کی ایک بات بھی باقی نہین لوگون نے سب چھوڑ دیا صرف نماز باجماعت پڑھتے ہین[۲]

سعدان بن ابی طلحہ الیعمری کو دیکھا تو پوچھا کہ تمھارا مکان کہان ہے؟ اُنھون نے کہا گانون مین مگر گانون شہر سے قریب ہے فرمایا تو تم شہر مین نماز پڑھا کرو، کیونکہ جس مقام پر اذان یا نماز نہ ہوتی ہو، وہان شیطان کا دخل ہو جاتا ہے، دیکھو بھیڑیا اُس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے[۳]

تمام مسلمان ان کا نہایت ادب کرتے تھے غیظ و غضب کے عالم مین بھی جو کچھ کہدیتے تھے، لوگ دل سے لگا لیتے تھے، ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا، امیر معاویہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، امیر معاویہ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا اُس نے کہا کہ یہ تیز انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہونچایا تھا، امیر معاویہ نے کہا ٹھہرو! مین انصاری کو رضامند کردونگا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا، وہ راضی نہ ہوا، امیر معاویہ نے کہا کہ یہ ابو درداء بیٹھے ہین جو فیصلہ کردین اُس کو مان لینا، حضرت ابو درداء نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہونچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کردے تو اسکے

۱؎ ۱۹۷، مسند ج ۵، ص ۴۴۲ ج ۶ مسند، ۱۹۵۵۳ ج ۵ مسند ص ۴۴۵۵ سنن ج ۶

مراتب بلند اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس حدیث کے سنتے ہی انصاری کہ مجسمۂ قہر و غضب تھا پیکرِ تسلیم و رضا بن گیا، حضرت ابو دردؓاء سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلعم سے یہ سنا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں، انصاری نے کہا تو میں معاف کرتا ہوں،[1]

فساد و شر سے دور بھاگتے تھے، شام کا ملک حجاز سے کسی حال میں بہتر نہ تھا، لیکن فتنوں کے زمانہ میں شام ایک حکومت کے ماتحت بہرحال قائم رہا، اور حجاز میں ہر سال نئی فوج کشی کا سامنا تھا، حضرت ابو دردؓاء کی سکونت شام کا یہی سبب تھا، فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لئے منازعت کریں میں اس کو بھی چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں،[2]

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے، لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا، ام درداء تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھیں، ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو، کہیں لوگ بے وقوف نہ بنائیں، حضرت ابو دردؓاء نے فرمایا کہ خود رسول اللہ صلعم بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے،[3]

مزاج فطرۃً سادہ تھا، مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے، لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے، کہ آغوشِ پروردۂ نبوت اور امام حلقۂ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں، لیکن ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی، ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابو دردؓاء نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے،[4]

بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے باایں ہمہ تنگدستی مہمانوں کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے، اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے، جب کوئی مہمان آتا

---

[1] ۴۴۸ مسند ج ۶، [2] مسند ابوداؤد طیالسی ۱۳۱، [3] ۱۹۰ ج ۵ مسند، [4] ۴۴۴ ج ۶ مسند

حضرت ابو دردا دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا، جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادِ راہ بھی ساتھ کر دیتے تھے،[1]

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے،[2] حضرت سلمانؓ فارسی جب شام آتے انھین کے مکان مین قیام فرماتے تھے[3]

دل کے نرم تھے ایک دن کسی طرف جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہین، پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا، حضرت ابو دردا نے کہا کہ ایک شخص کنوئین مین گرے تو اس کو نکالنا چاہئے، گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ ہے،، لوگون نے عرض کی کہ کیا آپ اس شخص کو برا نہین جانتے؟ فرمایا اس شخص مین طبعاً تو کوئی برائی نہین، البتہ اس کا یہ عمل برا ہے، جب چھوڑ دیگا تو پھر میرا بھائی ہے[4]

طبیعت مین استغنا اور بے نیازی بھی تھی، عبد اللہ بن عامر شام آیا تو بہت سے صحابہ اپنے اپنے وظائف لینے گئے لیکن حضرت ابو دردا اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے، عبد اللہ خود ان کا وظیفہ لیکر ان کے مکان آیا اور کہا کہ آپ تشریف نہین لائے تو مین خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہون، انھون نے جواب دیا کہ آج تم سے زیادہ خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا، رسول اللہ صلعم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب امراء اپنی حالت بدل لین تو تم بھی اپنے کو بدل لو[5]

---

[1] ۱۹۶ ج ۵ مسند، [2] ۱۹۷ ج ۵ مسند [3] استیعاب تذکرہ سلمان ج ۲ ص ۵۷۱ [4] اسد الغابہ ۱۶۰ ج ۴، [5] ۱۷۱ کنز العمال ج

حضرت ابو سعید خدریؓ

نام ونسب سعد نام، ابو سعید کنیت، خاندان خدرہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن مالک ابن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الابجر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج، والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا، اور قبیلۂ عدی بن نجار سے تھیں،

دادا (سنان) کہ شہید کے لقب سے مشہور تھے، رئیس محلہ تھے، چاہ بصہ کے قریب اجرد نام قلعہ ان کی ملکیت تھا، اسلام سے پیشتر قضا کیا،

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا، جو پہلے عثمان اوسی کی زوجہ تھیں، حضرت ابو سعیدؓ انہیں کے بطن سے تولد ہوئے، یہ ہجرت سے ۱۰ برس پیشتر کا واقعہ ہے،

اسد الغابہ جلد ۵ ص

اسلام مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بنکر توحید کا پیام اپنے قبیلوں کو پہونچاتے تھے، مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لئے حضرت ابو سعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے آغوش میں تربیت پائی۔

غزوات اور دیگر حالات ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، حضرت ابو سعید نے اس میں شرکت کی دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا، خود تو ابھی میدان کے قابل نہ تھے، باپ نے شرکت کی جن کو دوسرے سال شہادت عظمیٰ کا مرتبہ حاصل ہوا، غزوۂ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ کے حضور میں گئے، اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا، رسول اللہ نے سر سے پاؤں تک دیکھا کمسن خیال کر کے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں، تاہم آپ نے

اجازت نہ دی،

معرکہ میں رسول اللہ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کے بجائے پی گئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو ایسے شخص کی جس کا خون میرے خون سے آمیز ہوا ہو، دیکھنے کی خواہش ہو تو مالک بن سنان کو دیکھے، اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑکر شہادت حاصل کی،

باپ کے شہید ہونے سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، کیونکہ جائداد کچھ نہیں چھوڑی تھی، فاقہ کشی کی نوبت پہونچی پیٹ پر پتھر باندھا، ماں نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس جاؤ، آج انہوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے، کہا اچھا گھر میں کچھ ہے؟ وہاں کیا دھرا تھا، خدمت اقدس میں پہونچے تو آپ خطبہ دے رہے تھے، کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کر دیگا دل میں کہا کہ میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے، پھر مانگنے کی کیا ضرورت؟ یہ سوچ کر چلے آئے لیکن رسول اللہ کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا، رزاق عالم نے باب رزق کھول دیا یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت و ثروت میں بڑھ گئے[۱]

احد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیا اس میں شریک تھے، اس کے بعد غزوۂ خندق ہوا، اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شباب عمر کی طرح شباب ایمان بھی تھا، رسول اللہ کے ساتھ جاکر میدان میں داد شجاعت دی،

صفر ۸ھ میں عبداللہ بن غالب لیثی، لشکر لیکر فدک روانہ ہوئے، یہ بھی ساتھ تھے، عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا، اس مصلحت کیلئے برادری قائم کرنیکی ضرورت ہوئی، جو نصف جو برابر رتبہ کے صحابی تھے، ان کے بھائی بنائے گئے، برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا[۳]

۱؎ مسند ص ۹، ۴۴ ج ۳ ۲؎ بخاری باب غزوہ بنی المصطلق ۳؎ طبقات ابن سعد ص ۹۱ حصہ مغازی

ربیع الثانی سنہ ۹ میں علقمہ بن محرز غزوہ کے لئے بھیجے گئے، یہ بھی لشکر میں تھے، عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ میں صحابہ کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا، لیکن درا صل ان کا یہ منشاء نہ تھا، وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے، اور طبیعت مذاق کی عادی تھی، لوگوں نے اس کو صحیح سمجھ کر کودنا چاہا تو خود روکا کہ میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا۔[1]

اسی سلسلہ میں ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے[2] اور دارقطنی کی روایت کے بموجب حضرت ابو سعیدؓ اس کے امیر تھے، کسی مقام کی طرف روانہ ہوا، ایک جگہ پڑاؤ تھا، گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں، انھوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا، اتفاق یہ کہ سردار قبیلہ کے بچھو نے ڈنک مارا، لوگوں نے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہ کے پاس جاؤ، شاید ان کو اس کی کوئی تدبیر معلوم ہو، آئے، اور واقعہ بیان کیا، جیسا کہ بعض روایتوں میں صاف مذکور ہے، ابو سعیدؓ نے کہا میں جھاڑ سکتا ہوں، لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی، جا کر سورۂ الحمد للہ پڑھی، اور تھوک لگا دیا، وہ بالکل اچھا تھا، بے تکلف چلنے پھرنے لگا، ان لوگوں نے بکریاں لیکر مدینہ کا رخ کیا، سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرت صلعم سے پوچھا جائے، آپ نے تمام واقعہ سنکر تبسم کیا اور فرمایا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کر لو، اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔[3]

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک، اور طاس میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن چونکہ ان میں ان کا کوئی خاص واقعہ نہیں، اس لئے ہم قلم انداز کرتے ہیں، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرف معیت حاصل تھا۔ (صحیح بخاری ص ۵۱ ج ۱)

---

[1] مسند ج ۳ و ابن سعد جزو ۳ [2] مسند [3] صحیح بخاری کتاب الاجارہ باب ما یعطی فی الرقیہ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب

عہدِ نبوی کے بعد مدینہ ہی مین قیام رہا، عہدِ فاروقی و عثمانی مین فتوی دیتے تھے،

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت مین جنگ نہروان پیش آئی، اس مین نہایت جوش سے حصہ لیا[1]، فرماتے تھے کہ ترکون کے بہ نسبت ان سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہون[2]، یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے،

سنہ ۶۱ھ مین دنیائے اسلام کا ہولناک ترین حادثہ رونما ہوا، یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، مدینہ چھوڑتے وقت اور صحابہ کی طرح ابو سعید خدریؓ نے بھی سمجھایا تھا کہ آپ یہین تشریف رکھین[3]، مگر حسین علیہ السلام نے نہ مانا، ومضی ما مضی،

سنہ ۶۱ھ مین یزید کی بداعمالیون کی وجہ سے اہلِ حجاز نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے رسول اللہؐ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے، بیعت کی، وہ بھی ان مین شامل تھے،

سنہ ۶۳ھ مین اہالیان حرم رسولؐ نے علانیہ یزید کو خلافت سے اتارا، اور عبد اللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکرِ شام سے مقابلہ پیش آیا جس مین اہل مدینہ کو ہزیمت حاصل ہوئی اور حضرت عبد اللہ نہایت جانبازی سے لڑکر مارے گئے، اُس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا، مکان لوٹے جارہے تھے، عورتین بے ناموس کیجارہی تھین، اور وہ مقام جس کو رسول اللہؐ نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، اہلِ شام کے ہاتھون قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا،

صحابہ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہین جاتی تھی، حضرت ابو سعیدؓ پہاڑ کے ایک کھوہ مین چھپے تھے، لیکن یہان بھی پناہ نہ تھی، ایک شامی بلائے بے درمان کی طرح پہونچ گیا، اندر اتر کر تلوار اٹھائی، انھون نے دھمکانے کے لئے تلوار کھینچ لی، وہ بجائے مرعوب ہونے کے اور آگے بڑھا، حضرت ابو سعیدؓ نے یہ دیکھ کر تلوار رکھدی اور یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدک

---

[1] مسند ۵۶ ج ۳، [2] مسند ۳۳ ج ۳، [3] تاریخ الخلفاء سیوطی،

لتقتلنی ما انا باسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین اگر تم مجھے مارنیکو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہارے مارنے کو تیار نہ ہونگا کیونکہ میں خدائے رب العالمین کا خوف کرتا ہوں شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا اور ... بتائیے کہ آپ کون ہیں فرمایا ابو سعید خدری، بولا رسول اللہ کے صحابی؟ کہا ہاں یہ سنکر غار سے نکلکر چلتا ہوا[۱]

وہاں سے مکان آئے تو عام دارو گیر تھی، شامی ابن دلجہ ( ) کے پاس پکڑے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو معلوم ہوا تو ان کے مکان آئے اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو امیروں سے بیعت کی ہے؟ کہا ہاں، پیشتر ابن زبیر سے کی تھی، پھر شامی پکڑے گئے تو یزید سے کی، ابن عمرؓ نے کہا اسی کا تو مجھے خوف تھا، کہا بھائی کیا کرتا آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ انسان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت میں گذرنے چاہئیں، ابن عمر نے کہا یہ سچ ہے لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا[۲]

وفات

۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات کی، بقیع میں دفن کئے گئے، اس وقت بہت مسن تھے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا تھا، لوگوں نے عمر کا تخمینہ ۹۴ سال کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی[۳] اور یہ بالکل صحیح ہے،

اولاد

دو بیویاں تھیں ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجرہ تھا، جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں[۴] دوسری ام عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں اور قبیلۂ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں، اولاد کے نام یہ ہیں، عبدالرحمن[۵]، حمزہ[۶]، سعید[۷]،

حلیہ

حلیہ یہ تھا، مونچھیں باریک کٹی ہوئیں، ڈاڑھی زرد،

۱؎ اصابہ ص ۸۵ ج ۳ و طبری ص ۱۴۸۰ ۲؎ حالات ۶۳ھ ۳؎ مسند ص ۲۹ و ۳ ج ۳، ۴؎ مسند ۸۶، ۵؎ الیعاص ۷۷، ۶؎ مسند ۱۸، ۷؎ مسند ۲۲،

علم وفضل

حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے، ۱؎

قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقے قائم تھے، جن میں علمائے انصار درس دیتے
تھے، حضرت ابوسعیدؓ کے طالب علمی کا زمانہ، اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگون کے پاس بدن کے کپڑے تک
نہ تھے، ایک دوسرے کی آڑ مین چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے، ایک روز رسول اللہ تشریف لائے، قاری قرأت
کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر خاموش ہوگیا، آپ سب کے پاس آکر بیٹھ گئے، اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل
مین بیٹھا کرین، چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، اس تمام جماعت مین صرف ابوسعیدؓ کو آن حضرت پہچانتے تھے ۲؎
حدیث وفقہ رسول اللہ اور صحابہ سے سیکھی تھی، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، جناب امیرؓ
، زید بن ثابتؓ سے روایتین کین،

کثرت سے حدیثین یاد تھین، مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے جو صحابہ اور تابعین کے وسیلہ سے ہم تک
پہونچی ہین، ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام نامی یہ ہین،

زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابو قتادہؓ، محمود بن لبیدؓ، ابو الطفیلؓ، ابو امامہؓ بن سہل، سعید بن مسیب، طارق بن شہاب، عطاء، مجاہد، ابو عثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابو نضرہ، سعید بن سیرین، عبداللہ بن محیریز، ابو المتوکل ناجی، وغیرہم،

عموماً درس دیتے تھے اور حلقۂ درس آدمیون سے ہر وقت معمور رہتا تھا، بعض لوگ کوئی
خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر مین موقع ملتا ہے ۳؎

اوقات درس کے علاوہ بھی کوئی شخص کچھ دریافت کرتا تو جواب سے مشرف فرماتے، ابن عباسؓ
نے اپنے بیٹے علی اور عکرمہ کو بھیجا کہ ان سے حدیث سن کر آؤ، جا کر دیکھا تو باغ مین تھے، ان لوگون کو

۱؎ اصابہ ج ۳ ۲؎ مسند ج ۳ ۳؎ مسند ج ۳

دیکھ کر چادر اٹھالی، اور پاس آکر بیٹھے، اسی اثنا میں حدیث بھی بیان کی[۱]

فن حدیث پر کثرت روایت کے علاوہ ان کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ قوت و ضعف روایت کے کئی الفاظ استعمال کئے،

عبداللہ بن عمر نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی، وہ ابو سعیدؓ سے راوی تھا اس کو لیکر ساتھ آئے اور کہا اس نے فلان حدیث آپ سے سنی ہے؟ کیا آپ نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی وسمع اذنی! یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا[۲]

قزعہ کو ایک حدیث نہایت بھلی معلوم ہوئی، آگے کھسک کر بیٹھ گئے، اور کہا کیا رسول اللہ سے یہ سنا تھا، حضرت ابو سعید کو غصہ آگیا اور فرمایا تو کیا میں بے سنے بیان کرونگا، ہان مین نے سنا تھا،[۳]

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا، اس کے بیان مین احتیاط کرتے تھے،

ایک حدیث روایت کی لیکن رسول اللہ کا نام نہین لیا، ایک شخص نے کہا یہ رسول اللہ سے روایت ہے؟ فرمایا مین بھی جانتا ہون[۴]

اخلاق وعادات | نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مین نے رسول اللہ کو اس کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا[۵]، ایک مرتبہ اس حدیث کا ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی لیکن عمل بالکل نہ ہوسکا،[۶]

امیر معاویہ کہ تمام دنیائے اسلام کے فرمانروائے مطلق تھے، ان کے عہد مین بہت سی نئی باتین پیدا ہوئین، حضرت ابو سعید سفر کرکے ان کے پاس گئے، اور تمام خرابیان گوش گذار کین[۷]

ایک مرتبہ انھین سے، انصار کے متعلق گفتگو آئی، تو کہا کہ آنحضرت نے ہم کو تکلیفون پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے، امیر نے کہا تو صبر کیجئے،[۸]

۱؎ ۹۱ و ۹۲ ، ۲؎ مسند ص ۴۲ ، ۳؎ مسند ۱۵ ، ۴؎ ۹۲ و ۲۷ ، ۵؎ مسند ص ۵ ج ۳ ، ۶؎ مسند ص ۶۱ و ۱۶ ، ۷؎ مسند ص ۴۲ ، ۹۴ ، ۸؎ مسند ص ۸۹

مروان سے فضیلت صحابہ کی حدیث بیان کی، بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج بھی اسکے تخت پر بیٹھے تھے، فرمایا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیون بتائین گے، ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا، دوسرے کو یہ ڈر ہوگا کہ بیش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، مروان نے مارنے کو درہ اُٹھایا، تو دونون بزرگون نے ان کی تصدیق کی[۵۱]

اسی طرح اس نے عید کے دن منبر نکلوایا، اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اُٹھ کر ٹوکا کہ دونون باتین خلاف سنت ہین، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہوچکا، حضرت ابوسعید نے فرمایا اسے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، مین نے آن حضرت سے سُنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اُس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہئے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے، اور یہ بھی نہین تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے[۵۲]

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان، حضرت ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا تھا، ایک جنازہ سامنے سے گذرا، حضرت ابوسعید بھی شامل تھے، دیکھا تو دونون جنازہ کے لئے نہین اُٹھے، فرمایا اے امیر! جنازہ کے لئے اُٹھ، کیونکہ آن حضرت اٹھا کرتے تھے، مروان یہ سُنتے ہی کھڑا ہوگیا[۵۳]

مصعب بن زبیر مدینہ کا حاکم مقرر ہوا، عید الفطر مین دریافت کرایا کہ آن حضرت کیا کرتے تھے فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ اُس دن اسی قول پر عمل کیا[۵۴]

شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا، ملاقات کو آئے، ارشاد ہوا کہ تین مسجدون کے علاوہ شد رحال کی ممانعت ہے[۵۵]

ابن ابی صعصعہ مازنی کو جنگل پسند تھا، ان کو ہدایت کی کہ وہان زور سے اذان دین کہ تمام جنگل نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھے،[۵۶]

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بلا اکل و شرب روزے رکھتی تھین،

---

۵۱ مسند ۳، ۲۳، ۵۲ مسند ص ۱، ج ۳، ۵۳ مسند ص ۴۷، ۹۲، ۵۴ مسند ص ۹، ۵۵ مسند ۹۳، ۵۶ مسند ۳۵

آن حضرتؐ نے ایسے روزون کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابو سعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے[۱]
سنّت کے پورے متبع تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک مسجد مین نماز پڑھایا کرتے تھے، بیمار ہو گئے یا
یا کسی سبب سے نہ آسکے تو ابو سعید خدری نے امامت کی، اُنھون نے جس طرح ہم لوگ نماز پڑھتے
ہین، پڑھائی، لوگون نے باہم اختلاف کیا، وہ منبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کہ مین نے جس طرح
رسول اللہؐ کو پڑھتے دیکھا ہے، تم کو بھی پڑھائی، باقی تمھارے طریقہ کی مخالفت، تو اس کی مجھے بالکل
پروا نہین ہے[۲]

نہایت دلیر تھے، گھر مین تخت بچھا تھا اور ابو سائب سے بیٹھے باتین کر رہے تھے، ابو سائب
کو تخت کے نیچے کچھ حرکت معلوم ہوئی، دیکھا تو سانپ تھا، مارنے اُٹھے، پوچھا کیا ہوا، کہا سانپ ہی
فرمایا پھر ارادہ کیا ہے؟ کہا مارونگا، فرمایا بیٹھو[۳]

مزاج مین بردباری اور تحمّل تھا، پانون مین درد ہو رہا تھا، پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے، بھائی
آئے، اور اسی پانون پر ایک ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا، لیکن اُنھون نے نہایت نرم لہجہ مین کہا،
تم نے مجھے تکلیف پہونچائی، جانتے تھے کہ درد ہے، جواب ملا ہان، لیکن رسول اللہؐ نے اس طرح لیٹنے
کی ممانعت فرمائی ہے[۴]

لیکن ناحق باتون پر غصہ بھی آجاتا تھا، حج کو جا رہے تھے، ایک درخت کے نیچے قیام ہوا، ابن
صیاد بھی کہ جس کے دجّال ہونے مین خود آن حضرتؐ کو شک تھا، اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا، ان کو
بُرا معلوم ہوا، لیکن خاموش ہو رہے، اس نے خود چھیڑ کر اپنی مظلومیت کی داستان سُنائی، ان کو
رحم آیا، مگر جب ایک خلاف واقع دعویٰ کیا، تو بگڑ کر فرمایا تبّالک سائر الیوم[۵]

سادگی اور بے تکلفی، فطرت ثانیہ تھی، ایک جنازہ مین بلائے گئے، سب سے اخیر مین پہونچے

۱؎ مسند ۵۹، ۲؎ مسند ۱۸، ۳؎ ص ۴۱ مسند ج ۳، ۴؎ صحیح مسلم ص ۲۶۵ ج ۲، ۵؎ مسند ص ۴۲، ۵۱، مسند ص ۴۳،

لوگ بیٹھ چکے تھے، ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کردی، فرمایا یہ ٹھیک نہیں، انسان کو کشادہ مقام
مین بیٹھنا چاہئے، چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ مین بیٹھ گئے[۱]

ابو سلمہ سے یارانہ تھا، انھون نے آواز دی، چادر اوڑھے نکل آئے، کہا ذرا باغ تک چلئے آپ
سے باتین کرنا ہین، چنانچہ ساتھ ہوئے[۲]، اس واقعہ مین یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابو سلمہ تابعی اور وہ
صحابی ہین، اس کے ماسوا ابو سلمہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے، [۳]

یتیمون کی پرورش کرتے، لیث اور سلیمان بن عمرو بن عبد العواری انھین کے تربیت یافتہ تھے
تفریح کرتے، آن حضرت دو شنبہ کو قبا تشریف لیجاتے تھے، وہ بھی ساتھ گئے تھے، اس مین
تفریح کے ساتھ ورزش بھی ہوتی تھی، کیونکہ قبا مدینہ سے ۳ میل ہے[۴]

ہاتھ مین چھڑی لیتے تھے، پتلی چھڑیان زیادہ پسند تھین، کھجور کی شاخین لاتے اور ان کو
سیدھا کرکے چھڑی بناتے، یہ بھی آن حضرت کا اتباع تھا[۵]

حضرت ابو مسعودؓ بدری

نام ونسب عقبہ نام، ابو مسعود کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عسیرہ
بن عطیہ بن خدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین اسلام قبول کیا[۶] اور دین حنیفی کے پرجوش داعی ثابت ہوئے.

غزوات اور عام حالات تمام غزوات مین شرکت کی، عام خیال یہ ہے کہ بدر مین شریک نہ تھے، صرف بدر
کی سکونت سے بدری مشہور ہوگئے، لیکن یہ صحیح نہین، امام شعبہ، بخاری، مسلم انکی

۱؎ مسند ص ۱۸، ۲؎ مسند ص ۶، ۳؎ مسند ص ۱۱ و ۳۰۳، ۴؎ مسند ص ۳۰ ج ۲، ۵؎ مسند ص ۶۵، ۶؎ مسند ص ۱۲۰ ج ۴

شرکتِ بدر کا اعتراف کرتے ہین امام بخاری نے جامع صحیح مین اُس کی طرف صاف طور پر اشارہ بھی کیا ہے[1]،

اس کے ماسوا بیعت عقبہ کی شرکت پر تمام ائمۂ فن متفق ہین، پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

عہدِ نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ مین اقامت پذیر رہے، کچھ دنون بدر مین سکونت کی، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت مین کوفہ مین قیام کیا[2]، یہان ایک مکان بھی بنوایا تھا[3]، جناب امیرؑ کے احباب خاص مین تھے، جنگ صفین مین روانہ ہوئے تو اُن کو کوفہ مین اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے، واپسی تک کوفہ انھین کی ذات سے مرکز امارت رہا[4]،

صفین کی لڑائی ختم ہوئی تو وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا، منزل بمنزل سفر طے کر کے مدینہ آئے، اور یہین مقیم ہوگئے،

وفات: سنہ ۴۲ھ مین انتقال کیا بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ کے اخیر زمانہ خلافت تک موجود تھے لیکن یہ غلطی سے خالی نہین، تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے جسکا زمانہ قطعاً سنہ ۴۱ھ کے بعد تھا،

اولاد: لڑکے کا نام بشیر تھا، ایک لڑکی تھین جو امام حسن علیہ السلام کو منسوب تھین زید انھین کے بطن سے تولد ہوئے تھے، (دیکھو سنہ ۱۹۱ ح ۴)

بشیر آنحضرتؐ کے زمانہ مین یا کچھ بعد پیدا ہوئے تھے،

فضل وکمال: حضرت ابو مسعودؓ ان صحابہ مین ہین جن کی بدولت حدیث نبوی نے عالمگیر وسعت پائی، راویان حدیث کے تیسرے طبقہ مین ان کا شمار ہے، اور کتب حدیث مین (۱۰۲) روایتین ان کی

---

[1] بخاری ص ۵۷۱ ج ۲، [2] اصابہ ص ۲۵۲ ج ۴، [3] استیعاب ص ۶۸۷ ج ۲، [4] اصابہ ص ۲۵۲ ج ۴،

موجود ہین، رواۃ مین تابعین کے کئی طبقے داخل ہین، جن مین مشہور لوگون کے نام یہ ہین،

بشیر، عبداللہ بن یزید خطمی، ابووائل، علقمہ، قیس بن ابی حازم، عبدالرحمن بن یزید نخعی، یزید بن شریک تیمی، محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری،

اخلاق

مطلع اخلاق دوچمکتے ہوئے ستارون کا نمائش گاہ تھا، اثر پذیری اور امر بالمعروف اثر پذیری کا یہ عالم تھا کہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابومسعود ذرا سوچ کر ایسا کرو! جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا، اس کو تم پر بھی قدرت دے سکتا ہے! یہ آن حضرتؐ کی آواز تھی، دل پر خاص اثر پڑا، قسم کھا کر عرض کی کہ آیندہ کسی غلام کو نہ مارون گا، اور اس کو آزاد کرتا ہون[1]،

امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے، مغیرہ بن شعبہ، امیر کوفہ تھے، نماز عصر دیر مین پڑھائی، تو اٹھ کر گئے اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آن حضرتؐ، نماز پنجگانہ حضرت جبریلؑ کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ ھٰذا امرت[2]

سنت کی پوری اتباع کرتے تھے ایک روز لوگون سے کہا کہ جانتے ہو؟ رسول اللہ کس طرح نماز پڑھتے تھے، پھر خود نماز پڑھا کر بتائی[3]،

نماز مین خوب مل کر کھڑے ہونا، رسول اللہؐ کی سنت ہے، لوگون نے اس کو چھوڑا تو فرمایا اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا، اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو، اسی وجہ سے تو اختلاف پیدا ہو گیا ہے[4]

---

[1] مسند ص ۲۷۳، ۲۷۴ ج ۵، [2] صحیح بخاری ص ۵۷۱ ج ۲ [3] مسند ص ۱۲۲ ج ۴

حضرت ابوقتادہ رضؓ

نام و نسب | حارث نام، ابوقتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب ابن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام کبشہ بنت مطہر بن حرام تھا، اور بنو سلمہ مین سواد بن غنم کے خاندان سے تھین

ہجرت سے تقریباً ۱۸ سال پیشتر مدینہ مین پیدا ہوئے

اسلام | عقبۂ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات | غزوۂ بدر مین شریک نہ تھے، اُحد، خندق اور تمام غزوات مین شرکت کی،

ربیع الاول سنہ ۶ھ مین غزوہ ذی قرد یا غابہ پیش آیا، اس مین ان کی شرکت نہایت نمایان تھی، آن حضرتؐ کی اونٹنیان ذی قرد نامی ایک موضع مین چرا کرتی تھیں، آن حضرتؐ کے غلام جن کا نام رباح تھا اس کے نگران تھے، چند غطفانی اونٹنیون کو آکر ہانک لے گئے، اور چرواہون کو قتل کردیا، سلمہ بن اکوع ایک مشہور صحابی تھے، انھون نے سنا تو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رخ کرکے، "یا صباحاہ"، کے ۳ نعرے مارے، اور رباح کو، آن حضرتؐ کے پاس دوڑایا، خود غطفانیون کے تعاقب مین رہے، آن حضرتؐ نے مدد کے لئے ۳ سوار بھیجے اور پیچھے خود بھی روانہ ہوئے، سلمہ منتظر تھے، نظر اٹھی تو اخرم اسدی ان کے پیچھے ابوقتادہ انصاری اور ان کے پیچھے مقداد کندی گھوڑے اڑاتے چلے آرہے تھے غطفانی سوارون کو دیکھ کر فرار ہوئے، لیکن اخرم کو شوق شہادت دامن گیر تھا، غطفانیون کے پیچھے ہوئے عبدالرحمن غطفانی اور ان مین لڑائی کی نوبت آئی جس مین ان کو مرتبۂ شہادت حاصل ہوا،

عبد الرحمن اِن کا گھوڑا لیکر جانا چاہتا تھا کہ ابوقتادہ پہونچ گئے، اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا، جس سے اُس کا بھی قصّہ پاک ہوگیا، یہان سے لوٹے تو رسول اللہؐ سے ملاقات ہوئی، آپ نے قصّہ سن کر فرمایا کان خیر فرساننا الیوم ابوقتادہ! یعنی آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے[۱]،

شعبان سنہ ۸ھ مین آن حضرتؐ نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیون کو روانہ فرمایا، حضرت ابوقتادہؓ ان کے امیر تھے، چونکہ چھاپہ مارنا مقصود تھا، اِس لئے رات بھر چلتے اور دن کو کہین چھپ رہتے تھے، خضرہ مین قبیلۂ غطفان آباد تھا، جو غارت گر امن وامان اور مسلمانون کا قدیم دشمن تھا، حضرت ابوقتادہؓ موقع پاکر اچانک جا پڑے، قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہوگئے، اور میدان ذرا گرم ہوگیا، لیکن حضرت ابوقتادہؓ نے لوگون سے کہدیا کہ جو تم سے لڑے اُس کو مارنا، ہر شخص سے تعرض ضرور نہین،

اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہوگیا، اور ۱۵ دن کے بعد سالماً وغانماً مدینہ واپس آئے مال غنیمت یہ تھا، اونٹ ۲۰۰، بکری ۲۰۰۰، بہت سے قیدی،

تمام مال کا خمس نکال کر باقی وہین تقسیم کر لیا گیا، حضرت ابوقتادہؓ کے حصّہ مین ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی، آن حضرتؐ نے ان سے اپنے لئے مانگی اور محمیہ بن جزء کو دیدی[۲]،

اِس کے کچھ ہی دنون کے بعد رمضان کے مہینہ مین ۸ آدمیون کا ایک سریہ بطن اضم کی طرف بھیجا، حضرت ابوقتادہؓ اس کے بھی سرگروہ تھے، بطن اضم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے ۳ منزل کی فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے، آن حضرتؐ مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر چکے تھے، ان لوگون کے بھیجنے کا یہ مدعا تھا، کہ لوگون کو مکہ کا خیال نہ آئے، اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو، ذی خشب پہونچکر معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ مکہ روانہ ہوگئے، یہ لوگ وہان سے چلے اور

---

[۱] صحیح مسلم ص ۱ ج ۲، [۲] طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

اور سقیا میں آں حضرتؐ کے لشکر کے ساتھ شریک ہوگئے،[1]

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین واقع ہوا۔ لڑائی نہایت سخت تھی، یہاں تک کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی ایک مسلمان اور مشرک میں لڑائی ہو رہی تھی، دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر میں تھا حضرت ابو قتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس پر پیچھے سے حملہ کیا، تلوار کندھے پر پڑی جو زرہ کاٹتی ہوئی آ کر ہاتھ تک پہونچی، ہاتھ صاف اڑ گیا، وہ دوسرے ہاتھ سے ان سے دست و گریبان ہوا۔ آدمی تنومند تھا، اس زور سے دبایا کہ ان کے حواس جاتے رہے، لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا، انھوں نے موقع پا کر قتل کر دیا، خود کہتے ہیں کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے، لیکن قضا اس کی آئی تھی،

مکہ کا ایک آدمی ادھر سے گذر رہا تھا، یہ ہٹے تو اس نے سارا سامان اتار لیا، اس وقت لشکر اسلام میں عجیب سراسیمگی طاری تھی، لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے، یہ بھی اسی طرف چلے، ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے، پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی مرضی، اتنے میں لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا،

لڑائی کے بعد آں حضرتؐ نے اعلان کیا، کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا مال و متاع ثبوت دینے پر اس کو دلایا جائیگا، ابو قتادہؓ نے اٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے، کسی طرف سے آواز نہ آئی، ۳ مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آں حضرتؐ نے فرمایا، ابو قتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے سارا قصہ گوش گذار کیا، ایک شخص بولا سچ کہتے ہیں، اسکا سامان میرے پاس ہے لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجئے حضرت ابو بکرؓ نے کہا واہ! اس بے انصافی کا کیا ٹھکانا، خدا کا شیر مارے اور مال سے محروم رہے اور قریش کی ایک چڑیا مفت میں مزے اڑائے، آں حضرتؐ نے فرمایا حقیقت یہی ہے، بہتر ہے

---

[1] طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

کہ ان کا مال دیدو،

حضرت ابوقتادہ نے اس کو فروخت کر کے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا، اسلام لاکر جائداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی[۱]

عام حالات | عہد نبوت کے بعد خلفائے راشدین میں سے حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ مبارک میں، امارت مکہ پر نامزد ہوئے تھے، لیکن پھر کسی وجہ سے قثم بن عباس امیر بنائے گئے، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، اسی سنہ میں جنگ جمل اور دوسرے سال صفین کا معرکہ ہوا، وہ دونوں میں شریک ہوئے ۳۸ھ میں خوارج نے علم بغاوت بلند کیا، جناب امیر نے نہروان ہو کر مقابلہ کیا، حضرت ابوقتادہ اس میں پیادوں کے افسر تھے،

وفات | سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۴۰ھ ہے، ان لوگوں کے خیال میں کوفہ میں انتقال کیا تھا، اور جناب امیر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، جس میں ۶ یا ۷ تکبیریں کہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان انتقال کیا، امام بخاری نے اوسط میں بھی لکھا ہے اور اس پر دلائل قائم کئے ہیں،

حلیہ | حلیہ مفصل مذکور نہیں، اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے، جس کو جمہ کہتے ہیں، کبھی کبھی کنگھی کرتے، آنحضرت صلعم نے پراگندہ سر دیکھا تو فرمایا ذرا ان کو تو درست کرو، آدمی بال رکھے تو ان کی خبرگیری بھی کرے، ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ اس سے تو گھٹا ہوا سر اچھا ہے،

اولاد | چار بیٹے تھے، عبداللہ، معبد، عبدالرحمن، ثابت، موخر الذکر ام ولد سے تولد ہوئے تھے، بیوی کا نام سلافہ بنت براء بن معرور بن صخر تھا[۲]، خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھیں، خود صحابیہ تھیں اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھیں،

---

[۱] صحیح بخاری ص ۱۸۱ ج ۲، و مسند احمد ص ۳۰۶ ج ۵، [۲] طبقات ابن سعد ص ۲۰۲ ج ۵،

فضل وکمال | حضرت ابو قتادہؓ کی زندگی مقدس نشر قرآن اور اشاعت حدیث میں بسر ہوئی، حدیث میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ باایں ہمہ کہ برسوں رسول اللہﷺ کے فیض صحبت سے فائدہ اٹھایا تھا، روایت حدیث میں سخت احتیاط کی، آنحضرتؐ سے ایک مرتبہ منبر پر کذب علی الرسول کی حدیث سنی تھی، اس کا نتیجہ بیان حدیث میں حزم و احتیاط کی شکل میں نمودار ہوا[۱]

تابعین کی ایک مجلس میں حدیث کا چرچا تھا، ہر شخص قال رسول اللہ کذا، قال رسول اللہ کذا کہہ رہا تھا، حضرت ابو قتادہؓ نکلے تو کہا نخواستہ سے کیا نکال رہے ہو؟ آنحضرتؐ نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے[۲]

روایتوں کی تعداد باایں ہمہ تشدد ۱۷۰ ہے، راویوں میں صحابہ کبار اور تابعین عظام داخل ہیں، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، ابو محمد نافع بن الاقرع (ان کے آزاد کردہ تھے) سعید بن کعب بن مالک (یہ ان کے بھائی تھے) کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھیں) عبداللہ بن رباح، عطاء بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، عمر بن سلیم زرقی، عبداللہ بن معبد زمانی، محمد بن سیرین، نبہان مولی التوامہ، سعید بن مسیب، ابن منکدر، کہ سپہر حدیث کے آفتاب و ماہتاب ہیں، ان کے لمعات فضل سے مستغنی نہیں،

اخلاق وعادات | اخوت اسلامی کا یہ عالم تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرتؐ کے پاس نماز کے لئے لایا گیا، پوچھا اس پر قرض تو نہیں، لوگوں نے کہا دو دینار (۱۰ روپے) ہیں، فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں، ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو، حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر میں قرض ادا کردوں تو آپ نماز پڑھائیں گے، فرمایا ہاں، ابو قتادہؓ اٹھے، جا کر قرض ادا کیا، اور آنحضرتؐ کو خبر کی، آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھی[۳]

---

(۱) مسند ابن حنبل ص ۲۹۷ ج ۵، (۲) مسند ص ۳۱۰ ج ۵، (۳) مسند ۲۹۷، و ۳۰۲، ۳۱۱ ج ۵،

ایک مسلمان پر قرض آتا تھا، یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا، ایک روز گئے تو گھر میں موجود تھا، اُس کے بچے سے پوچھا اُس نے کہدیا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، پکارا کہ نکلو مجھے معلوم ہوگیا، اب چھپنا بیکار ہے، وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی، اسنے کہا بات یہ ہے کہ میں نہایت تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں اس کے ساتھ عیالدار بھی ہوں، کہا تم کو خدا کی قسم ایسا ہی ہے، بولا ہاں، حضرت ابو قتادہ آبدیدہ ہوگئے، اور اُس کا قرض معاف کردیا،[1]

حضرت ابوبکرؓ نے قتال مرتدین کے لئے لشکر بھیجا تھا حضرت خالدؓ کو لکھا کہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں، انھوں نے کسی وجہ سے مالک کو قتل کرڈالا حضرت ابو قتادہؓ نے بارگاہِ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا، انھوں نے ایک مسلمان کا خون کیا ہے،[2]

امر بالمعروف کا جوش اندازہ سے باہر تھا،[3]

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے، ستارہ ٹوٹا، لوگ دیکھنے لگے، فرمایا اس کا زیادہ دیکھنا منع ہے

محبت رسول کا یہ حال تھا، کہ اپنا مال وجان بھی اس کے سامنے ہیچ تھا، ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اُٹھوگے لوگ پانی ڈھونڈھنے نکل گئے لیکن حضرت ابو قتادہؓ، موکب نبوی کے ساتھ رہے، آنحضرتؐ اونٹ پر سو رہے تھے، اونگھ میں کسی طرف جھکتے، یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے، ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے انھوں نے ٹیک لگائی تو آنکھ کھل گئی، فرمایا کون؟ عرض کیا ابو قتادہ، فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو، کہا شام سے، آنحضرتؐ نے دعا دی کہ حفظك الله كما حفظت رسوله (یعنی جس طرح تم نے میری نگہبانی کی، خدا تمھارا نگہبان رہے،[4]

فطرتاً نہایت رحیم تھے، جانوروں تک پر رحم کرتے تھے، اپنے بیٹے کے گھر گئے، بہو نے

[1] مسند ج ۵، ۳۰۸، [2] تاریخ یعقوبی ص ۱۴۸ ج ۲، [3] مسند ج ۵، ۲۹۹، [4] مسند ج ۵، ۲۹۸،

وضو کے لئے پانی رکھا، بلی آئی اور منہ ڈالکر پانی پینے لگی حضرت ابو قتادہؓ نے بھگانے کے بجائے برتن اُس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے، یہ کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں، کہا بیٹی اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں، وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے[1]،

شکار کا بیحد شوق تھا، آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ جارہے تھے، راستہ سے کچھ ساتھیوں کو لیکر الگ ہو گئے، علاقہ پہاڑی تھا، اور ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنا آتا تھا دوستوں کو لیکر پہاڑ پر تفریحاً چڑھے، یکایک سب کی نظریں ایک سمت اٹھیں، تو ایک جانور نظر آیا، انھوں نے بڑھ کر دیکھا، پھر پوچھا بتاؤ کون جانور ہے؟ لوگوں نے کہا ٹھیک نہیں بتا سکتے، بولے گورخر ہے کہا ہاں سچ کہتے ہو، پہاڑ پر چڑھتے وقت کوڑہ بھول آئے تھے، ساتھیوں سے کہا میرا کوڑہ اٹھا لاؤ، یہ لوگ احرام باندھ چکے تھے، اس بنا پر صاف انکار کیا، کہا اچھا نیزہ دیدو، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو خود گھوڑے سے اتر کر نیزہ اٹھایا اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے گورخر کو مار کر ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے اٹھانے میں ہاتھ بٹاؤ لیکن سب نے صاف جواب دیا، آخر خود اٹھا کر لائے، اور گوشت پکایا، لوگوں کو کھانے میں بھی تامل تھا، بعضوں نے کھایا اور بعض آخر تک نہ کھانے پر مصر رہے، حضرت ابو قتادہؓ نے کہا اچھا تھوڑی دیر میں بتاؤنگا، رسول اللہ ﷺ سے چل کر پوچھتا ہوں، ملاقات ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے کھانے میں کیا مضائقہ؟ خدا نے تمھارے ہی لئے بھیجا تھا، اگر کچھ باقی ہو تو میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے پیش کیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا اس کو کھاؤ[2]

نہایت ملنسار تھے، احباب کا ایک حلقہ قائم کیا تھا، حدیبیہ میں جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ

---

[1] مسند ص ۳۰۳، [2] صحیح بخاری ص ۵۲۹، ۲۶ و شرح الساری ج ۹،

مکہ جارہے تھے، راستہ میں یار دوست ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے[۱]، ابو محمد بھی ان کی مجلس کے ایک رکن تھے[۲]

خواب بہت دیکھتے تھے، بسا اوقات مہیب اور خوفناک تخیلات سے سوتے میں ڈر جاتے اور بیمار پڑ جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ بات جاتی رہی تھی[۳]

حضرت اسیدؓ بن حضیر

نام و نسب اسید نام، ابو یحییٰ و ابو عتیک کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام ام اسید بنت السکن تھا،

حضرت اسید کے والد حضیر، قبیلۂ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت میں اوس و خزرج میں جو لڑائیاں ہوتیں، حضیر ہی کے زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں کہ تمام لڑائیوں کا نچوڑ تھی سپہ سالاری کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا،

انھوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو بن نعمان بن جعلیہ کے سپرد تھی، وہ نہایت تدبیر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا، اور اوسی شکست کھا رہے تھے، یہ دیکھ کر حضیر نے انتہائی ثبات قدم کا ثبوت دیا اور خود مقابلہ کو بڑھے جس میں عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے،

---

[۱] مسند ۱۰۳، [۲] مسند ص ۲۹۵ ج ۵، [۳] مسند ۳۰۳، ج ۵،

اسلام | اس کے ۲ سال بعد بیعت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اشاعت اسلام کے لئے مدینہ تشریف لائے، حضرت اسید ابھی تک مسلمان نہوئے تھے۔

حضرت مصعبؓ نے اسعدؓ بن زرارہ کے مکان مین قیام کیا تھا، وہ وہان ظفر کے قبیلہ مین بیٹھکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے، بنو ظفر کے مکانات عبدالاشہل سے متصل واقع تھے، ایک روز باغ مین مسلمانون کو تعلیم دیرہے تھے، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو خبر ہوگئی، سعد نے اسید سے کہا کہ اکو جاکر منع کردو کہ ہمارے محلہ مین آیندہ نہ آئین، اگر اسعدؓ بن زرارہ بیچ مین نہ ہوتے تو مین خود چلتا، اسید نیزہ اٹھاکر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے، کارکنان قضانے کہا مصرعہ

- آمد آن یارے کہ ما می خواستیم۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے ان کو آتا دیکھکر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہین اور آپ کے پاس آرہے ہین، ان کو مسلمان بناکے چھوڑیے گا، اسید آئے اور کھڑے ہوکر پوچھا، تم ہمارے کمزور لوگون کو بیوقوف کیون بناتے ہو؟ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہان سے چلے جاؤ، مصعبؓ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا، فرمایا آپ بیٹھکر پہلے میری بات سن لین، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج مین آئے کیجیئگا، اسید بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کرکے کلام پاک کی چند آیتین پڑھین، جن کو سُن کر اُن پر خاص انظاری ہوا، اور بے اختیار منہ سے نکلا کہ اس دین مین کیونکر داخل ہوسکتا ہون؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا، اور نماز پڑھنا، اسید اُٹھے اور نہاکر مسلمان ہوئے، چلتے وقت کہا مین جاتا ہون اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہون ان کو بھی مسلمان کرنا، وہان سے سعد بن معاذ کے پاس آئے اور ان کو روانہ کیا،

یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے، بیعت عقبہ ہوئی تو خود بھی شریک ہوئے، آنحضرتؐ نے

ان کو عبد الاشہل کا نقیب تجویز فرمایا،

غزوات اور دیگر حالات

زید بن حارثہ کو کہ مہاجری اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، آنحضرتؐ نے ان کا اسلامی بھائی بنایا،

غزوات میں سے بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، احد میں شریک تھے، اور ۷۰ زخم کھائے تھے، لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہؐ کے پاس سے ہٹ گیا تو یہ ثابت قدم رہے تھے،

غزوۂ خندق میں لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی، مسلمان ۱۰ روز تک محصور رہے، مشرکین شبخون کے ارادہ سے راتوں کو گشت لگاتے تھے، حضرتؐ اسید نے ۲۰۰ آدمی لیکر خندق کی حفاظت کی[1]

غطفانیوں نے لوٹ مار میں زیادہ سرگرمی دکھائی تھی، آنحضرتؐ نے یہ دیکھکر ان کے سرداروں (عامر بن طفیل اور زید) کو بلایا، دونوں نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلوں میں حصہ دلوائے تو اس کی تدبیر کیجا سکتی ہے، اسید بن حضیر کھڑے تھے، نیزہ سے دونوں کا سر ٹھونکا، اور کہا اے لومڑی جا بھاگ، عامر کو یہ الفاظ ناگوار گذرے، پوچھا تم کون ہو، کہا اسید بن حضیر، سوال کیا حضیر کتائب کے بیٹے، کہا ہاں، بولا کہ تمھارے باپ، تم سے اچھے تھے، جواب دیا، کبھی نہیں، میں تم سے اور اپنے باپ، دونوں سے اچھا ہوں، کیونکہ وہ کافر مرے۔

اس کے ایک سال بعد اور غزوۂ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے آنحضرتؐ کے قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا، اسنے چھوٹا سا خنجر کمر میں رکھا اور آنحضرتؐ کو پوچھتا ہوا، عبد الاشہل کی مسجد میں پہونچا، آنحضرتؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ دھوکا دینے آیا ہے، وہ قتل کے

[1] طبقات ص ۴۹ حصہ مغازی

ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا حضرت اسیدؓ نے لنگی پکڑ کر کھینچی جس سے خنجر نیچے گرا، سمجھا کہ اب جان کی خیریت نہیں، اُنھوں نے اس کا گریبان مضبوط پکڑ لیا، تاکہ بھاگنے کا قصد نہ کر سکے[1]

خیبر میں سلمہ بن اکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا، تلوار اچٹ کر خود اُن کے لگی جس سے جان بحق تسلیم ہو گئے، اسیدؓ اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے مرے ہیں اس لئے ان کے اعمال رائگان گئے، سلمہؓ نے آں حضرتؐ سے کہا، ارشاد ہوا کہ کہنے والوں نے غلط کہا اُنکو دوہرا ثواب ہے[2]

فتح مکہ میں رسول اللہؐ مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے، جن کا دستہ تمام لشکر کے پیچھے تھا، اس میں حضرت اسیدؓ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آں حضرتؐ اُن کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان تھے[3]

غزوۂ حنین میں قبیلۂ اوس کا جھنڈا اُن کے پاس تھا[4]

آں حضرتؐ کی وفات کے بعد بیعتِ سقیفہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، قبیلۂ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت عامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لئے تفوق حاصل کر لیں گے، اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے، میرے خیال میں ابوبکرؓ سے بیعت کر لینا بہتر ہے، یہ مشورہ کر کے سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے اُٹھ کر بیعت کریں، چنانچہ قبیلۂ اوس بیعت کے لئے اُٹھا تو سعد بن عبادہ کا تمام زور و قوت ٹوٹ گئی[5]

فتح بیت المقدس میں کہ سنہ ۱۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے،

وفات سنہ ۲۰ھ میں انتقال کیا، حضرت عمرؓ مسند خلافت پر تھے، خود اُن کے مکان سے جنازہ اُٹھایا اور بقیع میں لا کر نماز پڑھائی، پھر وہیں دفن کیا،

قرض حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ جائداد اپنے ہاتھ میں لیکر قرض ادا کریں، اس کی یہ آسان

[1] طبقات ابن سعد ص ۴، حصہ مغازی [2] صحیح مسلم ص ۱۶ ج ۲، [3] طبقات ص ۹۸، حصہ مغازی [4] طبقات ص ۱۴۶، [5] تاریخ طبری

صورت تھی کہ جائداد فروخت کردی جاتی، لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، چار ہزار درہم قرض تھا، قرض خواہوں کو بلاکر ۱۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا، اس طرح ۴ برس میں پھل فروخت کرکے ان کا کل قرض ادا کردیا، اور جائداد سالم بچ گئی، فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا،

اہل وعیال | بیوی نے عہد نبوی میں انتقال کیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے، ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسیدؓ بن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی، انھوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپکی مغفرت کرے، آپ اس قدر جلیل القدر صحابی ہوکر، ایک عورت کے لئے روتے ہیں، انھوں نے کپڑا ہٹایا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں ہم کو صرف سعد بن معاذ پر رونا چاہیے، آنحضرتؐ ان باتوں کو سنتے رہے[۱]۔

لڑکا غالباً ایک ہی تھا، اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قرأۃ القرآن میں اس کا تذکرہ آیا ہے[۲]

فضل وکمال | اشاعت قرآن اور نشر حدیث ان کی تمام زندگی کا لب لباب تھا، حدیث براہ راست آنحضرتؐ سے روایت کی حضرت عائشہؓ، ابو سعید خدری، انس بن مالک، ابو لیلیٰ انصاری کعب بن مالک جیسے جلیل المنزلت صحابہ، ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں،

اخلاق وعادات | تزکیہ باطن نے تمام حجاب اٹھادے تھے، ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کررہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا، وہ بدکا، انھوں نے پڑھنا بند کردیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھا تو پھر بدکا، ان کو ڈر لگا کہ بچہ پاس لیٹا ہوا ہے، کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو

---

[۱] مسند ص ۳۵۲ ج ۴، [۲] بخاری ص ۵، ج ۲،

آسمان پر ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہو چکی تھی، اس لئے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا، صبح اٹھ کر آن حضرتؐ سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے، [۱]

ایک رات آن حضرتؐ کے پاس سے اُٹھے، سخت اندھیرا تھا، چھڑی ہاتھ میں تھی، ایک صحابی اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، جب راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی [۲]

اس واقعہ کو لوگوں نے کراماتِ صحابہؓ میں داخل کیا ہے،

نہایت صاف گو تھے، اور اس لئے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہوتی منہ پر کہدیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اس صفت کی وجہ سے تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے،

نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے، حضرت سعدؓ بن معاذ کے بعد قبیلۂ اوس تمام تر ان کا تابع فرمان تھا، امارت کا اقتدار دیکھو کہ بیعت سقیفہ میں جبکہ بیشتر سے تمام انصار سعد بن عبادہ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کرکے آئے تھے، ان کی ایک جنبش لب نے تمام نظامِ خلافت درہم برہم کر دیا،

انھیں عظیم الشان خدمات کے سبب آن حضرتؐ نے فرمایا تھا، نعم الرجل اسید بن حضیر! اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ ترین افراد میں داخل تھے

حضرت ابودجانہؓ

نام و نسب سماک نام، ابودجانہ کنیت، قبیلۂ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن

[۱] بخاری ۲ ج ۲،۷۵۰ [۲] بخاری ص ۵۳۷ ج ۱

عم ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات - آن حضرت مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے برادری قائم کی، تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ احد میں آن حضرتؐ نے ایک تلوار لیکر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے، ابودجانہ بولے اسکا حق میں ادا کرونگا، آن حضرتؐ نے ان کو تلوار عنایت فرمائی[1] بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؛ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا،[2]

ابودجانہ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان اکڑ کر آ ہوئے، آن حضرتؐ نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے، تاہم ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔[3]

معرکہ کا وقت آیا تو نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، اور بہت سے کافر قتل کئے، رسول اللہؐ کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے، لیکن میدان سے نہ ہٹے،

آن حضرتؐ اس جانبازی سے نہایت خوش تھے، مکان تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میری تلوار دھو ڈالو، حضرت علیؓ بھی آئے اور یہی درخواست کی، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آج میں خوب لڑا، آن حضرتؐ نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابودجانہ بھی خوب لڑے[4]

غزوۂ بنو نضیر میں مال واسباب جو کچھ تھا سب رسول اللہؐ کا حصہ تھا، تاہم آپ نے چند مہاجرین وانصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا، ابودجانہؓ کو بھی زمین دی تھی جو انھیں کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی،[5]

۱؎ صحیح مسلم ص ۳۴۶ ج ۲، ۲؎ اصابہ ص ۵۰ ج ۷، ۳؎ اسد الغابہ ص ۳۲۰ ج ۵، ۴؎ ایضاً ص ۳۵۲ ج ۲، ۵؎ طبقات ابن سعد

غرض تمام معرکوں میں ان کی شرکت نمایاں تھی مصنف استیعاب لکھتے ہیں[۱]

لہ مقامات محمودۃ فی مغازی رسول اللہ غزوات نبوی میں اُن کو ممتاز درجہ حاصل ہے

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا، اُس کا ایک باغ تھا اور وہ اسی کے اندر سے لڑ رہا تھا مسلمان گھسنا چاہتے تھے لیکن دیوار حائل تھی، ابودجانہ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، اُس کے بعد کہا دو مسلمانو! مجھ کو ادھر پھینک دو!" اس ترکیب سے اگرچہ مقصد میں کامیابی ہوئی یعنی دیوار کے پار گرے لیکن پانوں ٹوٹ گیا تاہم مشرکین سے دروازہ روکے کھڑے رہے۔ اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے جگہ سے نہ ہلے،

وفات | مسلمان اندر پہونچ گئے تو از سر نو جوش تازہ ہوا، باایں ہمہ کہ شکستہ پا تھے مسیلمہ کو مارنے کیلئے بڑھے، اور آخر خود بھی شہید ہو گئے،[۲]

فضل وکمال | اگرچہ حضرت ابودجانہؓ سے حدیثیں منقول نہیں، تاہم ان کی نسبت، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں، وھو من فضلاء الصحابۃ واکابرھم۔ یعنی وہ فضلائے صحابہ میں تھے، اور بڑے رتبہ کے شخص تھے

اخلاق وعادات | جوش ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی میں ہو چکا ہے، انسان کو جان سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں، لیکن صحابہ کے نزدیک ایک چیز جان سے بھی زیادہ عزیز اور بیش قیمت تھی اور وہ ایمان ہے، یہی وہ شمع تھی جس پر ابودجانہؓ پروانہ وار نثار ہو گئے،

حب رسولؐ جنگ احد میں ظاہر ہوتی ہے، جس وقت تمام مجمع آنحضرتؐ کے پاس سے منتشر ہو گیا اور چند آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، دو آدمی آپ کے سپر بنے ہوئے تھے مصعبؓ بن عمیر اور ابودجانہؓ، اوّل الذکر جان دیکر ہٹے، اور ابودجانہؓ نے کاری زخم کھا کر فدائیت کا ثبوت دیا

۱؎ کتاب مذکور ص ۵۸۲، ج ۲، ۲؎ اسد الغابہ ص ۳۵۳ ج ۲، ۳؎ اصابہ ص ۴۸، ج ۵، ۴؎ اصابہ ۳۵۲ ج ۲،

شجاعت کا اندازہ بھی انھین واقعات سے کرنا چاہئے، صاحب استیعاب لکھتے ہین، کان بہمۃ من البھم الابطال، یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بہادرون مین تھا، اسد الغابہ مین ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سر پر سُرخ پٹی باندھتے اور ناز و نخرے سے چلتے تھے،

حضرت ابو الیسر کعب بن عمروؓ

نام ونسب کعب نام، ابو الیسر کنیت، بنوسلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مری تھا، اور بنوسلمہ سے تھین،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین بیعت کی،

غزوات تمام غزوات مین شریک رہے، غزوۂ بدر مین نہایت جوش سے لڑے، مشرکین کا علم ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ مین تھا، انھون نے بڑھکر چھین لیا منبہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا، اور حضرت عباسؓ کو اسیر کرکے آن حضرتؐ کے سامنے لائے، آنحضرتؐ ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباسؓ کے ڈیل ڈول کو دیکھکر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کے اسیر کرنے مین ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی، اس وقت ان کا سن کل ۲۰ سال کا تھا،

امام بخاری نے اپنی تاریخ مین بھی ان کی شرکتِ بدر تسلیم کی ہے،

معرکۂ خیبر مین صحابہ قلعون کا محاصرہ کئے تھے، ایک رات کسی یہودی کی بکری قلعہ مین جا رہی تھی، آن حضرتؐ نے فرمایا ہمکو اس کا گوشت کون کھلائیگا، ؟ ابو الیسرؓ نے کہا مین، اٹھکر نہایت

(۱) کتاب مذکور ص ۶۱۲ ج ۲، (۲) اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۸۱ ج ۵

تیز دوڑتے ہوئے پہونچے، اور بکریاں بھی اندر جارہی تھیں، انھوں نے پیچھے سے دو بکریاں پکڑلیں اور بغل میں دبا کر چلتے ہوئے، لوگوں نے ان کو ذبح کرکے گوشت پکایا[۱]،

صفین اور دوسری لڑائیوں میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے،

وفات | ۵۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا، اصحاب بدر میں یہ سب سے پیچھے فوت ہوئے، خیبر والی حدیث بیان کرکے رویا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اٹھالو، صحابہ میں صرف میں باقی رہ گیا ہوں[۲] وفات کیوقت سن ستر سے اوپر تھا، بعض لوگوں نے ۱۲۰ سال لکھا ہے، لیکن یہ بداہتہً غلط ہے،

اولاد | ایک لڑکا یادگار چھوڑا، اس کا نام عمار تھا،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، پیٹ بڑا،

فضل وکمال | حدیث کم اور نہایت احتیاط سے روایت کرتے تھے، عبادہ بن ولید سے دو حدیثیں بیان کیں، لیکن حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھکر کہتے تھے، کہ ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانوں نے آنحضرتؐ کو بیان فرماتے سنا[۳]

تلامذہ میں عبادہ بن ولید، موسیٰ بن طلحہ، عمر بن حکم بن رافع، حنظلہ بن قیس زرقی، صیفی مولیٰ ابو ایوب انصاریؓ، اور ربعی بن حراش کا نام داخل ہے،

اخلاق وعادات | نہایت رحیم اور نرم دل تھے، بنو حرام کے ایک شخص پر قرض آتا تھا اس کے مکان پر جاکر آواز دی، معلوم ہوا کہ موجود نہیں، اتنے میں اس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا، انھوں نے کہا تمھارے باپ کہاں ہیں، بولا کہ اماں کی چارپائی کے نیچے چھپے ہیں، انھوں نے پکارا کہ اب نکل آؤ، تم جہاں ہو مجھے معلوم ہے، وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سنائی، ابو الیسر کا دل بھر آیا اور کاغذ منگا کر تمام حروف مٹادے اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ میں معاف کرتا ہوں[۴]،

---

[۱] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۳ [۲] مستدرک ۴۲۲ ج ۳ [۳] صحیح مسلم ص ۵۰۴ ج ۲ [۴] ایضاً

غلاموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے، عبادہ بن ولید ان سے حدیث سننے کے لئے آئے، دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابوں کا ایک پشتارہ ہے، خود ایک چادر اور ایک معافری کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں، اور غلام کا بھی یہی لباس ہے، عبادہؓ نے کہا عم محترم! بہتر ہو کہ ایک جوڑا پورا کر لیجئے، یا تو آپ ان کی معافری لیجئے اور اپنی چادر ان کو دیدیجئے اور یا اپنی معافری دیجئے اور ان سے چادر لیجئے، حضرت ابوالیسرؓ نے یہ سن کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور فرمایا کہ آنحضرتؐ کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ،[1]

حضرت ابولبابہؓ

نام و نسب رفاعہ نام، ابولبابہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام عقبۂ ثانیہ میں اسلام لائے، اور نقیب بنائے گئے،

غزوات اکثر غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر میں خاص امتیاز حاصل کیا، ہر اونٹ پر ۲-۳ آدمی سوار تھے، ابولبابہؓ جس اونٹ پر تھے شہنشاہ زمان کا موکب ہمایوں تھا، جناب امیر علیہ السلام بھی اسی پر تھے وہ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے، جب آنحضرتؐ کے اترنے کی باری آتی، دونوں جان نثار عرض کرتے کہ آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے، آنحضرتؐ فرماتے، کہ تم مجھ سے زیادہ چلنے پر قادر نہیں، اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں[2]

مدینہ سے ۲-دن کی مسافت پر روحا، ایک مقام ہے وہاں پہنچ کر آنحضرتؐ نے ابولبابہؓ کو

---

[1] صحیح مسلم ص ۵۰۱ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۴،

مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرکے واپس کیا، غنیمت میں جس طرح مجاہدین کا حصہ لگایا تھا، ان کا بھی لگایا،
غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق میں بھی وہی مدینہ پر آنحضرتؐ کے جانشین تھے[۵]

غزوۂ قریظہ میں کہ ۵ھ میں واقع ہوا تھا، آنحضرتؐ نے اہل قریظہ کا کہ یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے، محاصرہ کیا، یہ لوگ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، اس بنا پر ابو لبابہؓ کو مشورہ کے لیے بلایا وہاں پہونچے تو نہایت تعظیم کی گئی، اس کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، اور یہودیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے، یہ عجیب دردناک سماں تھا، اس کو دیکھ کر دل بھر آیا، اور کہا کہ میرے خیال میں تم کو آنحضرتؐ کا حکم مان لینا چاہیے، نیز گلے کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت میں قتل کئے جاؤ گے، کرنے کو تو اشارہ کر گئے، لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسول کی خیانت ہوئی تو پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہاں سے اٹھ کر مسجد نبویؐ آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون میں باندھا کہ جب تک خدا توبہ نہ قبول کرے، اسی طرح بندھا رہوں گا،

زیادہ عرصہ گذرا تو آنحضرتؐ نے لوگوں سے دریافت کیا، قصہ معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا، اچھا ہوا، لیکن اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں خود استغفار کرتا، غرض ۷، ۸۔ روز اسی طرح گذرے، نماز اور حوائج ضروریہ کے لئے نکلتے، پھر زنجیر میں ان کی لڑکی باندھ دیتی، کھانا پینا بالکل ترک تھا، کانوں سے بہرے ہوگئے، آنکھیں بھی معرض خطر میں پڑگئیں اور ناطاقتی سے بیہوش ہوکر زمین پر گر گئے، اب رحمت الٰہی کے نزول کا وقت آیا،

آنحضرتؐ، حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے، طلوع فجر سے پیشتر آیت توبہ اتری، تو فرط مسرت سے مسکرا اٹھے، ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، بات کیا ہے؟ فرمایا کہ ابو لبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، اتنا کہنا تھا کہ یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوگئی، لوگ ابو لبابہؓ کو کھولنے آئے، انھوں نے کہا، کہ جب آنحضرتؐ کھولیں گے اس وقت یہاں سے ہٹوں گا، نماز صبح کیلئے

۵ طبقات ابن سعد ص ۱۹و۲۰

آن حضرتؐ مسجد تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے ابولبابہؓ کو کھولا،

ابولبابہؓ پر اب مسرت کا ایک عالم طاری تھا، درخواست کی کہ اپنا گھربار چھوڑ کر آپ کے پاس رہوں گا اور اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں، آن حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو،[1]

توبہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ	مسلمانو! تم اللہ، رسول اور اپنی امانتوں میں
الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ	خیانت نہ کرو، حالانکہ تم اس کو جانتے ہو، اور
تَعْلَمُونَ، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ	خوب سمجھ لو کہ تمھارا مال اور اولاد آزمائش ہیں
أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ	اور خدا کے پاس بڑا اجر ہے، مسلمانو تم اگر خدا سے
أَجْرٌ عَظِيمٌ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ڈروگے تو تم کو ممتاز کرے گا، اور تمھاری
إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا	برائیاں دور کرے گا، اور مغفرت کرے گا،
وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ	اور خدا بڑا
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	فضل کرنے والا ہے،

سنہ ۸ھ میں غزوۂ فتح ہوا، اس غزوہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا، غزوۂ تبوک میں شریک تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے، اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون میں باندھا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوۂ تبوک میں جو مسلمان بلا عذر رہ گئے تھے، صرف ۳ تھے، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ، کعب بن مالک، چنانچہ قرآن مجید میں بھی ۳ ہی کا لفظ مذکور ہے، وعلی الثلثة الذین خلفوا،

غزوات نبوت کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہے،

(۱) کتب رجال و مسند ابن حنبل ص ۵۳ھ ج ۳

وفات سن وفات مین سخت اختلاف ہے، لیکن اسقدر صحیح ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام کے عہد مبارک مین وفات پائی،

اولاد دو لڑکے چھوڑے، سائب، اور عبد الرّحمٰن،

فضل وکمال حضرت ابولبابہؓ جلیل القدر صحابی تھے، اور برسون آن حضرتؐ کی صحبت سے مشرف رہے تھے اس اثناء مین بہت حدیثین سُننے کا اتفاق ہوا ہوگا، لیکن باینہمہ مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے راویانِ حدیث کے زمرہ مین بعض اکابر صحابہ داخل ہین، مثلاً عبد اللہ بن عمرؓ، تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی مسند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن مین مخصوص لوگون کے نام یہ ہین،

عبد الرحمٰن بن یزید بن جاریہ، ابوبکر بن عمرو بن حزم، سعید بن مسیب، سلمان اغر، عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک، سالم بن عبد اللہ بن عمر، عبید اللہ بن ابی یزید، نافع مولیٰ ابن عمر، سائب، عبد الرحمٰن،

اخلاق امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے،

عبد اللہ بن عمرؓ نے رسول اللہؐ سے سانپ کے مارنے کی حدیث سنی تھی، وہ جہان سانپ دیکھتے، مار ڈالتے تھے، ابولبابہؓ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا، ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو، مین اسی طرف سے مسجد جاؤن گا، ابن عمرؓ اُٹھے، اُدھر سے وہ بھی کھول رہے تھے، بٹ کُھلا تو ایک سانپ نظر آیا، عبد اللہؓ نے دوڑ کر مارنا چاہا، اُنھون نے کہا ٹھہرو، آن حضرتؐ نے گھر کے سانپون کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے[1]

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۵۲ و ۴۵۳ ج ۳،

حضرت ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ

نام و نسب | مالک نام، ابو الہیثم کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو (نبت)، بن مالک ابن اوس

زعوراء، عبد الاشہل کا بھائی تھا، اس بنا پر ابو الہیثم، اسید بن حضیر کے ابن عم ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبد الاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا، ورنہ اصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے، ابن سعد کی بھی یہی رائے ہے، لیکن کثرت رائے ہمارے ساتھ ہے،

اسلام | وہ جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے، ابن سعد میں ہے،

وکان اسعد بن زرارۃ وابو الھیثم بن التیھان متکلمان بالتوحید بیثرب، یعنی مدینہ میں اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہان، توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے[1]

اسعد بن زرارہ، ۶-آدمیوں کے ساتھ مکہ سے مسلمان ہو کر آئے تو ابو الہیثم نے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا، اسلام کی تعلیم پیش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا، وہ پہلے ہی دین الفطرت کے متلاشی تھے اس صدا کو لبیک کہا، اور مسلمان ہو گئے[2]،

اس کے ایک سال بعد ۱۲-آدمیوں کا جو وفد مکہ گیا، ابو الہیثم اس میں شامل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مقدس پر بیعت کی، دوسرے سال ۷۰-آدمیوں کے ساتھ گئے، اور بیعت حرب میں شریک ہوئے، کہتے ہیں، کہ اس میں سب سے پہلے بیعت کے لئے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابو الہیثم تھے، بنو عبد الاشہل کا یہی بیان ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل کیا ہے

---

[1] طبقات ص ۱۳۶ ج ۳ قسم ۱ [2] ایضاً

بیانات مختلف ہیں، بنو نجار اسعد بن زرارہ کے تاج عظمت پر سبقت کا طرہ لگاتے ہیں، بنو سلمہ کعب بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء بن معرور کا نام لیتے ہیں[1]، بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا، بنو عبد الاشہل میں اسید بن حضیر اور ابو الہیثم اس منصب کے لئے پیش کئے گئے،

غزوات عثمان بن مظعون سے کہ بڑے پایہ کے مہاجری تھے، رشتۂ اخوت قائم ہوا، غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے،

وفات حضرت عمرؓ کی خلافت میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھے اور صفین میں ان کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں، واقدیؒ نے صاف تصریح کی ہے کہ ان کے صفین میں شرکت کی خبر بے بنیاد ہے، اس کے ماسوا سنہ ۲۰ میں فوت ہونے پر زہری، صالح بن کیسان، اور حاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روایتیں موجود ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

فضل وکمال حدیث کی بعض کتابوں میں چند روایتیں مذکور ہیں، لیکن ان کی صحت پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حدیثوں کی جو روک ٹوک تھی، اور جس قسم کی حدیثیں بیان کی جاتی تھیں، ان کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیثیں اس زمانہ کی نہیں، اس کے ماسوا بلحاظ روایت بھی ان کی صحت مشتبہ ہے، امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

والروایات عن ابی الھیثم کلھا فیھا نظر، ولیست تاتی من وجہ یثبت، وذلک لتقدم موتہ[2]

یعنی ابو الہیثم سے جتنی روایتیں ہیں سب مشکوک ہیں ایک بھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچی اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۴۴۷ ج ۴، [2] اصابہ ص ۲۰۹ ج ۷

اخلاق | حب رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے:

ایک روز آن حضرتؐ خلاف معمول وقت باہر تشریف لائے، حضرت ابو بکرؓ بھی پہونچے، پوچھا ابو بکر اس وقت کیسے آئے، عرض کی حضور کی زیارت کو، تھوڑی دیر مین حضرت عمرؓ بھی آئے، ان سے بھی یہی سوال ہوا، انھون نے کہا یا رسول اللہ اس وقت بھوک یہان لائی، ارشاد ہوا مین بھی بھوکا ہون، تینون بزرگ، ابو الہیثم کے یہان چلے، ابو الہیثم کے پاس کھجور کے باغات اور بکریون کے ریوڑ تھی، لیکن کوئی نوکر نہ تھا، اس لئے تمام کام خود انجام دیتے تھے، اس وقت وہ گھر مین موجود نہ تھے مکان پہونچکر آواز دی، تو ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہین، کچھ عرصہ مین نظر پڑی تو مشک اٹھائے چلے آرہے تھے، آن حضرتؐ کو دیکھ کر مشک رکھدی اور لپٹ گئے، اور نہایت ذوق وشوق مین کہنے لگے کہ میرے مان باپ آپ پر فدا، اس کے بعد اپنے باغ مین لے گئے بیٹھنے کے لئے کوئی چیز بچھادی اور خود چھوہارون کی ایک شاخ کاٹ لائے، آن حضرتؐ نے فرمایا پکے چھوہارے لائے ہوتے، عرض کی، اس مین پکے، گدر ہر قسم کے ہین، چاہا کہ جو مرغوب خاطر ہو، آپ اس کو نوش فرمائین، چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا، پانی نہایت صاف اور شیرین تھا، آن حضرتؐ نے کھانے کے بعد فرمایا دیکھو، کتنی نعمتیں ہین سایہ، عمدہ چھوہارے، ٹھنڈا پانی، خدا کی قسم ان کا قیامت کے دن سوال ہوگا،! ابو الہیثم اپنے معزز مہمانون کو باغ مین چھوڑ کر مکان آئے، اور کھانے کا سامان کیا، آن حضرتؐ نے فرمادیا تھا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا، انھون نے ایک بچہ ذبح کرایا اور اس کو بریان کر کے حضور مین لائے، آن حضرتؐ نے کھانے کے بعد پوچھا کہ تمھارے پاس کوئی نوکر ہے، عرض کیا نہین، فرمایا جب میرے پاس قیدی آئین تو آنا، اسی اثناء مین دو قیدی آئے، ابو الہیثم سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کرلو، انھون نے آن حضرتؐ پر چھوڑا، آن حضرتؐ نے ایک کو اس بناء پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا

برتاؤ کرنا، غلام کو لیکر گھر آئے اور بیوی سے یہ قول نقل کیا،

بیوی بھی نہایت سمجھ دار ملی تھیں، بولیں کہ فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو

اُنھوں نے ایسا ہی کیا، آنحضرت کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میاں بیوی دونوں کی

مدح فرمائی،[1]

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام و نسب — اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج سے تھے، اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے، نسب نامہ یہ ہے، اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرۂ عرب کا ہر خطہ، کفر و ظلمت کا نشیمن تھا، تاہم اس مبارک زمانہ سے پیشتر بھی چند نفوس اپنے فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہو گئے تھے، حضرت اسعد بن زرارہ کا بھی انھیں لوگوں میں شمار تھا،[2]

اسلام — اسی زمانہ میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس، عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، ان سے آنحضرت صلعم کے حالات بیان کئے، تو ذکوان نے اسعد سے کہا دونک ہذا دینک، یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے، اب اس کو اختیار کرو، حضرت اسعد اُٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا،[3]

مکہ سے ایمان و اسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے، وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا، چنانچہ اسلام کی تبلیغ

---

[1] جامع ترمذی ص ۳۹۱، [2] طبقات ص ۱۳۶ ج ۳ قسم ۱، [3] اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱،

شروع کی، سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے، اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابوالہیثم بولے کہ تمھارے ساتھ میں بھی آن حضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہون[۱]

اس بنا پر انصار مین جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعد بن زرارہ ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ وہ عقبۂ اولی مین ۶۔ آدمیون کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، بہرحال عقبۂ اولی کے دوسرے سال ۱۲۔ آدمیون کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبۂ کبریٰ کی بیعت مین شرکت کی، کہتے ہین کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت مین آن حضرت صلعم نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعد نقیبون مین سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے،

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان پورے اوج پر تھا، حرہ بنی بیاضہ مین جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہین باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس[۲] آدمیون کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ اصحاب عقبہ مین تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے[۳] کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھون سے پڑی تھی، سچ ہے، من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ

اسی زمانہ مین انصار نے آن حضرت صلعم کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے ایک شخص بھیجئے، آن حضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا، تو اسعد بن زرارہ نے ان کو اپنے گھر مین مہمان اوتارا[۴]

ہجرت نبوی کے یادگار وقت مین اگرچہ وحی و الہام کا مامن حضرت ابوایوبؓ کا کاشانہ تھا، تاہم آن حضرت صلعم کی اونٹنی اسعد بن زرارہ کی مہمان تھی[۵]

[۱] طبقات ابن سعد ص ۶۰۴ ج ۳ قسم ۱ [۲] اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱، [۳] اصابہ ص ۳۲ ج ۱، [۴] طبقات ص ۱۳۹ ج ۳

[۵] طبقات ص ۱۴۰ ج ۳

مسجد نبوی کی تعمیر جس مقام پر شروع کی گئی، وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی، جو اسعد بن زرارہ کی نگرانی میں پرورش پاتے تھے، آنحضرت صلعم نے اُن کے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اس کی قیمت چاہتے ہیں، لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے اس کے دام دلائے

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا، اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا[1]

وفات

مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال سنہ ۱ھ میں پیام اجل آیا، حلق میں ایک درد اٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں، آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے، اور دست مبارک سے سر کو داغا، لیکن یہ درد خود پیغام اجل تھا، اس لئے روح جسم سے پرواز کر گئی، آنحضرت صلعم کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہوں، یہ کیسی بری موت ہوئی، اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا، حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں[2]، یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے،

جنازہ کی نماز آنحضرت صلعم نے پڑھائی، اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا، کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ جنازہ کی نماز سب سے پہلے انھیں پر آنحضرت نے پڑھی تھی، اور انصار کے خیال میں بقیع میں سب سے پیشتر دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے،

چونکہ اسعدؓ بنو نجار کے نقیب تھے، اس لئے ان کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمائے، ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو، اس لئے میں خود تمھارا نقیب ہوں، آنحضرتؐ کا نقیب بننا بنو

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، [2] زرقانی ص ۴۴۳ ج ۱، [3] مسند ابن حنبل ص ۱۳۹ ج ۴، و اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱

نجار کے لئے ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے،[۱]

اولاد حضرت اسعدؓ نے دو لڑکیاں چھوڑیں اور آنحضرت صلعم سے ان کے متعلق وصیت کی، چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں،[۲]

حضرت ابوقیس صرمہؓ

نام و نسب صرمہ نام، ابوقیس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، صرمہ بن ابی انس قیس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،

اسلام سے پہلے حضرت صرمہ میں چند باتیں تھیں جنہوں نے ان کو تمام قوم میں معزز بنا دیا تھا، دنیا ترک کی، راہب بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی چھوڑی، اور جنابت سے غسل کیا، ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہونچایا اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے، ایک عبادت گاہ بنائی فرماتے تھے، ”اعبد رب ابراھیم“ میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں،[۳]

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی،[۴] حضرت صرمہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور حائضہ عورت ہو، نہیں جاتے تھے،[۵]

اسلام عالم پیری تھا، کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، اور آنحضرت مدینہ تشریف لائے انھوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا، اور مسلمان ہوئے، اس بہجت و انبساط کے موقع پر انھوں نے جو کچھ اشعار لکھے تھے، جو درج ذیل ہیں،

(۱) اسد الغابہ ص ۲۰۷ ج ۱، (۲) اصابہ ص ۳۳ ج ۱، (۳) اصابہ ص ۱۴۲ ج ۳، (۴) اسد الغابہ ص ۲۸ ج ۵، (۵) ایضاً،
(۶) اصابہ ص ۲۴۲ ج ۳،

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة | یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
ویعرض فی اهل المواسم نفسه | فلم یلق من یؤمن ولم یر داعیا
فلما اتانا واطمأنت به النوی | واصبح مسرورا بطیبة راضیا
واصبح لا یخشی عداوة واحد | قریبا ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا له الاموال من حل مالنا | وانفسنا عند الوغی والتآسیا
اقول اذا صلیت فی کل بیعة | حنانیک لا تظهر علینا الاعادیا

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا،

وفات ۱۰۰ سال کے سن میں وفات پائی، ان کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

بدا لی انی عشت تسعین حجة | وعشرا ولاء بعدها وثمانیا
فلم الفها لما مضت وعددتها | بحسبها فی الدهر الا لیالیا

فضل وکمال حضرت صرمہ جاہلیت کے سعدی تھے، ان کا موضوع اخلاق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

له اشعار کثیرة حسان فیها حکم ووصایا[۱] ان کے اکثر شعر حکمت ونصیحت سے لبریز ہیں

چند شعر یہ ہیں،

سبحوا الله شرق کل صباح | طلعت شمسه وکل هلال
عالم السر والبیان لدینا | لیس ما قال ربنا بضلال
یا بنی الارحام لا تقطعوها | وصلوها قصیرة من طوال
واتقوا الله فی ضعاف الیتامی | ربما یستحل غیر الحلال

(۱) اسد الغابہ ص ۳۰ ج ۳، (۲) اصابہ ص ۲۴۳ ج ۳، (۳) اسد الغابہ ص ۸۷ ج ۵،

واعلموا ان تبیم ولیا … عالما یهتدی بغیر السول

ثم مال الیتیم لا تاکلوه … ان مال الیتیم یرعاه وال

یا بنی النجوم لا تخذلوها … ان خذل النجوم ذو عقال

یا بنی الایام لا تامنوها … واحذروا مکرها ومر اللیالی

واجمعوا امرکم علی البر والتقــــوی وترک الخنا واخذ الحلال

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے[۱]

اخلاق | گذشتہ واقعات میں ترک بت پرستی، اخلاق حسنہ کی طرف سبقت، اور رذائل سے اجتناب وتنفر کا تذکرہ ہوچکا ہے، اس سے حضرت صرمہؓ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی، ایام جاہلیت میں حق کا قائل ہونا خدا کی تعظیم وتقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی، وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے، اور عظمت کے ساتھ کرتے تھے، محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ کو چند اشعار ملے تھے[۲]، جن کو ہم بھی اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

یقول ابو قیس واصبح ناصحا … الا ما استطعتم من وصاتی فافعلوا

اوصیکم باللہ والبر والتقی … واعراضکم والبر باللہ اول

وان قومکم سادوا فلا تحسدنهم … وان کنتم اهل الریاسة فاعدلوا

وان نزلت احدی الدواهی بقومکم … فانفسکم دون العشیرة فاجعلوا

وان نابت غرم فادح فارفقوهم … وما حملوکم فی الملمات فاحملوا

وان انتم املقتم فتعففوا … وان کان فضل الخیر فیکم فافضلوا

اسلام لاکر بااینہمہ ضعیفی روزہ رکھتے اور دن بھر کھیتیاں کام کرتے تھے، ایک روز شام کو

---

[۱] استیعاب ص ۳ ج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۱۸ ج ۵، [۳] الیصاً ص ۲۲۸

مکان آئے، اور افطار کے لئے، کھانا مانگا، اُدھر توقف ہوا، ادھر یہ محنت سے چور تھے، آنکھ لگ گئی، ابتدا اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سو جائے تو تمام رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھتے، بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خیبۃ لک تم پر افسوس ہے، صبح اُٹھے تو سخت نڈھال تھے دن چڑھے غش آگیا، آنحضرت ؐ کے پاس آئے، پوچھا اس کیسے ہو؟ اُنھوں نے واقعہ بیان کیا،

اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی، کلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود[1]، یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے، اِس مژدۂ جانفزا کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہو گئے،

حضرت ابوحمید ساعدیؓ

نام ونسب | عبدالرحمان نام، ابوحمید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ، والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں، ان کا پورا نام یہ ہے، امامہ بنت ثعلبہ بن جبل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج،

اسلام | (غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات | احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، وادی القریٰ اور تبوک کی شرکت خود ان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے[2]،

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۶، و ۵۰۷ ج ا [2] مسند ص ۴۲۴ ج ۵

وفات	امیر معاویہ کے آخر عہدِ خلافت یا یزید کے ابتدائی دورِ حکومت میں وفات پائی،
اولاد	ایک لڑکا چھوڑا، منذر نام تھا،

فضل و کمال ان کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عروہ بن زبیر عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء، خارجہ بن زید بن ثابت، عبدالملک بن سعید بن سوید، عمرو بن سلیم زرقی، اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے)، عبدالرحمن بن سعید جیسے اکابر ان سے حدیث روایت کرتے ہیں،

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا، سمعہ اذنی ووعاہ قلبی عنی وسلوا زید بن ثابت[1] اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا، اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو،

اس کا سبب جیسا کہ ابو حمید کی حدیث سے ثابت ہے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

ان النبی صلعم قال اذا سمعتم الحدیث عنی تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم بعید فانا ابعدکم منہ،	آنحضرتؐ نے فرمایا جب تم کوئی حدیث سنو تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے، اگر دل بول اٹھے نفس نرم ہو جائے، اور عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں کچھ شک نہیں، اور اگر دل کراہیت کرے، طبیعت متنفر ہو اور بعید از قیاس معلوم ہو تو وہ میرا قول ہرگز نہیں ہو سکتا،

[1] مسند ص ۲۲۴ ج ۵،

یہ حدیث درحقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے، شارع علیہ السلام کا ہر ہر لفظ احکام، اسرار شریعت، مصالح عامہ، تزکیۂ باطن، اور اثر و تاثیر مین ڈوبا ہوتا تھا، اس بناء پر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہے، صحابہ مین فن درایت اسی کی بدولت پیدا ہوا تھا،

اخلاق | ان کے تمام اوصاف مین حب رسولؐ زیادہ نمایان ہے، آنحضرتؐ کی خدمت مین خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا، پیالہ مین لیکر آئے، چونکہ کھلا لائے تھے، ارشاد ہوا اس کو ڈھانکے لاتے، خواہ لکڑی ہی رکھ کر[1]

آنحضرتؐ کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی، ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع مین جن کی تعداد مسند مین ۱۰ ہے اور ابو قتادہؓ کے بھی وہان موجود ہونے کا تذکرہ ہے، انھون نے کہا انا احفظکم لصلٰوۃ رسول اللہ، یعنی مجھے رسول اللہ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے[2]

حضرت اصیرم رض

نام و نسب | عمرو نام، اصیرم لقب، قبیلۂ اوس سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل، والدہ کا نام لیلی بنت یمان تھا، اور حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی کی ہمشیر تھین،

اسلام | ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے، ان کے قبیلہ کے تمام زن و مرد حضرت سعدؓ بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے، لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے،

---

[1] مسند ج ۵ ص ۴۲۵ [2] بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱،

لیکن غزوۂ احد میں جب آں حضرتؐ نے میدان کی تیاریاں کیں، ان کے دل میں یکایک حق و صداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابو داؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا اور قرضداروں کے ذمہ روپیہ بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کر کے مسلمان ہونا چاہتے تھے، کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی، احد کے موقعہ پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا، اس بنا پر مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کر لیا،

احد کی روانگی کے وقت آں حضرتؐ کے ہمراہ تمام صحابہ تھے، جن میں عبد الاشہل بھی شریک تھا اصیرم محلہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھبرائے اور پوچھا کہ میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے، جواب ملا احد صحابہؓ میں جانبازی اور حمایت حق کا جو جذبہ تھا اب ان پر کارگر ہو گیا، چنانچہ زرہ، خود پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہوئے،

آں حضرتؐ کے پاس پہنچکر کہا لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا دونوں کام کرو، پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو، عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی، اس صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لئے یہ بہتر ہوگا، فرمایا ہاں، حضرت اصیرمؓ نے کلمہ پڑھا،

احد کی شرکت و شہادت

تلوار لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے، مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا، انکو دیکھ کر کہا، تم یہاں سے واپس جاؤ، جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں،

لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا، اور کفار کی صف میں گھسکر بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، عبد الاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اصیرم مردوں میں پڑے ہوئے ہیں ابھی تک کچھ کچھ سانس آرہی تھی، پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت یہاں کھینچ لائی؟ بولے نہیں میں مسلمان ہو کر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا،

میدان سے اُٹھا کر گھر لائے گئے، اور تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہوگئی قبیلۂ اشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا،

عمل قلیلا واجر کثیرا — اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا،

بعض روایتوں میں ہے کہ،

انہ لمن اھل الجنۃ — وہ یقیناً جنتی ہے

چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلام میں ایک عجیب واقعہ ہے، لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابوہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہوگیا ہو، جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اصیرم عبدالاشہل؟[1]

حضرت ابوزید عمرو بن اخطبؓ

نام ونسب | عمرو نام، ابوزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمد بن یسیر بن عبداللہ بن صیف بن نعیم بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء، اگرچہ عدی بن ثعلبہ کی اولاد تھے تاہم اپنے برادر خزرج کے نسل سے مشہور ہوئے، اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں، صاحب

[1] دیکھو صحیح بخاری وکتب رجال، یہ واقعہ ابوداؤد، مسلم، نسائی، حاکم میں بھی منقول ہے،

اسد الغابہ لکھتے ہین[1]

وکثیراما تفعل العرب ھذا النسب — عرب مین بسا اوقات چچا کے مشہور ہونے کی وجہ سے

ولد الاخ الی عمھم لشھرتہ — بھتیجا بھی اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا ہے،

بعض لوگون نے ان کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | ۱۴ غزوات مین شرکت کی[2]

وفات | عہد نبوت کے بعد بصرہ مین مقیم رہے اور یہین ۱۲۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، بشیر، اور عزرہ بن ثابت محدث کی والدہ،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، خوب صورت اور میانہ رو تھے[3]، لنگڑا کر چلتے تھے،

فضل وکمال | چند حدیثیں روایت کین، جو صحیح مسلم اور سنن مین موجود ہین، راویون مین حسب ذیل اصحاب ہین، علباء بن احمر یشکری، حسن بن ابی الحسن البصری، ابو نہیک ازدی، انس بن سیرین، ابو الخلیل تمیم بن حویص، سعید بن قطن، ابو قلابہ، عمرو بن بجدان، حسن بن محمد عابس، تمیم بن مریض،

اخلاق | حب رسول علانیہ نمایان تھی، اور آنحضرت بھی ان سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اٹھا کر فرمایا یہان آؤ اور میری پیٹھ چھوو، ہاتھ پیٹھ سے خاتم نبوت پر ہو گیا، اور انھون نے اس کو اچھی طرح دیکھا[4]

ایک مرتبہ آنحضرت نے پانی مانگا، پیالہ مین بال پڑا تھا انھون نے جلدی سے نکالا، اس پر آنحضرت نہایت خوش ہوئے، سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا خدایا اسکو صاحب جمال کر[5]، جن لوگون نے ان کو ۹۳-۹۴ سال کے سن مین دیکھا بیان کرتے ہین کہ سر اور ڈاڑھی مین ایک بال بھی سفید

[1] کتاب مذکور ص ۲۰۴ ج ۵، [2] مسند ص ۳۴۰ ج ۵، [3] اصابہ [4] ایضاً ص ۳۴ [5] ایضاً ص ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴

ہوا تھا،[1] وفات کے وقت جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی، سر کے چند بال سفید ہوگئے تھے[2]

حضرت ابو عمرہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب | بشیر نام، ابو عمرہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،
بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجار،
والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا، قبیلۂ نجار سے تھیں، اور حضرت حسان بن ثابت کی ہمشیر تھیں

اسلام | بیعت عقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات | بدر، احد، اور تمام غزوات میں آنحضرت کیساتھ شرکت کی، بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ نے فی کس ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے مرحمت فرمائے
معرکۂ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے، ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی[3]

وفات | میدان میں پہونچے تو باانہمہ پیرانہ سالی ۳ تیر مارے اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، بیوی کا نام معلوم نہیں مقوم بن عبد المطلب کہ آنحضرت کے چچا تھے ان کی بیٹی تھیں[4]

---

[1] مسند ص ۱۴۱ ج ۵ [2] ایضاً، [3] تہذیب ص ۱۰۶ ج ۱۲، [4] اصابہ ص ۱۳۸،

حضرت اوس بن خولیؓ

نام ونسب اوس نام، ابولیلی کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث بن الخزرج،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات شجاع بن وہب اسدی سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد، اور تمام غزوات میں شریک ہوئے[1] ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا، اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے، عمرۃ القضا میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے، چونکہ آنحضرتؐ کو قریش سے فریب کا خوف تھا، مرالظہران میں ٹھہرکر، اوس کو دو سو آدمی دیے، اور اسلحہ کے ساتھ بطن یاجج کی طرف روانہ کیا، اوس ذی طوی ہوکر مقیم ہوئے[2]۔

آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباس، حضرت علی، فضل، قثم، اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا، صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا متمنی تھا، لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کرلئے تھے، انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم آنحضرتؐ کے ننہالی اعزہ ہیں اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے، ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے بلانے کے لئے قسم دی، حضرت علیؓ نے کہا کہ ایک شخص آسکتا ہے کسی کو منتخب کرلو، سب نے اوسؓ پر اتفاق کیا، تو دروازہ کھلا اور وہ اندر جاکر بیٹھ گئے،

لیکن اس کے بعد اٹھے اور پانی پہونچانے کی خدمت انجام دی، چونکہ قوی آدمی تھے ایک

---

[1] اصابہ ص ۸۵ ج ۱، [2] ایضاً وطبقات ابن سعد ص ۸۸ ج ۲ قسم ۱،

ہاتھ سے گھڑا اٹھا کر لاتے تھے[1]،

دفن کا وقت آیا تو اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولی بھی لحد میں اترے[2]،

وفات حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا، یہ اُن کے محاصرہ سے قبل کا واقعہ ہے

فضل و کمال | شہسواری، کتابت، اور تیر اندازی خوب جانتے تھے، جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا اُس کو کامل کہتے تھے، چنانچہ ان کے متعلق بھی لوگوں کا یہی خیال ہے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

کان من الکملۃ[3]۔
کاملین میں تھے

حضرت ابو عبس بن جبرؓ

نام و نسب | عبد الرحمن نام، ابو عبس کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان حارثہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد الرحمن بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، جاہلیت میں عبد العزیٰ نام تھا، آنحضرتؐ نے بدل کر عبد الرحمن رکھا،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے، اور ابو بردہ کو ہمراہ لے کر بنو حارثہ کے بُت توڑے[4]،

حبیش بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی

غزوات | تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں ۴۸ سال کا سن تھا،

بنو نضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، رسول اللہ اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے، انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لئے آمادہ ہوئی حضرت ابو عبسؓ بھی ان میں شامل تھے

وفات | ۳۴ھ میں انتقال کیا، بیمار پڑے، حضرت عثمانؓ عیادت کو تشریف لائے تھے[5] لیکن مرض اور

---

[1] طبقات ص ۱۶ و ۱۲ و ۳۶ ج ۲ قسم ۲، [2] ایضاً ص ۱۷، [3] کتاب مذکور ص ۱۴۵ ج ۱، [4] اصابہ ص ۱۲۷ ج ۷، [5] ایضاً

پیری نے جانبر نہ ہونے دیا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع میں لیجاکر دفن کیا، ابو بردہ بن نیار، محمد بن مسلمہ، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن سلامہ بن وقش جیسے اکابر قبر میں اُترے، وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ہفتاد وسالہ تھے، لیکن یہ صحیح نہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ بدر میں ۴۰ برس کا سن تھا، اس لحاظ سے اُن کی عمر ۸۰ سال قرار پاتی ہے، استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے۔[۱]

اولاد | محمد اور زید دو لڑکے چھوڑے،

حلیہ | آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی، آپ نے ان کو ایک عصا دیا کہ اس کو لیکر چلنے میں روشنی معلوم ہوگی، ضعیفی میں جب بال سفید ہوگئے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،

فضل وکمال | ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان یکتب بالعربی قبل الاسلام[۲] — اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے،

مسلمان ہوکر قرآن وحدیث سیکھی، ۵ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ہم تک پہونچی ہیں جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں،

حضرت ابو زیدؓ

نام ونسب | قیس نام، ابو زید کنیت، قاری لقب، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قیس بن السکن بن قیس بن زعوراء بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، حضرت انس

---

[۱] استیعاب ص ۹۸ ج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۸۳ ج ۳،

بن مالک صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے،

غزوات | غزوۂ بدر میں شریک ہوئے،

وفات | خلافت فاروقی میں جسر ابو عبید کے معرکہ میں شہادت پائی، یہ ۱۵ھ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے[1]

اولاد | کوئی صلبی یادگار نہ تھی، اس لئے حضرت انسؓ کو ترکہ پہونچا[1]

فضل و کمال | معنوی یادگاریں بہت ہیں اور لاکھوں سے متجاوز ہیں، حضرت ابو زید انصار کے ان چار حفاظ میں ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا،[2] اس بناء پر آج جس قدر حافظ موجود ہیں اُن کا سلسلۂ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے،

حضرت ابو اسیدؓ ساعدی

نام و نسب | مالک نام، ابو اسید کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن ربیعہ بن بدن بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات | تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے،[1] فتح مکہ میں بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا،

وفات | سنہ ۶۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا، بدریین میں سب سے اخیر فوت ہوئے، اس وقت

---

[1] اصابہ ص ۲۵۵ ج ۵، [2] صحیح بخاری ص ۴۴۸، ج ۲، کتاب مذکور ص ۵۶۸، ج ۲،

عمر شریف ۸۰ سال تھی،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، حمید، زبیر، منذر، حمزہ، ان کی اولاد مدینہ اور بغداد مین سکونت رکھتی تھی،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، بال گھنے، سر اور ڈاڑھی سفید، کبھی خضاب بھی لگاتے تھے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین آنکھ جاتی رہی تھی،

فضل وکمال | آن حضرتؐ سے چند حدیثین روایت کین، راویون مین اصحاب ذیل داخل ہین

حضرت انسؓ بن مالک، حضرت سہلؓ بن سعد، عباس بن سہل، علی بن عبید، ابو سعید، ابو سلمہ عبد الملک بن سعد، ابن سوید، ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ، قرہ بن ابی قرہ، یزید بن زیاد،

"ب"

حضرت براءؓ بن مالک

نام ونسب براء نام، حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہیں، ماں کا نام سحماء تھا، بعض لوگوں نے ان کو حضرت انسؓ کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت ام سلیمؓ کی جسقدر اولاد پیدا ہوئی رجال کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے، اس میں براءؓ کا کہیں نام نہیں،

اسلام انصار مدینہ کے سر برآوردہ اشخاص تو مکہ جاجاکر مسلمان ہو چکے تھے، عام طبقہ ہجرت نبوی سے پیشتر اور بعد تک حلقۂ اسلام میں داخل ہوتا رہا، حضرت براءؓ اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے،

غزوات بدر میں شریک نہ تھے، احد سے لیکر باقی غزوات میں شرکت کی، اور جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی، نہایت نمایاں حصہ لیا، حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے، براءؓ نے کہا کہ تم اٹھو، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد وثنا کے بعد مسلمانوں سے کہا، "مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکال دو، آج تمکو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہئے" اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی ایک لہر پیدا ہو گئی اور لوگ گھوڑوں پر چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے،

ایک سردار سے مقابلہ ہوا، وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، انھوں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری، وار اگرچہ خالی گیا تھا لیکن وہ ڈگمگا کر چت گرا، ساتھ ہی انھوں نے اپنی تلوار میان میں رکھ کر اس کی تلوار چھین لی اور ایسا صاف ہاتھ مارا جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا،

اس مرحلہ سے فارغ ہو کر برق و باد کی طرح حریفوں پر ٹوٹ پڑے، اور ان کو دھکیل کر باغ کی دیوار تک ہٹا دیا، باغ میں مسیلمہ موجود تھا، اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لئے ایک آخری لڑائی لڑے لیکن کب تک آخر حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب آیا، اور حضرت براءؓ نے مسلمانوں سے کہا، "لوگو! مجھکو دشمن کے لشکر

میں پھینک دو، وہاں پہونچ کر ایک فیصلہ کن جنگ کی، اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے، حامیانِ مسیلمہ آمادۂ کارزار ہوئے، لیکن اُنھوں نے موقع پاکر جلدی سے دروازہ کھول دیا، اسلامی لشکر فاتحانہ باغ میں داخل ہوا اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی،

اِس جانبازی سے بدن چھلنی ہوگیا تھا، ۸۰ سے زائد تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم لگے تھے، سواری پر خیمہ میں لائے گئے، ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا، اس کے بعد شفا پائی، حضرت عمرؓ خلافت کے پورے زمانہ تک ان کے ہمراہ رہے،

حریق کے معرکہ میں جو عراق میں ہوا تھا، نہایت جانبازی دکھائی، شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا، دشمنوں نے گرم گرم کانٹے دار زنجیریں دیوار پر ڈال رکھی تھیں، کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہونچتا، تو وہ اس کو اوپر اٹھا لیتے تھے، حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لئے پہونچے، قلعہ والوں نے ان کو بھی زنجیر سے اٹھانا چاہا، وہ اوپر کھینچ رہے تھے کہ براءؓ کی نظر پڑ گئی، خود دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی اور حضرت انسؓ نیچے گرے، زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ کا تمام گوشت نُچ گیا تھا، صرف ہڈیاں چمکتی پڑتی تھیں،

تستر (فارس) کے معرکہ میں وہ میمنہ کے افسر تھے، انھوں نے تنہا ۱۰۰ سو آدمی قتل کئے اور جس قدر شرکت میں مارے ان کا حد و شمار نہیں،

وفات ہنوز یہ معرکہ جاری تھا، اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا، کہ ایک دن حضرت انسؓ ان کے پاس گئے، وہ گانے میں مشغول تھے، کہا کہ خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن) اس کو لحن سے پڑھئے، فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے، لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا، میں جب مروں گا، میدان میں مروں گا،

آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ مو، غبار آلود جن کی

لوگون مین کوئی وقعت نہین ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہین تو وہ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براءؓ بھی انھین لوگون مین ہین"، اس بناء پر مسلمانون کو تستر مین جب ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے، کہ آج خدا سے قسم کھائیے، فرمایا اے خدا مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ مسلمانون کو فتح دے اور مجھکو رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف کر!!

اس کے بعد فوج کو لیکر خود حملہ کیا، زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ امراء مین تھا مقابل آیا، انھون نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کرلیا، پھر نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہونچے عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا، دونون مین خوب لڑائی ہوئی اور حضرت براءؓ شہید ہوئے، تاہم میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، یہ سنہ ۲۰ھ کا واقعہ ہے

فضل و کمال — حضرت براءؓ آنحضرتؐ کے مخصوص صحابہ مین تھے، وہ برسون بساطِ نبوت کے حاشیہ نشین رہے، سینکڑون اور ہزارون حدیثین سنی ہونگی لیکن تعجب ہے کہ ان کی روایت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا مصنف استیعاب لکھتے ہین،

کان البراء بن مالک احد الفضلاء (استیعاب ص ۷۵ ج ۱) براءؓ فضلاء صحابہ مین تھے،

شاید جہاد کی مصروفیت حدیث بیان کرنے سے مانع رہی ہو،

اخلاق و عادات — انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے ان کو کسی فوج کا افسر نہین بناتے تھے، افسران کو لکھتے کہ خبردار! براءؓ کو امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہین بلا ہین، سامنے ہی جائین گے"،

گانے کا بہت شوق تھا، اور آواز اچھی پائی تھی، ایک سفر مین رجز پڑھ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا ذرا عورتون کا خیال کرو، اس پر انھون نے سکوت اختیار کیا،

حضرت براءؓ بن عازبؓ

نام و نسب براء نام، ابو عمارہ کنیت، خاندانِ حارثہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ننہیال کی طرف سے حضرت ابو بردہ بن نیار جو غزوۂ بدر میں آنحضرت صلعم کی رکاب میں تھے، اور قبیلۂ بلی سے تھے،[۱] ان کے ماموں تھے[۲]

پیشتر وہ اپنی سسرال کے حلیف بھی بن چکے تھے،

حضرت براءؓ کے والد عازب، صحابی تھے، صحیحین میں ان کا ایک قصہ مروی ہے، اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خرید ا اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے اٹھوا کر میرے ساتھ بھیجیے، جواب دیا پہلے ہجرت کا قصہ سنائیے[۳] پھر آپ جا سکتے ہیں،

اسلام مدینہ میں دعوتِ اسلام عام ہو چکی تھی، ماموں عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، باپ نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کر لیا تھا، بیٹے نے انھیں دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات مسلمان ہو کر احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے، مصعب بن عمیرؓ اور ابن مکتومؓ کی درسگاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، انھوں نے وہیں تعلیم پائی، پہلے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورۃ زیر درس تھی،[۴]

غزوۂ بدر میں اگرچہ کمسن تھے، تاہم جوشِ ایمان عین شباب پر تھا، رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا[۵]

غزوۂ احد میں پانزدہ سالہ تھے، لڑائی میں شریک ہوئے، خندق، حدیبیہ، خیبر،[۶] میں بھی شرفِ شرکت حاصل تھا،

غزوۂ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگ گئے تھے، فرمایا ہرگز نہیں

۱؎ اصابہ حالات ابو بردہ، ۲؎ مسند ج ۴ ص ۲۶۲، ۳؎ بخاری ج ۱ ص ۵۵۰، ۴؎ ایضاً ص ۵۶۰، ۵؎ ایضاً ج ۲، ۶؎ ایضاً ص ۵۶۹

مین یہ شہادت دیتا ہون کہ رسول اللہ نے پیٹھ نہین پھیری، جلد باز لوگ البتہ دور دور تک پھیل گئے تھے[1]،

اِس روایت سے لوگون نے براءؓ کے عدمِ فرار پر استدلال کیا ہے، کہ بھاگنے کی صورت مین وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہین، مسند کی ایک روایت بھی اُس کی تائید مین پیش کیجا سکتی ہے اُس مین اِس واقعہ کیطرف یہ لفظ مذکور ہے،

قال رجل للبراء وھو یمزح معہ[2] — یعنی براءؓ سے ایک شخص نے مذاق مین پوچھا،

اِس سے معلوم ہوا کہ براءؓ کا نہ فرار ہونا اس عہد مین ایک مشہور بات تھی، اور سائل کا سوال صرف مذاق پر مبنی تھا،

غزوۂ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع کے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو کچھ لوگون کے ہمراہ یمن روانہ کیا حضرت براءؓ بھی ساتھ تھے، اِن کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ اصحاب خالدؓ مین جو لوگ وہان رہنا چاہین تمھارے ساتھ رہ سکتے ہین اور جو آنا چاہتے ہون، مدینہ چلے آئین، حضرت براءؓ یمن مین ٹھہر گئے اور وہان بہت اوقیے مال غنیمت حاصل کیا[3]،

غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن مین آنحضرتؐ کی بنفس نفیس شرکت تھی، اُن مین سے ۱۵ مین شرف شمولیت حاصل کیا[4]، غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملادئے جائین، تو آنحضرتؐ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہوجاتی ہے[5]

۲۲ھ (خلافت فاروقی) مین رے فتح کیا، غزوۂ تستر مین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ تھے، اور جناب امیر علیہ السلام کے عہدِ خلافت مین جو لڑائیان ہوئین، سب مین حضرت علیؑ کی طرف سے شریک ہوئے، کوفہ مین ایک مکان بنالیا اور وہین سکونت اختیار کی،

حاشیہ صفحہ گذشتہ [6] بخاری ص ۹۸، [7] بخاری ۶۱۰، [8] بخاری ۶۰۷،

حاشیہ صفحہ ہذا، [1] بخاری ۶۱۱، [2] مسند ص ۲۸۲، ج ۴، [3] صحیح بخاری ۲۲۳، [4] مسند ص ۲۹۸، ج ۴، [5] مسند ص ۲۹۸، ج ۴،

وفات ۷۱ھ میں کہ مصعب بن زبیر امیر کوفہ تھے، کوفہ میں انتقال فرمایا[1]،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبید، ربیع، لوط، سوید، یزید، ان میں سے موخر الذکر عمان کے امیر تھے[2]
سوید کے حالات میں صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ عمان کے بہترین امیر ثابت ہوئے، تھے[3]، ممکن ہے کہ

یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں،

حلیہ آنحضرتؐ سے قد چھوٹا تھا، خود فرماتے ہیں، ولدی افصر من یدہ[4]!

سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، چونکہ سونا مردوں کے لئے شرعاً حرام ہے، لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا پہلے واقعہ سن لو، ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا، صرف یہ انگوٹھی رہ گئی، ادھر اُدھر دیکھا پھر مجھکو بلا کر فرمایا "لو، اس کو پہنو، یہ خدا اور رسول نے تمکو پہنائی ہے"، اب تم ہی بتاؤ، جو چیز اللہ اور رسول نے مجھے پہنائی ہو اس کو کیونکر اُتار پھینکوں[5]؟

فضل وکمال فضلاء صحابہ میں تھے، حدیث کے نشر واشاعت میں خاص اہتمام تھا، اُن کے سلسلے سے جو حدیثیں روایت کی گئیں ان کی تعداد ۵۰۳ ہے، ان میں ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،

بیان حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے، اور اس کی تعلیم خود آنحضرت صلعم سے پائی تھی، آنحضرتؐ نے ان کو ایک دعا بتائی، خود سنا کر فرمایا تم تو پڑھو، انھوں نے برسولک پڑھا، آنحضرت صلعم نے بنبیک بتایا تھا، فرمایا نہیں، بنبیک[6]!

اس کا یہ اثر تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت خود ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ نہایت صاف طور پر اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی، فرمایا

ما کل الحدیث سمعناہ من رسول اللہ صلعم کان یحدثنا اصحابنا عنہ کانت تشغلنا عنہ رعیۃ الابل[7] یعنی جتنی حدیثیں میں بیان کروں، ضرور نہیں کہ سب رسول اللہ ہی سے سنی ہوں، ہم اونٹ چرایا کرتے تھے،

---

[1] مسند ص ۲۰۰ ج ۴، [2] طبقات ص ۲۷ ج ۶، [3] ایضاً، [4] مسند ص ۲۸۹، [5] الیضاً ص ۲۹۴، [6] ایضاً ص ۲۹۳ ج ۴، [7] ایضاً ج ۴ ص ۲۸۳

اِس بنا پر آنحضرت صلعم کے پاس ہر وقت حاضر رہ سکتے تھے، بہت سی حدیثیں میں صحابہ سے روایت کرتا ہوں،

جن صحابہ سے حدیث روایت کی اپنے طبقہ کے سرآوردہ تھے، مثلاً حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوایوبؓ، بلالؓ، عازبؓ،

جن لوگوں کو تلمذ کا فخر حاصل ہوا، اکابر تابعین سے تھے، ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت، ابو اسحاق، معاویہ بن سوید بن مقرن، ابو بردہ، ابوبکر پسران ابوموسیٰ اشعری وغیرہ،

بسا اوقات حدیث کی مجلس میں صحابہ بھی شریک ہوتے تھے، ابو جحیفہ اور عبداللہ بن یزید خطمی تو راویوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے تھے، ان کے علاوہ اور بھی صحابہ آجاتے تھے، ایک روز کعب بن عجرہ چند صحابہ کے ساتھ ان کی مجلس میں تشریف لائے تھے[1]،

مجلس میں مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے، بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے، بعض مسائلِ فقہ دریافت کرتے تھے،

ایک شخص نے پوچھا کہ "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) میں مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہیں، فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلعم کو جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا، فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک، (خدا کی راہ میں لڑائی کرو، تم صرف اپنے نفس کے مکلف ہو)، تم نے جو آیت پیش کی، خرچ کے بارہ میں ہے[2]، (یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا میں صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائیں گے، ایسا سمجھنا ہلاکت ہے)

عبدالرحمٰن بن مطعم (ابو منہال) کے ساتھی نے بازار میں کچھ درہم ایک مدت معینہ تک کے لئے فروخت کئے، عبدالرحمٰن نے کہا یہ درست بھی ہے؟ بولا ہاں، میں نے اس سے پہلے بھی بیچے لیکن کسی نے برا نہ کہا،

---

[1] مسند ج ۴ ص ۲۸۴، [2] مسند ص ۲۸۱ ج ۴،

یہ براء بن عازب کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا، فرمایا "آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لائے، ہم لوگ اس طرح خرید و فروخت کرتے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن اُدھار ناجائز ہے، مزید اطمینان کے لئے زید بن ارقم سے جاکر پوچھو، وہ ہم سب میں بڑے تاجر تھے، عبدالرحمن زید بن ارقم کے پاس گئے، انھوں نے براء کی تائید کی[۱]،

اس روایت میں صحابہ کا اپنے ہمعصروں سے جو برتاؤ تھا صاف عیان ہے، ہمارے زمانہ کے علماء میں معاصرت، بغض و عناد، جدال و قتال، اور حسد و کینہ پروری کا باعث بنتی ہے لیکن خیر القرون، ان تمام فتنہ و فساد سے معرّا تھا، وہاں اس کا نتیجہ شفقت و محبت، رفق و ملاطفت، اور انس و الفت کی صورت میں جلوہ گر ہوتا تھا،

اخلاق و عادات اخلاق و عادات میں اتباع سنت، حب رسول، انکسار و تواضع نہایت نمایاں ہیں

اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہ سے مشابہ تھی، ایک روز گھر والوں کو جمع کرکے کہا کہ آج جس طرح رسول اللہ وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے، تم کو دکھاؤں، خدا معلوم میری زندگی کب تک ہے؟

وضو کرکے ظہر کی جماعت قائم کی، پھر عصر، مغرب، عشاء، سب اسی طرح پڑھائیں[۲]،
ایک روز آنحضرت صلعم کے سجدہ کی نقل کرکے بتائی[۳]،

ابو داؤد ملاقات کو آئے تو خود سلام کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر خوب ہنسے، پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ آنحضرت صلعم نے میرے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت کیجاتی ہے[۴]،

صفِ نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت براءؓ داہنی

---

[۱] صحیح بخاری ص ۵۶۱ ج ۱، [۲] مسند ص ۲۸۸ ج ۴، [۳] ایضاً ص ۳۰۳ ج ۴ [۴] ایضاً ص ۲۸۹ ج ۴،

طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے،[1]

رسول اللہ کی محبت جان و مال سے زیادہ تھی، اور اُس کا اثر ہر بات میں نمایاں تھا، آنحضرت کا حلیہ بیان کرتے ہیں تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے، فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلعم سب آدمیوں سے زیادہ خوبصورت تھے، میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا جبکہ آپ پر کھلتی تھی، کسی[2] نے پوچھا تھی ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلعم کا چہرہ چمک میں تلوار کے مانند تھا، فرمایا نہ بلکہ چاند[3] کی طرح،

انکسار و تواضع کا یہ عالم تھا کہ باایں ہمہ کہ برسوں رسول اللہ کے شرف صحبت سے مشرف رہے تھے، اپنے کو نہایت ناچیز سمجھتے تھے،

ایک شخص نے کہا کہ خوش نصیبی مبارک! آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں، اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں، فرمایا بھائی! برادرزادے! تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے کیا کیا،[4]

حضرت براء بن معرورؓ

نام و نسب براء نام، ابو بشر کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، براء بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج۔

والدہ کا نام رباب تھا، جو حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حضرت براء اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے، جبل ذوکل، مسجد خربہ اور چند قلعے ان کی ملکیت تھے،

---

[1] ... نوری ص ۲۰۰ جلد ۲ [2] ایضاً [3] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۱، [4] ...

اسلام | عقبۂ کبیرہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ عقبۂ اولیٰ مین بیعت[1] کی تھی، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہین، اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہین، باقی تمام اصحاب سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہین،

مسلمان ہوکر قبلہ رخ نماز ادا کی، اور ہمیشہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، فرماتے تھے کہ مین اس کی طرف پشت نہین کرنا چاہتا، اور لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے، اس بناء پر جب عقبۂ ثانیہ کی شرکت کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت صلعم سے استفسار کیا، یا نبی اللہ! مجکو خدا نے اسلام کی ہدایت دی، اور مین سفر کرکے یہان آیا ہون، میری خواہش ہے کہ نماز مین کعبہ کی طرف پشت نہ کرون، میرے ساتھی اسکے خلاف ہین، اب آپ کیا فرماتے ہین؟ ارشاد ہوا "اگر کچھ دنون صبر کروتو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پاجائے" حضرت براءؓ نے فرمان نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رجوع کیا اور شام کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی،

ایام تشریق مین بیعت کا وعدہ ہوا، آنحضرت صلعم حضرت عباسؓ کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا "تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہون کہ میری اس طرح حفاظت کروگے جس طرح اپنی عورتون اور بچون کی حفاظت کرتے ہو" براءؓ نے آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑا اور کہا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق وصداقت کیساتھ مبعوث کیا! ہم اپنی جانون کی طرح آپ کی حفاظت کرین گے، یارسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیجئے، خدا کی قسم ہم ایک مسلح جماعت ہین، اور ہم نے ہتھیار ابًا عن جد وراثت مین پائے ہین، یہ کہکر آنحضرت صلعم سے بیعت کی، پھر تمام مجمع بیعت کے لئے بڑھا،

بیعت کے بعد نقباء کا انتخاب ہوا، حضرت براءؓ بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے،

وفات | ذی الحجہ مین بیعت کی تھی، اس کے دو مہینے کے بعد صفر مین انتقال کیا، وفات کے وقت وصیت کی کہ مجکو قبر مین قبلہ رخ رکھنا، یہ بھی وصیت کی کہ میرا ثلث مال رسول اللہ کی رائے پر ہے جس مصرف مین

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱، ص ۱۷۳،

چاہئیں صرف کریں، یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے،

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لیکر حضرت براءؓ کی قبر پر آئے اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی جس مال کے متعلق وصیت کی تھی، آنحضرتؐ نے اس کو قبول کر کے پھر ان کے لڑکے کو واپس دیدیا،

اولاد: اولاد کی تفصیل معلوم نہیں، حضرت بشرؓ ایک صاحب زادے تھے، جو بیعت عقبہ میں اپنے والد کیساتھ شریک تھے، براءؓ کے بعد آنحضرتؐ نے ان کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا، غزوۂ خیبر میں آنحضرتؐ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تھا، حضرت بشرؓ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، اسی کے اثر سے انتقال فرمایا،

"ث"

حضرت ثابت بن قیسؓ

نام و نسب: ثابت نام، ابو محمد کنیت، خطیب رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ خاندان طے سے تھیں[1]۔

اسلام: ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات: آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لئے تمام شہر امنڈ آیا تھا، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا تھا اس کا ایک فقرہ یہ تھا،

نمنعک مما نمنع منہ انفسنا واولادنا فما لنا؟ قال الجنۃ!! قالوا رضینا[2]!!

یعنی "ہم آپ کی اس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں لیکن ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملیگا"؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا "جنت"، تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ "ہم سب راضی ہیں"،

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۲۹ ج ۱، [2] اصابہ ص ۲۰۳ ج ۱،

غزوۂ بدر مین شریک تھے، اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ مین شامل نہین کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین یہی رائے ظاہر کی ہے[۱]

باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے،

غزوۂ مریسیع مین کہ ۵ھ مین واقع ہوا حضرت جویریہؓ ام المومنین، اسیر ہو کر حضرت ثابتؓ اور ان کے ابن عم کے حصہ مین آئی تھین، انھون نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا، حضرت جویریہؓ نے آنحضرتؐ سے مدد طلب کی، آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے غلامی سے نجات دی اور اپنے حبالۂ عقد مین لے لیا[۲]

۹ھ مین بنو تمیم کا وفد آیا، اور بدویانہ طریقہ پر آنحضرت صلعم کے دروازہ پر آ کر آواز دی کہ "محمد باہر نکلو" آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے آنحضرت صلعم کو آگاہ کرے، عطارد، اس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا، تقریر ختم ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم اسکا جواب دو، حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا، اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے[۳]،

اسی سال مسیلمہ کذاب، بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کیساتھ مدینہ آیا، آنحضرت صلعم، ثابت بن قیسؓ کو لیکر اس کے پاس گئے، ہاتھ مین ایک چھڑی تھی، مسیلمہ نے کہا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بناؤ تو ابھی تمھاری اتباع کرتا ہون، آنحضرتؐ نے فرمایا "خلافت تو بڑی چیز ہے، مین تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارہ نہین کر سکتا، خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا، مین تیرے انجام کو خواب مین دیکھ چکا ہون اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابتؓ موجود ہین ان سے پوچھ اب مین جاتا ہون[۴]۔

۱۱ھ مین آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا، انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع تھے، حضرت ابو بکرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو لیکر پہونچے، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ

[۱] دیکھو کتاب مذکور ص ۱۲ ج ۲، [۲] طبقات ابن سعد ص ۹۴، [۳] الفصاص ص ۱۱۷ و طبری ص ۱۶۷۱ ج ۴، [۴] صحیح بخاری ص ۶۲۸ ج ۲،

دیا تھا حسب ذیل ہے،

اما بعد فنحن انصار اللہ وکتیبۃ الاسلام وانتم معاشر المہاجرین رہط وقد دفت دافۃ من قومکم فاذا ھم یریدون ان یختزلونا من اصلنا وان یحضنونا من الامر[1]

یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں، اور مہاجرین معدودے چند ہیں، تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے، تاہم قریش کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا،

اسی سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے، انصار حضرت ثابتؓ کی ماتحتی میں تھے[2]

وفات | ۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، حضرت انسؓ نے آکر کہا چچا! آپ نے دیکھا، وہ خوشبو مل رہے تھے، بولے کہ لڑنے کا یہ طریقہ نہیں، ہم لوگ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے، اس کے بعد اٹھے اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی،

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی، ایک مسلمان نے اتار لی، انھوں نے دوسرے شخص سے خواب میں آکر کہا کہ فلاں مسلمان نے میری زرہ لی ہے، تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کرلیں اور مدینہ ہو چکیں حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں، اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں، حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا،

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۱۰، ج ۲، [2] طبری ص ۱۸۹۱ ج ۴،

اہل وعیال | ایک لڑکی تھیں جن کا نام معلوم نہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، یحیٰی، عبد اللہ، اسمعیل بیوی کا نام جمیلہ تھا، اور عبد اللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھیں[1]

فضل وکمال | صحیح بخاری میں ان سے ایک روایت منقول ہے، اور بھی چند حدیثیں ہیں جن کو حضرت انس رضی بن مالک، عبد الرحمن بن ابی لیلی، محمد بن قیس نے روایت کیا ہے،

حضرت ثابت نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے، انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا، آنحضرت صلعم نے بھی دربار نبوت کا انھیں کو خطیب تجویز فرمایا،[2]

اخلاق | احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان کو موجود نہ پاکر فرمایا، کوئی ثابت کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں، گھر میں جا کر دیکھا تو سر نیچا کئے بیٹھے تھے، پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت برا حال ہے، میری آواز تیز ہے، آنحضرت صلعم کے سامنے چلّا کر بولتا تھا، اب میرا سارا عمل باطل ہو گیا، اور جہنمی ہو گیا ہوں، (یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا جس میں آنحضرت صلعم کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی)، اس شخص نے آنحضرت صلعم کو خبر کی، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ تم جہنمی نہیں، میں تم کو جنت کی بشارت سناتا ہوں[3]،

آنحضرت صلعم کو ان سے جو محبت اور انس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود عیادت کو تشریف لے گئے، اور ان کے صحیح وسالم ہونے کی ان الفاظ میں دعا کی،

اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس![4]

---

[1] طبقات ص ۹۰ ج ۵ [2] صحیح بخاری ص ۸۰۱ ج ۲، [3] ایضاً ص ۸۰۱ ج ۲، [4] تہذیب التہذیب ص ۱۲ ج ۲،

حضرت ثابت بن ضحاکؓ

نام و نسب ثابت نام، ابو زید کنیت، قبیلۂ اشہل سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل،

بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے سنہ سال ولادت قرار دیا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط ہے،

غزوات غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں آنحضرت صلعم کیلئے سوار تھے، اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی،

ابن مندہ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے، عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی ان کے بدر میں شریک ہونیکا تذکرہ کیا ہے،

ابن سعد کی روایت کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انھوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی[1]،

لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روائتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا، اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابتؓ کا سال ولادت سنہ نبوی ہے، اس بناء پر ہجرت کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۱۰ سال تھی، غزوۂ بدر سنہ اور غزوۂ احد سنہ میں ہوا، اس لئے اس وقت ان کا سن ۱۲، ۱۳ سال کا تھا جو جہاد کی شرکت کے لئے قطعاً ناکافی ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت آئی ہے[2]

---

[1] طبقات ص ۴۲، [2] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲،

ان النبی صلعم عرضه یوم احد وهو ابن اربع عشرة سنة فلم یجزه وعرضه یوم الخندق وهو ابن خمسة عشر سنة فاجازه۔

کہ وہ احد میں چہاردہ سالہ تھے، آنحضرت کے سامنے پیش ہوئے تو میدان کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں پانزدہ سالہ تھے، اس بنا پر آنحضرت صلعم نے اجازت دیدی،

براء بن عازب کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے، ان روایتوں کی موجودگی میں جو نہایت صحیح سند سے ثابت ہیں، دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا،

اس بناء پر ہمارے نزدیک بدر واحد کے بجائے ان کا پہلا غزوہ خندق تھا، [illegible] کے بجائے دوسرے کاموں کے لئے منتخب ہوئے تھے، چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں

وکان دلیله الی حمراء الاسد

یعنی وہ آنحضرت صلعم کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے،

عہد نبوی کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، پھر وہاں سے بصرہ چلے گئے،

وفات | حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، بعضوں نے سنہ ۶۴ھ کی تصریح کی ہے

اولاد | ایک بیٹا چھوڑا، زید نام تھا، اسی بناء پر ابن اثیر نے ان کو حضرت زید بن ثابت صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے، لیکن یہ غلطی ہے، زید بن ثابت کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور کفر کی حالت میں مارے گئے، اس کے ماسوا زید خود ان کے ہمسن تھے، اس بناء پر ان کے باپ کیونکر ہو سکتے ہیں،

یہ خیال اس لحاظ سے بھی ناقابل التفات ہے، کہ ابو قلابہ نے ان سے روایتیں کی ہیں، اور ابو قلابہ سنہ ۶۴ھ سے پیشتر کسی طرح روایت کے قابل نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ انھوں نے ۱۰۴ھ کے بعد تحصیل میں قدم رکھا تھا، اور حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق عام خیال ہے کہ ۴۵ھ میں فوت ہو چکے تھے،

فضل وکمال | حضرت ثابت کے سلسلہ سے جو روایتیں مروی ہیں ان کی تعداد ۱۴ ہے، اہل بصرہ کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبداللہ بن معقل داخل ہیں،

۱؎ کتاب مذکور ص ۲۰۱ ج ۱

ج

حضرت جابرؓ بن عبداللہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

جابرؓ نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ، والدہ کا نام نسیبہ تھا، جن کا سلسلۂ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام پر ملجاتا ہے،

سلمہ کی اولاد اگرچہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی تھی لیکن خاص بنو حرام، قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے،

حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے، عین الازرق (ایک چشمہ ہے) جس کو مروان بن حکم نے امیر معاویہ کے عہد میں درست کرایا تھا، انھیں کی ملکیت تھا، بنو سلمہ کے بعض قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے کئی قلعے، ان کے تحت وتصرف میں تھے،

عمرو کے بعد یہ چیزیں عبداللہ کے قبضہ میں آئیں، حضرت جابرؓ انھیں عبداللہ کے فرزند ہیں، جو تقریباً سنہ ۶۱۱ء (مطابق سنہ ۴۳ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل تولد ہوئے تھے،

اسلام

عقبۂ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کئے گئے، اس بیعت میں ان کا سن ۱۸، ۱۹ سال کا تھا،

غزوات اور عام حالات

ان کے والد نے غزوۂ احد میں شہادت حاصل کی، کافروں نے مثلہ کردیا تھا اس بنا پر جنازہ کپڑا اڑھا کر لایا گیا، حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہتے تھے لوگ منع کرتے، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا، بہن پاس کھڑی تھیں، بھائی کی حالت دیکھ کر ایک چیخ ماری، آنحضرت صلعم نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن، فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے[1]، حضرت

---

[1] مسلم ص ۲۹۳ ج ۲، بخاری ص ۵۸۴ ج ۲،

حضرت عبد اللہؓ نے دس خرد سال لڑکیان چھوڑین جو گھر مین بلک رہی تھین، انھون نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ ابا جان کی لاش گھر لے آئین، اور مقبرۂ بنی سلمہ مین دفن کرین، وہ تیار ہو گئے، آنحضرت کو خبر ہوئی، فرمایا کہ جہان ان کے دوسرے بھائی شہداء دفن کئے جائین گے، وہین وہ بھی دفن ہون گے چنانچہ احد[1] کے گنج شہیدان مین دفن کئے گئے،

ان پر قرض بہت تھا حضرت جابرؓ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح ادا ہو جانا چاہئے، لیکن ادا کہان سے کرتے؟ کل دو باغ تھے جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی، رسول اللہ کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور کہا یہود کو بلا کر کچھ وضع کروا دیجئے، آپ نے ان لوگون کو طلب فرما کر جابرؓ کا مدعا بیان کیا، انھون نے چھوڑنے سے انکار کیا، پھر یہ کہا کہ دو مرتبہ مین اپنا قرض وصول کر لو، نصف اس سال، اور نصف دوسرے سال، وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابرؓ کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمھارے ہان آؤنگا، صبح کے وقت تشریف لائے، تالاب کے پاس بیٹھ کر وضو کیا، مسجد مین جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ مین آ کر متمکن ہوئے، بعد مین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی پہونچ گئے، تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہارون کو قسم وار الگ کر دو، پھر مجھے خبر کرنا، خبر ہونے پر باہر آئے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے، جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا، اور آپ دعا کرتے رہے، خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بہت کچھ بچ گیا، حضرت جابرؓ خوشی مین آپ کے پاس آئے اور کہا قرض ادا ہو گیا، اور اتنا فاضل ہے، آپنے خدا کا شکر ادا کیا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی بہت مسرت ہوئی۔

وہان سے مکان لائے، گوشت، خرما، اور پانی پیش کیا، فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ مین گوشت رغبت سے کھاتا ہون، چلنے کا وقت آیا تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھئے، فرمایا اللھم صل علیہم[2]

والد کی موجودگی تک انھون نے کسی غزوہ مین حصہ نہین لیا،

صحیح مسلم مین ہے کہ انھون نے بدر مین میدان کا عزم کیا، لیکن باپ مانع ہوئے، احد مین بھی ایسا ہی

---

[1] مسند ۳۹۶ [2] یہ واقعہ مسند صفحات ۲۹۷ و ۳۰۳ و ۳۱۳ و ۳۶۵ و ۳۹۱ و ۳۹۵ و ۳۹۸ مین موجود ہے بخاری ص ۵۸۰ ج ۲

اتفاق پیش آیا، لیکن باپ جب احد میں شہید ہوگئے، تو باقی غزوات میں نہایت گرمجوشی سے شرکت کی، چنانچہ آنحضرت صلعم کیساتھ ان کو ۱۹ غزوات میں شرف شرکت حاصل ہوا[1]، ابتدائی غزوات سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے والد خود میدان میں جانا چاہتے تھے، گھر میں ۹ لڑکیاں تھیں[2]، دونوں لڑائی پر جاتے تو گھر بالکل خالی ہوجاتا[3]، تاہم بعض روایتوں سے ان کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے، چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگوں کو پانی پلاتے تھے[4]، غزوہ ذات الرقاع جو ۵ھ میں ہوا، اس میں وہ شامل تھے، واپسی کے وقت ان کا اونٹ تھک گیا تھا، آنحضرت نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا، آپ نے ایک لکڑی سے مارا اور دعا کی، اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ تیز رو ہوگیا[5]،

اسی سنہ میں خندق کا معرکہ پیش آیا، وہ خندق کھود رہے تھے، اسی اثنا میں رسول اللہ صلعم خود کدال لیکر ایک سخت پتھر کھودنے تشریف لائے، دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے[6]، بیتاب ہوکر عرض کی کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، گھر پہونچے اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی جس پر صبر نہیں ہوسکتا، تمھارے ہاں کچھ ہو تو پکاؤ، خود ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور کہا، کہ میں رسول اللہ صلعم کو لیکر آتا ہوں آنحضرت کے پاس گئے کہ میرے ہاں چلکر ما حضر تناول فرمائیے، سردار دوعالم کے کاشانہ میں تین روز سے فاقہ تھا، دعوت قبول فرمائی اور منادی کرادی کہ جابر نے آپ سب لوگوں کی دعوت کی ہے، انتظام آپ اور دو تین آدمیوں کے لئے کیا تھا، نہایت تنگدل ہوئے مگر ادب سے خاموش ہو رہے، آنحضرت تمام مجمع کو لیکر ان کے مکان تشریف لائے، خود بھی کھانا نوش فرمایا اور اور لوگوں نے بھی کھایا، جو کچھ باقی بچا ان کی بیوی سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ، اور لوگوں کے ہاں بھیجو، کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں،

سنہ ۶ھ میں بنو مصطلق کا غزوہ ہوا، آنحضرت روانگی کے قصد سے اونٹ پر سوار ہوئے اور نماز پڑھتے

---

[1] مسند ۳۲۹ ج ۳، [2] یہ صحیح بخاری کی روایت ہے لڑکیاں چھوٹی تھیں [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲، [4] مسند ۳۷۵ [5] مسند ۳

[6] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲ و ۵۸۹،

لگے، اُن کو کسی کام سے بھیجا تھا، واپس آئے تو لوٹنے کا حکم دیا،

اس غزوہ کے بعد غزوۂ انمار واقع ہوا، وہ اس میں موجود تھے[1]،

اسی سنہ میں آنحضرت صلعم عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے، ۱۵۰۰ جان نثار ہمرکاب تھے، بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیا اور حضرت جابرؓ شریکِ بیعت[2] تھے، اس میں حضرت عمرؓ رسول اللہ کا، اور حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے تھے[3]، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو[4]،

حدیبیہ میں مشرکین عمرہ سے مزاحم ہوئے تھے، اس بناء پر دوسرے سال یعنی ۷ھ میں آنحضرتؐ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا جس کو عمرۃ القضا کہتے ہیں ۴ ذی الحجہ کو مکہ پہونچے، لوگ حج کا احرام باندھے تھے، فرمایا اس کو عمرہ کر لو[5]،

رجب ۸ھ میں ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، حضرت ابو عبیدہؓ اس کے امیر تھے، اسلام کی تاریخ میں یہ عجیب ابتلاء کا وقت تھا، لیکن مسلمان اس میں پورے اترے، زادِ راہ ختم ہو گیا، پتے جھاڑ جھاڑ کر لوگ کھا رہے تھے، آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ آئی، اور لوگوں نے عطیۂ غیبی سمجھ کر نوش جان کیا[6]، مچھلی نہایت دراز تھی سردار لشکر نے اس کی ایک پسلی کھڑی کرائی، سب سے اونچا اونٹ انتخاب کیا گیا سب سے لمبے آدمی کی تلاش ہوئی، چنانچہ وہ اس کے نیچے سے نکل گیا، حضرت جابرؓ پانچ آدمیوں کے ساتھ اس کی آنکھ میں بیٹھ گئے تو کسی کو پتہ[7] بھی نہ لگا، اس مچھلی کا نام عنبر تھا، ۱۵ روز تک کھائی گئی، کھانے والے ۳۰۰ تھے[8]،

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن میں ان کی شرکت رہی، حنین اور تبوک میں ان کا نام صراحت سے آیا ہے[9]، حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا، اس میں بھی وہ شامل تھے[10]،

---

1 بخاری غزوۂ انمار، 2 بخاری غزوۂ حدیبیہ، 3 مسند ۳۰۵، 4 مسند ۲۹۶، 5 بخاری غزوۂ حدیبیہ، 6 مسند ۳۰۲، 7 مسند ۳۰۸، 8 صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲، 9 مسند ۳۰۸، 10 مسند ۳۴۹ و ۳۴۰ و ۳۲۹، ۱

۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں خلافت پر نزاع ہوئی، حضرت جابرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے صفین میں جا کر لڑے۔

۴۰ھ میں امیر معاویہ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے آیا اور مدینہ میں ایک خطبہ دیا، اور کہا کہ بنو سلمہ کو اس وقت تک امان نہیں جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہوں، حضرت جابرؓ کو جان کا خوف تھا، حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس جا کر مشورہ کیا، انھوں نے کہا میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے، تم بھی بیعت کرلو، عرض کیا یہ تو گمراہی پر بیعت ہے، فرمایا، مجبوری ہے، لیکن میری رائے یہی ہے، وہاں سے اٹھ کر بسر کے پاس آئے اور امیر معویہ کی خلافت پر بیعت کی۔[1]

۷۴ھ میں حجاج مدینہ کا امیر تھا، اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی، کہ گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی۔[2]

وفات یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا، بالکل ضعیف اور ناتوان ہو گئے تھے، انکھوں نے الگ جواب دیدیا تھا، عمر ۹۴ سال تک پہونچ چکی تھی، اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا، عقبۂ کبیرہ کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا، ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے، صحابہ کرام کے طبقہ میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے، اس بناء پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بسا غنیمت تھا، حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان کا قوت و زور توڑا، طائر روح نے اسی سال قفس عنصری کی تیلیاں توڑیں، انتقال کے وقت وصیت کی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے، حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا، اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی اسی نے

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۵۷، [2] اسد الغابہ ج ۲ حالات سہل بن سعد ص ۳۶۶

پڑھائی تھی،

اہل و عیال حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا تھا، آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا، بیوہ سے کیا فائدہ، کسی کنواری سے کیا ہوتا، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے، عرض کیا بہنیں خردسال تھیں، اس لئے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی، جوان کے کنگھی کرتی، جوئیں دیکھتی، کپڑے سی کر پہناتی، فرمایا اصبت[۱] (تم نے ٹھیک کیا)،

دوسری شادی بنو سلمہ میں کی، اسلام میں عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے، پیام دیا تو لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا پھر شادی کی[۲]

پہلی بیوی کا نام سہیلہ بنت مسعود تھا[۳] صحابیہ تھیں اور انصار کے قبیلہ ظفر کی لڑکی تھیں، دوسری کا نام حارث تھا، وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلہ اوس سے تھے، اور معزز صحابی تھے، بیٹی تھیں[۴]

اولاد کے نام یہ ہیں، عبدالرحمٰنؒ، عقیلؒ، محمدؒ، حمیدہ، میمونہ، ام حبیب[۵]

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھ خوب کٹی ہوئی، سر اور ڈاڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے، آنکھیں اخیر عمر میں جاتی رہی تھیں[۶]

مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا، اس سے متصل ایک مسجد بھی بنوائی تھی[۷]،

علم و فضل تحصیل کی ابتدا سرچشمۂ وحی سے ہوئی، لیکن تربیت یافتگان نبوت میں جو لوگ علوم و فنون کے مرکز تھے، ان کے حلقوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، معاذ بن جبلؓ، عمارؓ، خالد بن ولیدؓ، ابوبردہ بن نیارؓ، ابوقتادہؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوحمید ساعدیؓ، عبداللہ بن انیسؓ، ام شریکؓ، ام مالکؓ، ام مبشرؓ، ام کلثومؓ بنت ابوبکر صدیقؓ (تابعیہ تھیں) سب کے سب

۱؎ مسند ۳۰۰، ۲؎ بخاری ۵۸۰ ج ۲، ۳؎ مسند ۳۴۴ ۴؎ ۳۰۵، فتح الباری ج ۷، ۵؎ طبقات ۲۰۳، ۶؎ مسند ۳۲۳ ج ۳،

۷؎ مسند ۳۴۴، ۸؎ نزہۃ الابرار قلمی ۹؎ مسند ۳۰۳،

اِن کے اساتذہ میں داخل ہیں،

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر کرتے تھے، عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام میں رہتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا اور اُن کے پاس پہونچ کر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے میں نے اس لئے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہو جاتا، اور حدیث سننے سے رہجاتی،[1]

مسلمہ بن مخلد امیر مصر تھے، ان کے پاس ایک حدیث تھی، خبر لگی تو مصر پہونچے، اور حدیث کی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے،[2]

تحصیل علم سے فراغت ملی تو مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے، حلقۂ درس مسجد نبوی میں قائم تھا، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر ان مقامات میں ان کا دریائے فیض رواں تھا،

کمالات کے مظہر تفسیر و حدیث و فقہ کے فن تھے، تفسیر میں اگرچہ روائتیں کثیر نہیں، تاہم معتد بہ ہیں، لوگوں میں ورود کے معنی میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم میں نہ داخل ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائیں گے مگر مسلمانوں کو نجات ملجائیگی، حضرت جابرؓ سے پوچھا، فرمایا، بر و فاجر، نیک و بد سب جہنم میں داخل ہونگے لیکن اچھوں پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا، پھر متقیوں کو نجات ملیگی، اور ظالم اُس میں رہجائیں گے،[3]

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، حضرت جابرؓ کے پاس آکر مناظرہ شروع کیا، خلود فی النار کے متعلق جتنی آیتیں قرآن میں ہیں، سب پڑھیں، فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم جانتے ہو؟ انھوں نے کہا استغفر اللہ! میرا خیال بھی نہیں ہو سکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آیتیں مشرکین کے متعلق ہیں

---

[1] ادب المفرد بخاری، [2] فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۹، [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲، [4] مسند ۳ ص ۳۲۹،

جو لوگ عذاب دنیے کے بعد نکال لئے گئے، ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسولؐ اللہ نے حدیث میں اسکو بیان فرما دیا ہے[1]،

حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے، تمام عمر اشاعتِ حدیث اِن کی زندگی کا اہم مقصد رہا، بااین ہمہ کہ کثیر الروایت تھے، یعنی مرویات ۱۵۴۰ تک پہونچتی تھیں، بیانِ حدیث میں نہایت احتیاط و حزم سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی، سَمِعْتُ کا لفظ بولنا چاہتے تھے، پھر رک گئے، اور اپنے اُوپر موقوف کر دی، اس کا سبب یہ تھا کہ انکو الفاظ پر اطمینان نہ ہو سکا[2]،

تلامذۂ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں، تابعین کا ہر طبقہ اُن کے خرمنِ فیض کا خوشہ چین ہے لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں،

امام باقر علیہ السلام، محمد بن منکدر، سعید بن مینا، سعید بن ابی ہلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری محمد بن عمرو بن حسن علیہ السلام، حسن بن محمد حنفیہ، وغیرہم،

فقہ بھی انکی علمی ہونگا فیونکا مظہر ہے، مسائل و فتاویٰ جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے، جمع کر دیے جائیں تو ایک مختصر سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

اخلاق وعادات | اقامتہ حدود اللہ، جوشِ ایمان، جرأتِ اظہار حق، امر بالمعروف، مودّت رسولؐ، اتباعِ سنت و رفق بین المسلمین، سیر دینی، اخلاق کی بیخ و بنیاد ہیں، اور قدرت نے حضرت جابرؓ کو نہایت فیاضی سے اِن تمام چیزوں سے حصّہ دیا تھا،

اقامتِ حدود اللہ، جماعتِ الٰہی کا فرض ہوتا ہے، حضرت جابرؓ کو اِس میں یگانہ و بیگانہ کا فرق و امتیاز روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعز بن اسلمی کہ مدینہ کے باشندے اور اصحاب پاک میں داخل تھے، انکا واقعہ پیش آیا تو خود موضع رجم پر پہونچکر اپنے ہاتھ سے پتھر مارے[3]،

---

[1] مسند ج۳ ص۳۰۴، [2] مسند ج۳ ص۳۳۰، [3] مسند ج۳ ص۳۸۰

اظہار حق میں کسی کی وجاہت ذاتی خلل انداز نہ ہو سکتی،

حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ قبیلۂ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی ہے، ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج عرش اعظم جنبش میں آگیا ہے" حضرت براء بن عازبؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمن کے بجائے صرف سریر کہتے تھے، جس سے جنازہ کا تخت مراد ہے، حضرت جابرؓ سے لوگوں نے براءؓ کا قول نقل کیا، فرمایا کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی، باقی براء کا قول تو وہ باہمی بغض و عداوت و کینہ توزی کا نتیجہ اور اثر ہے، اوس و خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی،

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ حضرت جابرؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس بناء پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ و ہمنوا ہونا چاہئے تھا،

حجاج بن یوسف مدینہ کا امیر ہو کر آیا، اوقات نماز میں کچھ رد و بدل کیا، لوگ ان کے پاس دوڑے آئے، ارشاد کیا، کہ آنحضرتؐ ظہر کی نماز دوپہر کے بعد عصر کی آفتاب صاف اور روشن ہونے تک، مغرب کی، وقت غروب، فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے، اور عشاء کے وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا، اگر جلد مجمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے ورنہ دیر میں،

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے تنخواہ کے لئے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا تھا، ان کو خبر پہونچی تو کچھ لوگوں کو لیکر مسجد آئے، اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے جبتک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائے اسکا فروخت کرنا جائز نہیں (پھر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے)

ایک سرگروہ فتنہ و فساد مدینہ آیا، لوگوں نے حضرت جابرؓ کو گھیرا کہ ان کو شر سے باز رکھئے، اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے، اپنے دو بیٹوں کو بلایا، دونوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے، اور کہا کہ خدا اوس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ کو خوف میں ڈال رکھا ہے، بیٹوں نے عرض کی کہ رسول اللہ تو وفات

---

۱ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۶، ج ۱ ص مسند ۲۹۲، ۳ مسند ۲۹۵

ہو چکے، اب ان کو خوف کیسا، فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، گویا خود مجھے ڈرایا[1]۔

پیروی رسول اور اتباع سنت میں جوش و ولولہ ظاہر ہوتا تھا کہ آنحضرتؐ کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑہ اوڑھے نماز پڑھتے دیکھا تھا، خود بھی اسی طرح نماز پڑھی، شاگردوں نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی، اس کو کیوں نہ اوڑھ لیا، کہ ازار و چادر دو کپڑے ہو جاتے، فرمایا اس لئے کہ تم جیسے بے وقوف، رسول اللہؐ کی اس رخصت کو دیکھیں اور اعتراض کریں[2]،

آنحضرت صلعم نے مسجد فتح میں ۳ روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، تیسرے دن نماز کے اندر قبول ہوئی، تو چہرۂ مبارک پر بشارت کی موجیں، نور بنکر دوڑ رہی تھیں، حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آن پڑتی، اس خاص وقت میں وہاں جاکر دعا کرتے، اور قبولیت و اجابت کا مژدہ لاتے تھے[3]،

حب رسولؐ کا نتیجہ فدائیت ہے، حضرت جابرؓ نے ابتدا ہی سے اسکا ثبوت بہم پہنچایا تھا، عقبۂ ثانیہ میں، عرب و عجم کی جنگ پر جس قافلہ نے بیعت کی تھی وہ اس میں شامل تھے،

غزوات نبوی میں انھوں نے سرفروشی اور فداکاری کا علانیہ ثبوت دیا تھا، اور غزوۂ حدیبیہ یا مشہد بیعت الرضوان میں، ان میں جس قوت نے کام کیا تھا، اسکا اقرار خود مصحف ناطق میں کیا گیا ہے،

حب رسولؐ کے دلفریب مناظر یہ ہیں،

غزوۂ خندق میں تمام لشکر بے آب و دانہ تھا، اور سید کونینؐ تو ۳ دن سے فاقہ مست تھا، پیٹ پر پتھر باندھکر مہمات جنگ میں مصروفیت تھی، آقا کو اس حالت میں دیکھا تو کام چھوڑکر مکان گئے اور دعوت کا انتظام کیا[4]،

آنحضرتؐ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کے چھوہارے جس میں گٹھلی نہ تھی پیش کئے، آپ نے دیکھکر

۱؎ مسند ۳، ۳۵۴، ۲؎ مسند ۳، ۳۰۱، ۳؎ مسند ۳، ۳۳۲، ۴؎ مسند ۳، ۳۰۰،

فرمایا کہ میں گوشت سمجھا تھا، گھر جا کر بیوی سے کہا، انھوں نے بکری ذبح کر کے گوشت پکا دیا[۱]،

ایک روز آنحضرتؐ ان کے مکان تشریف لے گئے، آپ کی عادت معلوم تھی، اٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ چلائی تو آپ نے فرمایا کہ نسل اور دودھ کیوں قطع کرتے ہو؟ عرض کیا، ابھی بچہ نے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہو گئی[۲]،

آنحضرتؐ سامنے سے گذرے، یہ ڈھال میں چھوہارے لئے تھے، شرکت کی دعوت دی، آپنے قبول فرمائی[۳]،

حدیبیہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ چلے، سقیا میں قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا، معاذ بن جبلؓ کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی پلاتا، حضرت جابرؓ چند انصار کو لیکر پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے، ۲۳ میل چلکر اثایہ میں پانی ملا، مشکوں میں بھر کر لائے، عشاء کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے، یہ آنحضرت صلعم تھے، بڑھ کر مہار تھام لی، اونٹ کو بٹھایا، آنحضرتؐ نے اتر کر نماز پڑھی، خود بھی پہلو میں کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہوئے[۴]،

ایک مرتبہ رسول اللہؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے، وہ عیادت کو آئے[۵]،

رسول اللہؐ کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو ان سے لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا، ادائگی کے وقت کچھ زیادہ دیا[۶]،

رسول اللہ صلعم کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ میں ان کے لئے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا[۷]، ایک مرتبہ بیمار پڑے، تو خود عیادت کو تشریف لائے، وہ بیہوش تھے، وضو کر کے پانی کے چھینٹے دئے، تو ہوش آیا، اب تک ان کے کوئی اولاد نہ تھی، اور باپ بھی فوت ہو چکے تھے، شریعت ایسے شخص کے وارث کو کلالہ کہتے ہیں، چونکہ زندگی سے نا امید ہو چکے تھے، عرض کیا کہ میں مر گیا تو کلالہ وارث

---

[۱] مسند ۳۴۳، [۲] مسند ۳۹۶، [۳] مسند ۳۹۷، [۴] مسند ۳۰۰، [۵] مسند ۳۰۰، [۶] مسند ۳۰۲، [۷] اصابہ،

ہوگا، فرمائیے میراث کیونکر تقسیم کرون،؟ کیا دو ثلث بہنونکو دیدون،؟ فرمایا اچھا ہے دیدو، عرض کیا خواہ نصف؟ فرمایا ہان، یہ کہکر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آکر کہا، جابر! تم اس مرض مین نہ مروگے تمھارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے، یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ، (تم سے اے پیغمبر! لوگ کلالہ کے بارہ مین استفتاء کرتے ہین، کہو کہ خدا کا اُس کے متعلق یہ فتوی ہے،

تم بہنون کو دو ثلث دے سکتے ہو،[1]

کبھی دعوت ہوتی تو ساتھ لیجاتے[2] کبھی خود اپنے ساتھ مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے،

ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ مین بیٹھے تھے، رسول اللہ صلعم سامنے سے گذرے، یہ دوڑ کر ساتھ ہولئے، ادب کے خیال سے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، فرمایا پاس آجاؤ، ان کا ہاتھ پکڑا اور کاشانہ پر لوالائے، پردہ کراکر اندر بلایا، اندر سے ٹکیان اور سرکہ ایک صاف کپڑے پر رکھکر آیا، آپ نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی، اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے، جابرؓ کہتے ہین کہ اُس دن سے سرکہ کو مین نہایت محبوب رکھتا ہون[3]،

کچھ اسی پر موقوف نہین، نوازشات خاصہ ہر صورت مین ہوتی رہتی تھین،

غزوۂ ذات الرقاع مین وہ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے، جس کی زود رفتاری کا یہ حال تھا کہ تمام اونٹون سے پیش پیش تھا، چلتے چلتے یکایک رک گیا[4]، اب جنبش بھی نہ تھی، پیچھے سے آواز آئی کیا ہوا؟ یہ آنحضرتؐ تھے، تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا، اونٹ اب نہایت تیز تھا، ان کو لے اڑا، آنحضرتؐ نے فرمایا اُس کو میرے ہاتھ فروخت کردو، عرض کی حاضر ہے، لیکن قیمت کی ضرورت نہین، فرمایا نہین، قیمت دیجائیگی[5]، درخواست کی کہ مدینہ تک مین اسی پر چلونگا، منظور فرمائی گئی، شہر پہونچکر اونٹ کولیا اور آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے، کہ اونٹ یہ ہے، آپ اُس کو گھوم گھوم کے دیکھتے تھے، اور فرماتے تھے، کیسا اچھا

[1] مسند ۲۹۸ و ۳۷۲، ۳، [2] مسند ۳۸۷، [3] مسند ۳۷۹ و ۴، [4] مسند ۲۷۳، ۳، [5] مسند ۳۱۴، ۳،

ہے؟ اس کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو، اصل کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا، پوچھا دام پا چکے؟ کہا جی ہاں، فرمایا، دام اور اونٹ دونوں لیجاؤ، سب تمہارا ہے، ایک یہودی نے اس واقعہ[1] کو سنا تو تعجب کیا،

قیمت سے زیادہ دام چونکہ آنحضرتؐ کی بخشش تھی، ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھدی، حرہ کے دن اہل شام نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا، اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لے گئے[2]

بحرین سے مال آنے والا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمکو ۳- آنجورہ بھر کر دونگا، (۱ آنجورہ = ۲ لپ کے برابر) مال آیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ رسول اللہ کا کسی سے وعدہ ہو یا کسی کا قرض آتا ہو، تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے، حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ تھا، فرمایا لے لو، ۳- آنجورہ میں ۵۰۰ نکلے، ان کو گھر جاکر رکھ آئے اور واپس آکر خاص اپنا حصہ طلب کیا، جواب ملا اب میرے پاس نہیں، تین مرتبہ انکار کرنے پر کہا کہ میرا حصہ دینے میں اس قدر بخل کیوں ہے، ارشاد ہوا افسوس! تم مجھ کو بخیل کہتے ہو، حالانکہ بخل سے بدتر کوئی شے نہیں ہمیں بتاؤ کہ نہ ہونے کا کیا علاج ہے[3]،

رسول اللہ کا ادب واحترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا، اعمال وعقائد میں تو آنحضرتؐ کا ہر قول وفعل فرض وواجب کا درجہ رکھتا تھا، اور اس میں کسیکو مجال انکار نہ تھی، لیکن امور باہمی میں بھی یہ خیال تھا کہ جس بات کو آنحضرتؐ ۳- مرتبہ ارشاد فرماتے، بے چون وچرا تسلیم کر لیجاتی، ۱-۲ مرتبہ میں قیل وقال کی گنجائش رہتی تھی[5]،

مسلمانوں سے محبت کرنے اور رحماء بینھم کی مجسم تصویر تھے،

ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا، واپس آیا تو باین جلالت قدر، ملاقات کو تشریف لے گئے، اسنے لوگوں کے تفرق وتحزب کی داستان سنائی، بدعات کا رائج ہونا بیان کیا، صحابہ نے کثرت اسلام، اپنے مدنکلے

[1] مسند ۲، ۳۷۲، [2] مسند ۳، ۳۰۰، [3] مسند ۴، ۱۳۱، [4] مسند ۵، ۳، [5] مسند ۳۵۸ و ۳۵۹،

خون سے سینچی تھی، ان واقعات کے کان کب متحمل ہو سکتے تھے، بے اختیار آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ گروہ خدا کی دین میں داخل ہوئے ہیں، اسی طرح خارج بھی ہوجائیں گے[1]

ان خوبیوں کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایاں تھی، ایک میل[2] سے پنجوقتہ نماز پڑھنے آتے تھے، ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا، ہاتھ میں کنکریاں ٹھنڈی کرتے، اور سجدہ کرتے وقت ان کو بچھا لیتے تھے[3]، تاہم آنا ترک نہ ہوتا تھا،

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں اٹھ آئیں[4] کہ نماز کا آرام ہوگا، آنحضرتؐ سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ تمھیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، سوچو تو کتنا ثواب ہوا، سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل وجان منظور ہے[5]،

حج کئی کئے تھے، دو کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے، پہلا حجۃ الوداع، دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا[6]،

سادگی مسلمانوں کی ترقی کا اصلی راز ہے، حضرت جابرؓ نہایت سادہ مزاج تھے، صحابہ کا ایک گروہ مکان پر ملنے آیا، اندر سے روٹی اور سرکہ لائے، اور کہا بسم اللہ، اس کو نوش فرمائیے، سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے پھر فرمایا کہ آدمی کے پاس اگر اس کے احباب و اعزہ آئیں تو جو کچھ حاضر ہو پیش کردے، اس میں کوتاہی نکرے، اسی طرح ان لوگوں کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائیں اور اس کو حقیر نہ سمجھیں، کیونکہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت کا سامان متصور ہے،

عیادت مریض، ہمدردی و اخوت کا مظہر اتم ہے، حضرت جابرؓ عیادت کرتے تھے، رسول اللہ صلعم گھوڑے سے گرے تو عیادت کے لئے گئے تھے،

مقنع بیمار ہوئے اور دیکھنے کو گئے تو فرمایا، میرے خیال میں تم پچھنے لگاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے

---

۱ مسند ۳۴۳، ۲ مسند ۳۰۳، ۳ مسند ۳۲۷، ۴ مسند ۳۹۰، ۵ مسند ۲۹۶، ۶ مسند ۳۷۱،

کہ اس مین شفا ہے[1]

بے تکلفی بہت تھی، ملنے جلنے کا بہت سادہ انداز تھا، آنحضرت صلعم سے زیادہ کون محترم و معزز ہو سکتا تھا، لیکن جب آپ چلتے لوگ آپ کے برابر یا آگے چلتے تھے، حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے،[2]

آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز دل و دماغ مین جاگزین تھی، بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، لوگ اس کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا، مسیب بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم لوگ دوسرے ہی سال بھول گئے تھے[3]، لیکن حضرت جابرؓ کو برسون کے بعد بھی یاد تھا، اخیر عمر مین نابینا ہو گئے تھے، حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا، کہ آج آنکھین ہوتین تو وہ موقع دکھلا دیتا۔[4]

حضرت جبار بن صخرؓ

نام و نسب جبار نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے جبار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھین،

اسلام بیعتِ عقبۂ ثانیہ مین شریک تھے،

غزوات اور دیگر حالات مقداد اسود کندی سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، مواخاۃ ہوئی، تمام غزوات مین شرفِ شرکت حاصل کیا، غزوۂ بدر مین ۲۳ سالہ تھے،

[1] مسند ۳۳۵، [2] مسند ۳۳۲، [3] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۲، [4] صحیح بخاری ص ۵۹۸ ج ۲،

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سالی خارجی بنا کر بھیجا تھا غزوہ موتہ میں ان کی شہادت ہوئی، تو جبارؓ کو اس منصب کے لئے انتخاب کیا، جبارؓ ہر سال خیبر کے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی منصب پر مامور رہے، اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا تو مہاجرین و انصار کو لیکر خود خیبر گئے تھے اس سفر میں جبار بن صخر بھی انکے ہمراہ تھے،

وفات سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں انتقال کیا، اس وقت آن کی عمر ۶۲ سال کی تھی،

فضل وکمال مسند میں چند حدیثیں ان کے سلسلہ[1] سے مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا، یہی وجہ تھی کہ دار الخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض ہوا تھا،

اخلاق حب رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

مکہ معظمہ کے سفر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اثناء راہ میں کوئی جا کر پانی کا انتظام کرتا، جبارؓ نے اٹھ کر کہا میں جاتا ہوں، وہاں پہونچکر حوض کے اردگرد ڈھیلے رکھے اور اس میں پانی بھرا، محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے، آنکھ لگ گئی، آنحضرتؐ پہونچے اور فرمایا مالک حوض! میں اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں؟ انھوں نے رسول اللہ کی آواز پہچانکر اجازت دی، آپ اونٹ بٹھا کر اترے اور وضو کے لئے پانی مانگا، انھوں نے آپ کو وضو کراکے خود بھی وضو کیا، اور پھر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے، چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے، آنحضرت صلعم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا، تھوڑی دیر میں تمام لوگ آپہونچے اور تنہائی کا لطفِ صحبت مفقود ہو گیا،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۱ ج ۳،

حضرت جلیبب رضی اللہ

جلیبب نام تھا، انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلۂ نسب معلوم نہیں، آنحضرتؐ نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی، چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے، لڑکی کے ماں باپ نے انکار کرنا چاہا، لیکن لڑکی نہایت سمجھدار اور عقلمند تھی، اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی، فما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم، یعنی جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں، اور کہا کہ میں بالکل رضامند ہوں، جو رسول اللہؐ کی مرضی ہے، وہی میری بھی ہے آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو نہایت مسرور ہوئے، فرمایا،

اللھم صب علیھا الخیر ولا تجعل عیشھا کدا، خداوندا اس پر خیر کا دریا بہادے اور اس کی زندگی کو تلخ نہ کر،

دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی بیوہ تونگر اور خراج نہ تھی، رضامندی پاکر آنحضرتؐ نے جلیبب سے کہا کہ فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں، بولے یا رسول اللہ تو آپ مجھے کھوٹا پائیں گے، فرمایا لکنک عند اللہ لست بکاسد، یعنی تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو[1] (اس واقعہ میں اور بھی تفصیل ہے)

شہادت آنحضرتؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے، مال غنیمت آیا تو ارشاد ہوا، دیکھو کون کون لوگ گم ہیں، لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنائے، آپ نے ۳ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا، لکنی افقد جلیبیا، لیکن میں جلیبب کو گم پاتا ہوں،

مسلمان حضرت جلیببؓ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے

---

[1] استیعاب ص ۱۰۰ ج ۱، دیگر کتب رجال و مسند احمد بن حنبل

ہین، آنحضرت صلعم کو خبر کی تو خود تشریف لائے، اور لاش کے پاس کھڑے ہو کر کہا،

قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا منی انا منہ! ساتھ کو قتل کر کے خود قتل ہوا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں

ھذا منی وانا منہ ! یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں،

اس کے بعد جلیبیب کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر لائے، اور قبر کھدوا کر دفن کیا، اور غسل نہیں دیا، انا للہ

وانا الیہ راجعون،

حضرت جلیبیب واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے، شہادت عظمیٰ کے ساتھ یہ شرف کیا عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ کے دست مبارک، چارپائی یا تختہ کے بجائے ان کا تابوت تھے، تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختوں سے تیار ہوتا ہے، لیکن جلیبیب کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا،

بچہ ناز رفتہ باشد زجہان نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

"ح"

حضرت حباب بن منذر بن جموحؓ

نام ونسب حباب نام، ابو عمر کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات تمام غزوات مین شرکت کی، غزوۂ بدر مین قبیلۂ خزرج کا علم ان کے پاس تھا[1]، بدر کے قریب پہونچکر آنحضرت صلعم نے ڈیرے ڈالے، حبابؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس مقام پر اترنے کے لئے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا میری رائے ہے، عرض کی تو یہ موقع

---

[1] صحیح مسلم ص ۲۴۴ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۷،

ٹھیک نہیں ہمکو پانی کے پاس اُترنا چاہئے، اور تمام کنوؤں پر قبضہ کرکے ایک حوض تیار کرنا چاہئے، تاکہ ہمارے لشکر میں پانی کی قلت نہ ہو، اور دشمن شدتِ تشنگی سے پریشان ہوجائے، آنحضرتؐ نے فرمایا حباب صحیح کہتے ہیں، چنانچہ تمام لشکر کو لیکر چاہِ بدر پر نزول اجلال ہوا[1]

غزوۂ احد میں قریش اس سروسامان سے نکلے تھے، کہ مدینہ ہل گیا تھا، ذوالحلیفہ پہونچے تو آنحضرتؐ نے دو جاسوس بھیجے اور اُن کے بعد حبابؓ کو روانہ فرمایا، اُنھوں نے تمام لشکر میں گھوم کر مختلف خبریں بہم پہونچائیں، اور اُن کی تعداد کا صحیح اندازہ کرکے آنحضرتؐ کو خبر دی[2]۔

اِس غزوہ میں بھی خزرج کا علم اِن کے پاس تھا بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہ علمبردار تھے[3]،

غزوۂ خیبر میں ایک حصہ کا اور حنین میں تمام خزرج کا علم اُنھیں کو تفویض ہوا تھا[4] سقیفۂ بنو ساعدہ میں، وہ سعد بن عبادہ کے سرگرم حامی تھے، اور اُن کے خلیفہ بنانے پر زور دیرہے تھے،

اثنائے خطبہ میں ایک یہ فقرہ کہا تھا، انا جذیلها المحکک وعذیقها المرجب، اس کا یہ مطلب تھا کہ میں قوم کا معتمد ہوں اور لوگ میری رائے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اِس کے بعد یہ رائے پیش کی، کہ دو امیر ہوں، ایک انصاری اور ایک مہاجری، حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا، یہ ناممکن ہے، دو بادشہ در اقلیمے نہ گنجند[5]،

وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے، عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی، غزوۂ بدر میں ۳۳ برس کا سن تھا،

فضل وکمال حدیث میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ اِن کے شاگرد ہیں،

شاعری عرب کا فطری جوہر ہے، حضرت حباب بھی شعر کہتے تھے، یہ شعر انھیں کی طرف منسوب ہیں۔

الم تعلما للہ در ابیکما — کیا تم نہیں جانتے تمہارے باپ کی بھلائی خدا کیلئے ہو

وما الناس الا اکمه وبصیر — کہ دو لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں، قدرتی نابینا اور بینا

[1] طبقات ص ۹ و اسد الغابہ ص ۳۶۵ ج ۱، [2] ایضاً ص ۲۶، [3] ایضاً ص ۲۷، [4] ایضاً ص ۷۷ و ۷۸، [5] صحیح بخاری ص ۱ ج ۲،

انا و اعداء النبی محمد	یعنا یہ ہم اور آنحضرت کے دشمن دونوں تیر ہیں
اسود لها فی العالمین بزئر	جس کی گرج سے تمام عالم گونج اٹھتا ہے
نصرنا و آوینا النبی وآلہ	لیکن ہم کو یہ تسرہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اور مدد کی
سوانا من اهل الملتین نصیر	اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے،

خطبہ اچھا دیتے تھے، اور اس میں فصاحت و بلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے، سقیفہ ساعدہ میں انھوں نے دو خطبے دئے تھے جن سے قوت تقریر اور زور بیان کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، کہنا یہ ہے کہ انصار چاہیں تو خلافت کو نقصان پہونچا سکتے ہیں، ان کو کس بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے،

اما واللہ لئن شئتم لنعیدنها جذعة!

دیکھو اس میں خلافت کو ایک اونٹ فرض کیا ہے، پھر زور دیکر کہہ رہے ہیں کہ تم چاہو تو میں اس کو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہوں

اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کا اظہار مد نظر ہے، اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں،

انا جذیلها المحکک وعذیقها المرجب میں انصار کے خارشتی اونٹ کے بدن رگڑنے کا ستون اور اس کے تناور درخت کا سدر وئیں ہوں،

عرب میں جس اونٹ کے خارش نکلتی تھی صحت یابی کے لئے ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے، وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا، اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا، ایک دیوار بنا دیتے، یا لکڑی گاڑ دیتے تھے، تو درخت سیدھا رہتا تھا،

حضرت حباب نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے،

حضرت حرام بن ملحانؓ

نام ونسب حرام نام، قاری لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید ابن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے، جو آنحضرتؐ کی خالہ اور حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھین،

اسلام بنو نجار، صدائے اسلام پر لبیک کہنے مین تمام انصار کے پیش پیش رہے ہین حضرت ام سلیمؓ کی وجہ سے، خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا، بھائی نے بھی قبول اسلام مین اسی زمانہ مین سبقت کی،

غزوات اور وفات بدر اور احد کے معرکون مین ان کی شرکت کا پتہ نہین، سریہ بیر معونہ ۴ھ کہ احد کے بعد ہوا تھا، البتہ ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے

آنحضرت صلعم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لیکر آئے کہ ہمارے ملک مین اشاعت اسلام کے لئے کچھ آدمی بھیج دیجئے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکین، آپ نے ۷۰ آدمیون کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے، ان کے ساتھ کردیا، حرام بھی اسی جماعت مین تھے، وہان پہونچکر ایک مقام پر قیام کیا، حرام دو آدمیون کے ساتھ جن مین ایک لنگڑا تھا، قبیلہ مین اشاعت اسلام کیلئے گئے، ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہین ٹھہرو، پہلے مین جاتا ہون، اگر زندہ بچ گیا تو خیر ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیون کو خبر کردینا، خود کھڑے ہو کر کہا کہ آنحضرتؐ کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہون، تم مجھے امان دیتے ہو؟ ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی ادھر قبیلہ والون نے ایک شخص کو اشارہ کردیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک

[1] صحیح بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

پہلو سے دوسرے پہلو کو توڑ کر نکل گیا، حضرت حرامؓ نے زخم سے خون لیکر چہرہ اور سر پر چھڑکا، اور فرمایا اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ! ساتھیوں میں سے لنگڑا پہاڑ پر چھپ رہا، دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی، سب موقع پر پہونچے اور اسی جگہ لڑکر جام شہادت نوش کیا،

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن   خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

یہ بیکسی و بے بسی کا دردناک حادثہ جو حالتِ غربت میں پیش آیا تھا، اس کی خبر وطن کو کیونکر پہونچتی، لیکن جس کی راہ میں یہ سب کچھ ہوا تھا، اس نے خود آنحضرت کو ان کا پیغام پہونچا دیا اور وہ یہ تھا، انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا، آنحضرت صلعم نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی[1]،

فضل وکمال قرآن وحدیث میں اس قدر عبور تھا کہ نجد میں ان کی اشاعت کے لئے مقرر کئے گئے، صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اسکا درس دیتے تھے[2]، اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا[3]،

اخلاق رات کو نماز پڑھتے[4]، دن کو مختلف نیک کام کرتے، مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے[5]، اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کی غذا مہیا کرتے تھے[6]،

ان کریمانہ اخلاق میں جوش ملی جسکا نظارہ اوپر ہو چکا ہے، اضافہ کر دیا جائے تو محاسن و مکارم کا ایسا دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہوتا ہے جس کے موجود ہوتے ہوئے دوسرے مرقع کی حاجت نہیں رہتی،

۱؎ صحیح بخاری ص ۵۸۶ و ۵۸۷، ۲؎ صحیح مسلم ص ۱۰۳ ج ۲، ۳؎ صحیح بخاری صفحہ ۵۸۶، ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً ۶؎ صحیح مسلم ص ۱۰۳ ج ۲

حضرت حسان بن ثابتؓ

نام و نسب حسان، ابو الولید کنیت، شاعر رسول اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا، قبیلۂ خزرج سے تھیں، اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں[۱]، حسانؓ نے ایک شعر میں انکا نام ظاہر کیا ہے،

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا　　وابن الفریعۃ امسی بیضۃ البلد[۲]

اسلام کے زمانہ تک موجود تھیں، اسلام لائیں اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں،

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے، فارع کا قلعہ جو مسجد نبوی سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا، انہیں کا سکونت گاہ تھا، حسانؓ کہتے ہیں

ارقت لتوماض البرق اللوامع　　ونحن نشاوی بین سلع وفارع[۳]

سلسلۂ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گذریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشت اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں، حرام جو حضرت حسانؓ کے پردادا تھے، ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے، ان کے بیٹے منذر، اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت، ان سب نے یہی عمر پائی[۴]، عبدالرحمٰن بن حسان اپنے اجداد کی عمروں پر بے اختیار ہنستے تھے، ایک روز اسی ہنسی میں لیٹ گئے اور ہنستے ہنستے دم نکل گیا،

اسلام حضرت حسانؓ حالت ضعیفی میں ایمان لائے، ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا،

غزوات دل کے فطرۃً کمزور تھے، اس لئے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے[۵]، ابن عباس سے ایک روایت ہے

---

[۱] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲، [۲] اصابہ ص ۶۲۷ ج ۸، [۳] خلاصۃ الوفا ص ۱۹۱، [۴] اسد الغابہ ص ۷ ج ۲، [۵] اصابہ ص ۶۲ ج ۲

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں[1]،

قیل لابن عباس قدم حسان اللعین — ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسان ملعون آیا ہے، فرمایا

فقال ابن عباس ماھو بلعین قد جاھد — ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں، اُنھوں نے رسول اللہ کیسا

مع رسول اللہ بنفسہ ولسانہ — تھ اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں، غزوۂ خندق میں عورتوں کے ساتھ وہ قلعہ میں تھے، آنحضرت صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہؓ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہودیوں کو اطلاع ہو گئی تو بڑی مشکل پیش آئیگی کیونکہ آنحضرت صلعم جہاد میں مشغول ہیں، حسانؓ سے کہا اس کو مارو، ورنہ یہود سے جاکر خبر کردیگا، اُنھوں نے جواب دیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، حضرت صفیہؓ نے مرد سے یہ جواب سُنکر ایک ستون اُٹھایا، اور خود مردانہ وار نکلکر مقابلہ کیا، جس میں کامیاب ہوئیں اور قتل کرکے اندر چلی آئیں، پھر کہا کہ اب جاکر اسکا سامان اُتار لاؤ، بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں[2]،

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ یہ ان کے جبن کی انتہا تھی کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ آنحضرت صلعم نے انھیں قلعہ کے اندر بٹھا دیا تھا[3]،

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے، غزوۂ بنو نضیر میں کہ ۴ھ میں ہوا تھا آنحضرت صلعم نے بنو نضیر کے درخت جلائے، تو اُنھوں نے یہ شعر کہا[4]،

فھان علی سراۃ بنی لؤی — حریق بالبویرۃ مستطیر

بنو نضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا، اس بناء پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنو نضیر کی اس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے، کچھ مدد نہ کرسکے، یہ شعر مکہ پہونچا تو

[1] تہذیب التہذیب ص ۲۴۸ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ص ۵۷۵ ج ۲،

تو ابوسفیان بن حارث نے جوابدیا،

ادام اللہ ذالک من صنیع　　　　　وحرق فی نواحیھا السعیر

ستعلم اینا منھا بنزہ　　　　　وتعلم ای ارضینا تضیر

یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے، یہاں تک کہ آس پاس کے شعلوں سے خود مدینہ جل کر سیاہ ہو جائے، اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں[1]،

سنہ۵ھ میں غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اتہام لگایا، عبد اللہ بن اُبی ان سب میں پیش پیش تھا، مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے ہمخیال تھے، جن میں حسان، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھیں، جب حضرت عائشہؓ کی برأت میں آیتیں اتریں تو آپ نے ان لوگوں کو ۸۰ ۸۰ کوڑے مارے[2]،

صحیح بخاری میں اگرچہ کوڑے مارنے کا تذکرہ نہیں، تاہم نہ مارنے کی بھی کوئی وجہ نہیں، جو لوگ کسی مسلمان کو تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ پیش کر سکیں ان کے متعلق قرآن مجید میں ہے،

فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (سورہ نور پ ۱۸)　ان کو ۸۰ کوڑے مارو،

اس بنا پر قرآن مجید کی شہادت سب سے زیادہ قابلِ اعتبار ہے، آنحضرتؐ نے اسی کے بموجب عمل کیا ہوگا،

بایں ہمہ حضرت عائشہؓ کے سامنے حسانؓ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتیں اور کہتی تھیں کہ وہ آنحضرتؐ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے، اور آپ کی مدافعت کرتے تھے[3]،

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ، حضرت عائشہؓ کو شعر سنا رہے تھے، مسروق بھی آگئے، اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے،

---

[1] بخاری ص ۵۷۵ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] بخاری ص ۹۰۹ ج ۲،

فرمایا یہ اندھے ہوگئے، اِس سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا، پھر کہا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہؐ کے لئے مشرکین کی ہجو کرتے تھے[1]

سنہ ۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے، آنحضرتؐ نے حسانؓ سے کہا تم اُٹھ کے اس کا جواب دو، چنانچہ انھوں نے اسی ردیف وقافیہ میں برجستہ جواب دیا

ان الذوائب من فهر واخوتهم ... قد بينوا سنة للناس تتبع
يرضى بها كل من كانت سريرته ... تقوى الاله وبالامر الذي شرعوا
قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم ... او حاولوا النفع في اشياعهم نفعوا
سجية تلك منهم غير محدثة ... ان الخلائق فاعلم شرها البدع
لو كان في الناس سباقون بعدهم ... فكل سبق لادنى سبقهم تبع
لا يرقع الناس ما اوهت اكفهم ... عند الدفاع ولا يوهون ما رقعوا
ولا يضنون عن جار بفضلهم ... ولا يمسهم في مطمع طبع
اعفة ذكرت للناس عفتهم ... لا يبخلون ولا يرديهم طمع،
خذ منهم ما اتوا عفوا اذا عطفوا ... ولا يكن همك الامر الذي منعوا،
فان في حربهم فاترك عداوتهم ... شرا يخاض اليه الصاب والسلع
اكرم بقوم رسول الله شيعتهم ... اذا تفرقت الاهواء والشيع

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہوسکتا تھا، حضرت حسانؓ نے کئی پُردرد مرثئے لکھے، جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کئے ہیں، ہم ان کے مطلعوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے،

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۱ ج ۲، [2] استیعاب ص ۱۳۱ ج ۱،

البت حلفة برغير ذي دخل　　مني اليه حق غير افناد

بالله ما حملت انثى ولا وضعت　　مثل النبي نبي الرحمة الهادي

آگے چلکر لکھتے ہیں

امسى نساءك عطلن البيوت فما　　يضربن خلف قفا ستر باوتاد

مثل الرواهب يلبسن المسوح وقد　　ايقن بالبوس بعد النعمة البادي

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع

ما بال عينك لا تنام كانما　　كحلت ماقيها بكحل الارمد ہے

اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

جنبي يقيك الترب لهفي ليتني　　كنت المغيب في الضريح الملحد

پھر کہتے ہیں،

أأقيم بعدك بالمدينة بينهم　　يا لهف نفسي ليتني لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے،

يا عين جودي بدمع منك اسبال　　ولا تملن من سح واعوال

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر یہ ہے،

نب المساكين ان الخير فارقهم　　مع الرسول تولى عنهم سحرا

آنحضرت ﷺ کے بعد عرصہ تک زندہ رہے،

وفات امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی، ۱۲۰ برس کا سن تھا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سنہ۴۰ھ سے پیشتر انتقال کیا لیکن یہ صحیح نہیں۔[1]

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۹۶ و ۱۹۷ ج ۲ قسم ۲،

اہل وعیال بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ ﷺ کی ہمشیر تھیں، ان سے عبدالرحمن نام ایک لڑکا پیدا ہوا، اسی بنا پر عبدالرحمنؓ، اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے[1]

مکان جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں انکا آبائی مسکن، فارع کا قلعہ تھا، لیکن جب ابوطلحہؓ نے بیرحاء کو صدقہ کر کے اپنے اعزہ پر تقسیم کر دیا اور اُن کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کی، یہ مقام بقیع سے قریب واقع تھا، امیر معاویہؓ نے ان سے خرید کے اس جگہ ایک قصر بنوایا تھا، جو قصر بنی حدیلہ کے نام سے مشہور رہے،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرت ﷺ نے اس لئے دی تھی کہ انھوں نے صفوان بن معطل کا وار برداشت کیا تھا، لیکن یہ کسی طرح ٹھیک نہیں، اول تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے، دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے[2]،

فضل وکمال آنحضرت ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براءؓ بن عازب، سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عروہ بن زبیر، ابوالحسن مولی بنو نوفل، خارجہ بن زید بن ثابت، یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب، اور دیگر حضرات ہیں،

شاعری حضرت حسانؓ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعر وسخن، عرب کا فطری مذاق تھا، امیر و سلطان سے لیکر چرواہے اور گلہ بان تک شاعر ہوتے تھے، دنیا کی تمام قومیں تاج و اورنگ ملنے کے بعد شاعر بنی ہیں، لیکن عرب باایں ہمہ صحرانوردی، وخان ومان بربادی، متمدن ہونے سے قبل ہی اقلیم شاعری کے تاجدار بن گئے تھے،

عرب میں چند قبائل تھے، جو شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، مؤخر الذکر

[1] اسد الغابہ ص ۶، ج ۲، [2] کتاب مذکور ص ۵۴، ج ۲،

قبیلہ مین اوس و خزرج کا بھی شمار تھا جن سے حضرت حسانؓ کا آبائی سلسلۂ نسب ملتا ہے،

اِن قبائل مین بھی چند مخصوص خاندان تھے، جن کے ہان شاعری اباً عن جدٍ وراثت کے طور پر چلی آتی تھی، حضرت حسانؓ بھی انھین مین تھے، ان کے باپ، دادا، پردادا، خود، اور اُن کے بیٹے عبدالرحمن اور پوتے سعید بن عبدالرحمن، سب شاعر گذرے ہین[1]،

شعراء کے چار طبقے ہین، جاہلی قدیم (اسلام سے قبل) مخضرم (جاہلیت اور اسلام دونون زمانون مین) اسلامی اور محدث، حضرت حسانؓ دوسرے طبقے مین ہین، یعنی اُنھون نے جاہلیت اور اسلام دونون زمانون کو دیکھا ہے[2]،

اِن شاعرون مین کچھ لوگ اصحاب مذہبات کے نام سے مشہور ہین، مذہبات اصل مین ذہب سے مشتق ہے جس کے معنی سونا ہین، چونکہ بعض شاعرون کے منتخب اشعار، سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے اس لئے مذہبہ کہلاتے ہین، بعد مین ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگا[3]، حضرت حسانؓ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے[4]

لعمر ابیک الخیر حقا لما نبا ۔۔۔ علیَّ لسانی فی الخطوب ولا یدی

حضرت حسانؓ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے، اصمعی کہتا ہے،

شعر حسان فی الجاھلیۃ من اجود الشعر

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا،

فمن للقوافی شانھا من یحوکھا ۔۔۔ اذا ما مضی کعب وفوّز جرول

تو مزرد (برادر شماخ، شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ،

فلست کحسان الحسام بن ثابت

---

[1] کتاب العمدہ ابن رشیق قیروانی ص ۲۳۵، ج ۲، [2] الصناعتین ص ۱۲ ح ۱، [3] ایضاً ص ۱۴۱ ح ۱، [4] دیوان حضرت حسان ص ۲۹،

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں پر منقسم ہیں، اہل وبر (دیہات والے) اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر میں مکہ، مدینہ، طائف، کے باشندے شامل ہیں، باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا پڑا ہے، شعراء عموماً انہیں دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسانؓ کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے[1]،

خصوصیات شاعری شعر کے اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں، لیکن ان میں اصولی حیثیت صرف چار کو حاصل ہے، رغبت، رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں مدح، شکر، رہبت میں معذرت، طلب رافت، طرب میں شوق، تغزل، اور غضب میں ہجو، اور عتاب وخشم، داخل ہیں[2]، حضرت حسانؓ کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے، اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تیز اور شوخ ہے خصوصیات شاعری حسب ذیل ہیں،

۱۔ جدت استعارات، اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن پر موقوف نہیں، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تمدن سے متاثر ضرور ہے، تمدن عرب کی حقیقی صبح صادق، قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی، قرآن مجید فصاحت وبلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس نے بڑے بڑے زبان آوروں کو اپنے سامنے خاموش کر دیا تھا، اس بنا پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے، ان میں فصاحت وبلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی حضرت حسانؓ ان میں سب سے بڑھ کر تھے،

قرآن مجید میں صحابہؓ کی تعریف بیان کی گئی ہے، یہ فقرہ بھی کہا گیا ہے، سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ،

حاشیہ صفحہ گذشتہ، [5] طبقات الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۱۷۰، [6] ایضاً ص ۶۹،

حاشیہ صفحہ ہذا، [1] کتاب العمدة ص ۶۸ ج ۱ واسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [2] کتاب العمدة ص ۷۷، ۷۸، ج ۱،

حسانؓ اسکو استعارہ بنا کر حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں،

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ یقطع اللیل تسبیحا وقرآناً[1]

لوگوں نے اوس کھچڑی بالوں والے کی قربانی کردی جسکی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح و قرآن خوانی میں گذار تا تھا،

دیکھو اس شعر میں چہرہ کو "عنوان السجود بہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو بالکل جدید استعارہ ہے۔

۲۔ اشارہ کی لطافت، اشارہ کی ایک قسم تلمیح یا تجاوز ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے، اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے،

عرب میں ہزاروں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزیں تھے، وہ ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے، جہاں کہیں پانی ملا طرح اقامت ڈالدی، پانی ختم ہو گیا تو کسی اور طرف رخ کیا، شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے، لیکن حضرت حسانؓ نے جس طرز سے ادا کیا ہے، وہ بالکل اچھوتا اور نہایت لطیف ہے،

اولاد جفنۃ حول قبر ابیھم قبر ابن ماریۃ الکریم المفضل

جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا۔

ممدوح چونکہ عرب کی نسل تھا، اس بناء پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کردیا، کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں، بلکہ بادشاہ ہیں، اور بے خوف و خطر اپنے باپ کی قبر کے اردگرد رہتے ہیں، ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز و شاداب ہے، اس بناء پر ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،

۳۔ کنایہ کی بداعت، عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے مثلاً

---

[1] کتاب العمدہ ص ۱۰۲ ج ۱،

یہ کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رُتبہ اور فیّاض ہے تو وہ کہیگا "المجد بین ثوبیه والکرم فی برادیه" یعنی یہ اوصاف اُس کے کپڑون کے اندر ہین، حضرت حسانؓ اُس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہین،

بنی المجد بیتا فاستقرت عمادہ ۔۔۔ علینا فاعی الناس ان یتحولا[۱]

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہین، اس کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ مجد و بزرگی نے ہمارے ہان ایک گھر بنایا ہے اور اس کے ستون اس قدر مضبوط گاڑے ہین کہ لوگ ہٹانا چاہین تو نہین ہٹا سکتے اس مین مجد کا ایک گھر بنانا، پھر اس کے ستون اپنے یہان قائم کرنا، اور لوگون کا ان کو نہ ہٹا سکنا، بالکل جدید انداز بیان ہے،

۴ - وزن کی خوبی، اس کا یہ مدعا ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو، ذیل کے اشعار کس درجہ سُبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین،

اماھاج حسان رسوم المقام ۔۔۔ ومظعن الحی ومبنی الخیام

والنؤی قد ھدم اعضادہ ۔۔۔ تقادم العھد بواد تھام

قد ادرک الواشون ما املوا ۔۔۔ والحبل من شعثاء رث الرمام

کأن فاھا ثغب بارد ۔۔۔ فی رصف تحت ظلال الغمام

۵ - قافیہ کی عمدگی، اس مین الفاظ کی نشست، جملون کی ترکیب اور کلام کی سلاست، و روانی کے ساتھ یہ صنعت ہوتی ہے کہ بیت اول کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے،

اس میدان کا مرد صرف امرء القیس ہے، تاہم اور شاعرون نے بھی کوشش کی ہے، حضرت حسانؓ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے،

---

[۱] نقد الشعر قدامہ بن جعفر ص ۱۰،

الم تسال الربع الجدید التکلما — بمدفع اشداخ فبرقة اکلما

اس کے بعد کا یہ شعر ہے،

الی رسم دار الحی ان تتکلما — انمطق بالمعروف من کان اعجما[۱]

۶- الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا، اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم کو ادا کرتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے، جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے مثلاً یہ شعر،

لم تفتها شمس النہار بشیء — غیر ان الشباب لیس بدوم[۲]

۷- قلت مبالغہ، حضرت حسانؓ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے بالکل خالی ہے ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا، بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا، وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے، اس لئے میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے، بالکل چھوڑ دیا ہے[۳]،

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا، نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحی — واسیافنا یقطرن من نجدة دما[۴]

میں اسی نقطۂ خیال سے نکتہ چینی کی ہے، اس کے نزدیک "غر" کے بجائے "بیض"، "ضحی" کے جگہ "دجی"، اور "یقطرن" کے بجائے "یجرین" کہنا چاہئے تھا،

لیکن در اصل یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ حضرت حسانؓ کو شعر میں پیالوں کی سفیدی بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف شہرت اور نباہت کا اظہار مد نظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا مراد لینا تمام عرب میں عام تھا، مثلاً یوم اغر، اور ید غراء وغیرہ،

اسی طرح "ضحی" کے بجائے "دجی" صحیح نہیں، کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی

---

۱ نقد الشعراء قدامہ بن جعفر ص ۱۵، ۲ ایضاً ص ۵۰، ۳ اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، ۴ نقد الشعراء ص ۱۸

روشنی نہایت تیز اور شدید ہو، اور رات کو ہر چھوٹی اور معمولی چیز نمایاں ہوجاتی ہے، مثلاً ستارے کہ دن کو بھی موجود رہتے ہیں لیکن اُن کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماند رہتی ہے، یا چراغ بلکہ اُس کی تاریکی میں درندون کی آنکھیں تک چمک اٹھتی ہیں اور ایک خاص قسم کی مکھی جس کو عربی میں یراع اور فارسی میں کمنیچہ کہتے ہیں بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے،

اسی طرح یقطرن کے جگہ یجرین، محاورہ عرب کے خلاف ہے، عرب میں جب کسی بہادر اور جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہیں "سیفه یقطر دما"، یہ کوئی نہیں کہتا کہ سیفه یجری دما،

دفاعی نظمیں حضرت حسانؓ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے، انھون نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے لیکن فحاشی سے اُنکا کلام بالکل پاک ہے، عربون کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی، اس بنا پر وہ اپنے اشعار میں صحیح صحیح واقعات، نہایت موزون اور مناسب پیرایہ میں نظم کرتے تھے، چنانچہ زہیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے[1]،

وما ادری وسوف اخال ادری　　اقوم آل حصن ام نساء

مجھے معلوم نہیں، اور عنقریب معلوم ہوجائیگا، کہ آل حصن مرد ہیں یا عورت،

فان تکن النساء مخبأت　　فحق لکل محصنة هداء

اگر عورتیں ہیں، تو اُن کو ہدیہ کرنا چاہیئے،

تو لوگون کو نہایت گران گذرا، کہ عرب میں یہ سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی،

حضرت حسانؓ کی ہجو سب و شتم پر مشتمل نہ تھی، بلکہ مدافعت تھی، اور وہ بھی بطریق احسن و بہ پیرایۂ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[2]،

---

[1] کتاب العمدہ ص ۱۳۹، ج ۲، [2] کتاب مذکور ص ۵، ج ۲،

کَانَ حِسَّان وکعب یعارضانہم مثل قولہم فی الوقائع والایام والمآثر ویذکرون مثالبہم

یعنی حسّان اور کعب مشرکین کی رزمیہ اور فخریہ نظموں کا جواب دیتے تھے، اور ان کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے،

حضرتُ حسانؓ کی ہجوگوئی کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ مین ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، آنحضرتؐ کی ہجو کرتے تھے، لوگون نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کے جواب مین آپ ہجو لکھین، فرمایا کہ رسول اللہ ارشاد کرین تو مین بالکل آمادہ ہون آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا علی اس کام کے لئے موزون نہین، اس کو انصار کرین گے، جنھون نے میری تلوار سے مدد کی ہے، حسانؓ نے زبان پکڑ کر کہا مین یہ کام بخوشی قبول کرتا ہون

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کروگے حالانکہ مین بھی انھین مین سے ہون، عرض کی "لاسلنک منہم کما تسل الشعرۃ من العجین"، مین آپ کو اس طرح نکالونگا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے فرمایا تو تم نسب نامون مین ابوبکرؓ سے مدد لینا، ان کو قریش کے نسب مین اچھی واقفیت ہے، حضرت حسانؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے، اور اُن سے دریافت کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ بتلاتے کہ فلان فلان عورتون کو چھوڑ دینا، یہ رسول اللہ کی دادیان ہین، باقی فلان فلان عورتون کا تذکرہ کرنا، ابوسفیان بن حارث کی ہجو مین یہ اشعار لکھے،

وان سنام المجد من آل ہاشم　　　بنو بنت مخزوم ووالدک العبد

ومن ولدت ابناء زہرۃ منہم　　　کرام ولم تقرب عجائزک المجد

ولست کعباس ولا کابن امہ　　　ولکن لئیم لا تقام لہ زند

وان امرءا کانت سمیۃ امہ　　　وسمراء مغمور اذا بلغ الجہد

لہ صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ و اسد الغابہ ص ۶ ج ۲،

وانت هجين نيط في آل هاشم　　　كما نيط خلف الراكب القدح الفرد

تو بولا کہ ان شعرون مین ابوبکرؓ کا حصہ ضرور ہے، اس مین انھون نے حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر، حضرت حمزہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت عباسؓ اور ضرار بن عبدالمطلب کو مستثنیٰ کرکے، ابوسفیان کی مان سمیہ اور اسکے باپ حارث کی مان سمراء پر طنز کیا ہے[1]،

اسی ابوسفیان کی ہجو مین کہتے ہین،

هجوت محمدا فاجبت عنه　　　وعند الله في ذاك الجزاء

هجوت مطهرا برا حنيفا　　　امين الله شيمته الوفاء

اتهجوه ولست له بكفؤ　　　فشركما لخيركما الفداء

فان ابي ووالده وعرضي　　　لعرض محمد منكم وقاء

آنحضرت صلعم اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا، یا حسان اجب عن رسول الله اللهم ايده بروح القدس، اے حسان میری طرف سے جواب دے، خداوند روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر،

ایک مرتبہ ارشاد ہوا، اهجهم وجبريل معك[2] یعنی تو مشرکین کی ہجو کر، جبرئیل تیرے ساتھ ہے،

مشرکین پر ان شعرون کا جو اثر پڑتا تھا، اس کو آنحضرتؐ نے ان الفاظ مین بیان فرمایا ہے،

ان قوله فيهم اشد من وقع النبل[3] حسان کا شعر ان مین تیر و نشتر کا کام کرتا ہے،

اب ہم ہجو کے چیدہ اشعار لکھتے ہین

اتهجوه ولست له بكفؤ　　　فشركما لخيركما الفداء

تو با این ہمہ کہ آنحضرتؐ کا کفو نہیں، ان کی ہجو کرتا ہے، بس تم مین کا برا اچھے پر قربان ہو،

---

[1] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲، [3] استیعاب ص ۱۲۹ ج ۱،

اِس شعر کا اخیر مصرع اِس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے،

واشهد ان الك من قريش　　　كال السقب من رأل النعام

مین جانتا ہون کہ تیری قرابت قریش سے ہے لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شترمرغ کے بچے سے ہوتی ہے،

ابن مفرغ نے انھین کا پہلا مصرعہ اُڑا کر امیر معاویہ کی ہجو لکھی تھی،

واشهد ان الك من زياد[1]

وامك سوداء مودونة　　　كأنّ انامِلها الحنظب[2]

تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پست قد ہے اور گویا حنظب (ایک چھوٹا جانور ہے) ہیں

مدح | مدح اچھی لکھتے تھے، آلِ غسان کی تعریف مین جو اشعار لکھے ہین، ان مین سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین،

يسقون من ورد البريص عليهم　　　بردى يصفق بالرحيق السلسل

جو اُن کے ہان جاتا ہے وہ اس کو بردی (نہر کا نام ہے) کا پانی، صاف شراب مین ملا کر پلاتے ہیں

مصعب بن زبیر کی مدح مین ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب قریب کہا ہے، لیکن جو مضمون اس مین ادا ہوا ہے، اس مین نہین ادا ہوا[3]،

اسی طرح یہ شعر،

يغشون حتى ما تهر كلابهم　　　لا يسألون عن السواد المقبل

اِس بات مین اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون ہے، سو شاعرون کے سو شعر اِس باب مین سب سے بہتر ہین، لیکن ان مین بھی ترجیح کس کو ہے، یہ امر ناقابل انفصال ہے، حطیئہ،

---

[1] طبقات الشعر و الشعراء ص ۲۱۲، [2] دیوان حسان ص ۲۲، [3] کتاب العمدة ص ۲۴ ا ج ۲،

حضرت حسانؓ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے، اور لوگ ابو الطمحان اور نابغہ کے شعروں کو بہتر بتاتے ہیں۔ عبد الملک بن مروان کہ اہل زبان اور زبان کا حاکم تھا، اس کا فیصلہ یہ ہے کہ،

ان امدح بیت قالته العرب بیت حسان ھذا[۱]، عرب نے جتنے مدح میں اشعار لکھے ان میں سے بہتر حسان کا شعر ہے،

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت کی ہے، شاہان غسان کے جود وسخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کتے تک مانوس ہو گئے ہیں اور انکو دیکھ کر نہیں بھونکتے،

یہ جاہلیت کے اشعار تھے، آنحضرتؐ کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب اُن کو بھی سننا چاہیے،[۲]

متی یبد فی الداجی البھیم جبینه　　یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

جب آنحضرتؐ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اسکی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے

فمن کان اومن قد یکون کاحمد　　نظام لحق او نکال لملحد

پس آنحضرتؐ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہو سکتا ہے،

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے[۳]

آنحضرتؐ مسجد نبوی میں منبر کھوا دیتے تھے، حضرت حسانؓ اسپر کھڑے ہو کر رسول اللہؐ کی مدح کرتے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے،[۴]

بنو تمیم کا وفد آیا اور حسانؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے، تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمد کا خطیب ہمارے خطیب سے اور انکا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے[۵]

حصان رزان ما تزن بریبة　　وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

[۱] ایضاً ص ۱۱۰ ج ۲، [۲] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، [۳] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [۴] ایضاً، [۵] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱

حضرت عائشہؓ کی مدح میں ہے، ان کو سنایا تو بولیں کہ خیر ہیں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں[1]

افتخار | حسب ذیل اشعار فخریہ ہیں،

اهدی لهم مدحا قلب موازره | فیما احب لسان حائک صنع[2]

میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جس میں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جس کو سحر کی درست کرنے والی اور ہر زبان پسند کرتی ہے،

اس میں انھوں نے زبان وسعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے،

الباک ارحنا غارب الشعر بعدما | تمهن فی روض المعانی العجائب

ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو نہایت بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کر چکے تھے،

غرائب لاقت فی فنائک انسها | من المجد فهی الآن غیر غرائب

جو نوادر تھے، تمھارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں،

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلند معنی رکھتے ہیں، اور ان کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے، یہ ممدوح کی قدردانی ہے جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں، ورنہ وہ تو گلستان معانی میں مقیم ہو گئے تھے، کیونکہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے،

وقافیة مثل السنان رزئتها | تناولت من جو السماء نزولها

اور ایک قافیہ جو تیر کی طرح ہے کیا خوب ہے، میں آسمان سے اس کو اتار لایا ہوں[3]

مرثیہ | حضرت حسانؓ نے بہت سے مرثئے لکھے ہیں، جن میں کا ہر ہر شعر مجسم سوز و گداز ہے، آنحضرتؐ کے مرثیے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، اس بنا پر یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں

اخلاقی نظمیں | ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۷، ج ۲، [2] کمال الاعجاز ص ۳۹۵، [3] طبقات الشعراء الشعراء ص ۱۷۲،

کی حیثیت سے، حضرت حسانؓ کا موضوع شاعری، وعظ وپند، اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے، چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں[۱]،

اصون عرضی بمالی لا ادنسه لا بارک الله بعد العرض فی المال

میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں کیونکہ جس مال سے آبرو نہ حاصل ہو، وہ اچھا نہیں

احتال للمال ان اودی فاکسبه ولست للعرض ان اودی بمحتال

مال اگر جاتا رہے تو پھر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہو سکتی،

نرم وگرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں،

وانی لحلو تعترینی مرارة وانی لتراک لما لم اعود[۲]

میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی پیش آجاتی ہے، اور میں جس چیز کا عادی نہیں اوس کو چھوڑ دیتا ہوں

ظلم کا انجام برا ہوتا ہے،

ندع السؤال عن الامور وبحثها ولرب حافر حفرة هو یصرع[۳]

ہم کسی بات کی کھود کرید میں نہیں پڑتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا اکثر اوقات اسی میں پچھاڑا جاتا ہے،

آدمی کو ہمیشہ ایک سان رہنا چاہیئے، امیر ہو کر آپے سے باہر اور غریب ہو کر غمگین نہ ہونا چاہیئے

فلا المال ینسینی حیائی وحفظتی ولا وقعات الدهر یفللن مبردی[۴]

مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا،

اپنی موت بلانا،

فلا تک کالشاة التی کان حتفها بحفر ذراعیها تثیر وتحفر[۵]

تم اس بکری کی طرح ہو جاؤ جس نے اپنے کھر سے زمین کھود کر موت بلائی تھی

---

[۱] حماسہ ابوتمام ص ۵۸ و ۵۹ ج ۲، [۲] حماسہ بحتری ص ۱۱۲، [۳] ایضاً ص ۱۱۳، [۴] ایضاً ص ۱۱۹، [۵] ایضاً ص ۱۶۹،

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت،

وقوم من الغضا زور کانما ‌ باجوافهم مما تحن لنا الجمر[1]

بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں

یجیش بما فیها لنا الغلی مثل ما ‌ تجیش بما فیها من اللهب القدر

ان کے اندر کینے اس طرح جوش مارتے ہیں جس طرح انگارے پر دیگ کا کھانا،

تصد اذا ما واجهتنی خدودهم ‌ لدی محفل حتی کانهم صعر

تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹک کر رہ جاتے ہو،

بات کا پورا کرنا،

وانی اذا ما قلت قولا فعلته ‌ واعرض عما لیس قلبی بفاعل[2]

میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو کر گذرتا ہوں، اور جس کام کو دل نہیں چاہتا ہے اس سے اعراض کرتا ہوں،

ومن کرهی ان تشتت الا اقوله ‌ ومنع خلیل من هنات طائل

اگر میں یہ کہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، اور دوست کا کسی بات سے روکنا بیکار نہیں ہوتا

غدر اور خیانت کی برائی

یا حار من یغدر بذمة جاره ‌ منکم فان محمد لم یغدر[3]

اے حارث! تم میں جو ہمسایہ سے غدر کرتا ہے، اس لئے کہ محمد غدر نہیں کرتے،

ان تغدروا فالغدر منکم شیمة ‌ والغدر ینبت فی اصول السخبر

تم اگر غدر کرتے ہو تو وہ تمہارا شیوہ ہے، غدر سخبر کی جڑوں سے نکلتا ہے،

وامانة المری حیث لقیته ‌ مثل الزجاجة صدعها لم یجبر

---

[1] الصاً ص ۵۵۰، [2] ایضاً ص ۳۴۲، [3] الصاً ص ۱۳۸،

حارث مرّی کی امانت ہم جہاں ہاؤ اس شیشے کی طرح ہوگی کہ شگاف درست نہیں ہو سکتا،

بُری باتوں سے درگذر

اُعرِضُ عن العوراء حین سمعتہا　　　　واصفح کانّک غافل لا تسمعُ[1]

بُری بات سن کر اعراض نہ کرو، اس طرح کہ تم نے اُس کو سنا ہی نہیں،

ذلّت کی زندگی بسر کرنا۔

کرھوا الموت فاستبیح حماھُم　　　　واقاموا فعل اللئیم الذلیل[2]

اُنھوں نے موت کو ناپسند کیا اس بنا پر اُن کی آبرو ریزی ہوئی،

امن الموت تھربون فانّ الموت　　　　موت الھزال غیر جمیل

اگر تم موت سے بھاگتے ہو؟ تو کمزوری کی موت اچھی نہیں ہوتی،

متفرق چیدہ کلام — حضرت حسانؓ کے متفرق چیدہ اشعار حسب ذیل ہیں،

قوم اذا حاربوا اضروا عدوّھم　　　　او حاولوا النفع فی اشیاعھم نفعُ

سجیة تلک منھم غیر محدثة　　　　انّ الخلائق فاعلم شرھا البدعُ

علم معانی میں بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے، اور بالکل وجدانی ہے اور وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزا متحد، اور ایک دوسرے میں داخل ہوں، ہر لفظ کا ربط نہایت شدید ہو، یہانتک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو، مذکورۂ بالا شعر اسی صفت میں ہے، اور اس میں تقسیم نے اور بھی لطف زیادہ کر دیا ہے[3]

وانّ سنام المجد من آل ھاشم　　　　بنو بنت مخزوم ووالدک العبد

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اُس کو غلام ثابت کریں، اور یہ بیان کریں کہ اسکا غلام ہونا

---

[1] حماسۂ بحتری ص ۱۷۲، [2] الصناعتین ۲۳۶، [3] دلائل الاعجاز ص ۷۴

سب پر روشن ہے، اس کو "العبد" کے الف لام نے ظاہر کردیا ہے، اگر "والدک عبد" کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی، غلامی کا آشکارا و ہویدا ہونا سمجھ میں نہ آسکتا۔

اھوی حدیث الندمان فی فلق الصبح وصوت المسامر الغرد

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں، جذبات شجاعت برانگیختہ ہوجاتے ہیں،

دیوان حضرت حسانؓ کے اشعار عرصہ تک لوگوں کی زبانوں اور سینوں میں محفوظ رہے لیکن بعد میں زینت دہ سفینہ بھی ہوگئے، ابو سعید سکری نے ان کو جمع کیا، اور تشریح کی، چنانچہ اصابہ میں اس کے حوالے جابجا موجود ہیں، (اصابہ ص ۸، ج ۲، ایضاً ۸ ج ۱) لیکن بعد میں کسی دوسرے شخص نے اس کی شرح لکھی، اور ہندوستان اور ٹونس (افریقہ) میں طبع ہوا، سنہ ۱۹۱۰ء میں انگلستان کی مشہور کمیٹی "گب موریل سیریز" نے نہایت اہتمام سے چھاپا، لندن، برلن، پیرس اور سینٹ پیٹرسبرگ کے متعدد قلمی نسخوں و نیز مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کیا،

لیکن بااینہمہ اس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دیجاسکتی، احادیث، لغت، اور ادب کی کتابوں میں جو اشعار منقول ہیں بے شبہ صحیح ہیں، کیونکہ ان کی حفاظت میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا، باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے،

حضرت علیؓ کے دیوان میں پہلا شعر

الناس فی صورۃ التشبیہ اکفاء ابوھم آدم والام حواء

ہے لیکن عبدالقاہر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی و بیان کے موجد تھے، اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہیں،

۱؎ دلائل الاعجاز ص ۱۴۰، ۲؎ طبقات الشعر والشعراء ص ۷۲، ۳؎ کتاب مذکور ص ۲۴۲،

دیوان حسانؓ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں[1]

قال الاصمعی حسان احد فحول الشعراء	اصمعی نے کہا کہ حسان نہایت زبردست
فقال له ابوحاتم یاتی له اشعار لینه	شاعر تھے، ابوحاتم بولے بعض اشعار تو بہت کمزور
فقال الاصمعی تنسب له اشیاء	کہتے تھے، اصمعی نے جواب دیا کہ بہت سے شعر انکی
لا تصح عنه،	ہیں بلکہ لوگوں نے منسوب کر دیئے ہیں،

اصمعی، دوسری صدی ہجری میں تھا۔ اور تیسری صدی میں انتقال کیا، جب تیسری صدی میں اسقدر آمیزش ہو گئی تھی، تو ۱۳ صدیاں گذر گئے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہوں گے،

اخلاق وعادات حب رسول، آنحضرتؐ کی طرف سے جہاد لسانی کرنے سے ظاہر ہوتی ہے، نیز دربار رسالت سے تقرب اور مخصوص تعلقات اس پر شاہد عدل ہیں،

جبن وبزدلی کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے منع کیا، تو جواب میں کہا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا[2]

جاہلیت میں شراب پیتے تھے، لیکن جب سے مسلمان ہوئے قطعی پرہیز کیا، ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی میں مصروف تھے، حسانؓ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی، جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے، آپ کا شعر ہے،

ونشربها فتترکنا ملوکا ۔۔۔ واسدا ما ینہنہنا اللقاء

ہم اسی کے بموجب پیتے ہیں، فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے، خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا، شراب منہ نہیں لگائی[3]

---

[1] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ باب الشعر فی المسجد، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۲۹ ج ۱

حضرت حارثہ بن سراقہؓ

نام ونسب حارثہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارثہ بن سراقہ ابن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا جو نہایت جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں،

اسلام والد ہجرت سے قبل فوت ہوئے، والدہ زندہ تھیں، اسلام لائیں، ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرۂ اسلام میں شمولیت اختیار کی،

غزوۂ بدر کی شرکت اور شہادت غزوۂ بدر میں شریک تھے، جس روز کوچ کا حکم ہوا، سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے،[1] آنحضرتؐ نے ان کو ناظر نگران، بنا کر ساتھ لیا،[2] ایک حوض پر پانی پی رہے تھے، حبان بن عرقہ نے ایک تیر مارا جس نے گلے کے پار ہو کر اس تشنہ دہن کو شربت شہادت سے سیراب کیا، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انھیں کو شرف شہادت حاصل ہوا،

بدر سے واپسی کے وقت، حارثہ کی ماں، آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں، اور کہا یا رسول اللہ! حارثہ کی مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے، اگر جنت میں گئے ہوں تو خیر صبر کروں گی، ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں، ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو، جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں، اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہے،[3]

ربیع اس بشارت کو سنکر باغ باغ ہو گئیں ہنستی ہوئی اٹھیں، اور کہنے لگیں بخ بخ یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ[4]

---

[1] اسد الغابہ ص ۵۶ ۳ ج ۱ [2] صحیح بخاری ص ۴، ۵ ج ۲ [3] صحیح بخاری ص ۷۷۷ ج ۲ [4] اسد الغابہ ص ۲۴۸ ج ۱

اولاد | چونکہ جوان مرے تھے، کوئی اولاد نہین چھوڑی،

اخلاق | حضرت حارثہ اپنی مان کے نہایت اطاعت گذار اور فرمان بردار تھے، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہین،

کانَ عظیم البرّ بامہٖ — یعنی مان کے معاملہ مین نہایت نیکو کار تھے،

جوش ایمان کا نظارہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی طرف جارہے تھے، حارثہ سامنے آئے، فرمایا حارثہ! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہون، فرمایا ذرا سوچ کے کہو، کیونکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، عرض کی، یارسول اللہ! دنیا سے منہ پھیر لیا ہے، رات کو روان اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہون، اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہون، جنتی جنت اور جہنمی دوزخ مین جاتے ہوئے مجھے معلوم ہو رہے ہین، ارشاد ہوا کہ جس بندے کا قالب خدا منور کردے، وہ پھر خدا سے جدا نہین ہوتا، حارثہ نے درخواست کی کہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے، آپ نے دعا کی، جس کی قبولیت غزوۂ بدر مین ظاہر ہوئی

حضرت حارث بن صمہ رض

نام ونسب | حارث نام، ابو سعید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار،

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

لہ اتقان ص ۳۵۵ ج ۱،

غزوات اور دیگر | صہیب رومی سے کہ راہِ خدا مین سخت سے سخت مصیبتون کا مقابلہ کر چکے تھے اخوت
حالات | قائم ہوئی

غزوۂ بدر مین شریک تھے، آنحضرتؐ کی معیت مین روحا نام ایک مقام پر پہونچے، تو وہان چوٹ آئی، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور غنیمت و اجر مین شامل تصور فرمایا،

غزوۂ اُحد مین جب تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے، اُنھون نے مرنے پر کمر باندھ کر نہایت بامردی سے داد شجاعت دی اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا، آنحضرتؐ اُس کا تمام سامان ان کو دیدیا، اُن کے علاوہ اِس غزوہ مین اور کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہین دیا،

اُس معرکہ مین آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا ہے، بولے کہ پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ مین تھے، مین نے جانا چاہا لیکن حضور پر نظر پڑی تو اُس طرف پھر آیا، ارشاد ہوا کہ ان کو فرشتے بچا رہے ہین، حارثؓ، عبدالرحمن بن عوف کے پاس گئے، دیکھا تو اُن کے سامنے سات آدمی بچھڑے ہین، پوچھا یہ سب تمھین نے مارے، بولے ارطاۃ اور فلان فلان کو مین نے قتل کیا، باقی اُن لوگون کے قاتل مجھکو نظر نہین آئے، حارثؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے بالکل صحیح فرمایا تھا،

وفات | بیر معونہ کے معرکہ مین عمرو بن اُمیہ کیساتھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے، چیلین اور دوسرے پرند نظر آئے، عمرو کو ساتھ لیکر اسی سمت چلے، دیکھا تو مسلمانون کی لاشین خاک و خون مین تڑپ رہی ہین، عمرو سے کہا بولو! کیا ارادہ ہے، اُنھون نے جواب دیا، یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ حق پر ہین، کہا تو پھر کیا دیکھتے ہو، جہان منذر مارے جائین، مین کس طرح وہان سے ہٹ سکتا ہون! عمرو کو ساتھ لیکر کفار کیطرف بڑھے، کافرون نے تیرون کی بوچھار کی، جو بدن مین ہر جگہ پیوست ہو گئے، اُن کی روح مطہر نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور عمرو اسیر ہو گئے،

اولاد — دو بیٹے یادگار چھوڑے، سعد، اور ابوجہم جو دونون کے دونون صحابی تھے،

فضل وکمال — اشعار ذیل حضرت حارث کے طبعزاد ہین،

یارب ان الحارث بن صمه   اقبل فی مهامه مهمه

یسوق بالنبی هادی الامة

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر

نام ونسب — حنظلہ نام، غسیل الملائکہ، لقب، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، حنظلہ بن ابی عامر، عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام معلوم نہین، اتنا معلوم ہے کہ عبداللہ بن ابی رئیس خزرج کی ہمشیر تھین،

ابوعامر (حنظلہ کا باپ) قبیلۂ اوس مین نہایت شریف اور با اثر شخص تھا، بعثت نبوی کا قائل تھا، اسی اخلاقی قوت نے رہبانیت کی طرف مائل کیا، ریاست و سیادت سے دست کش ہوکر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہنکر گوشۂ عزلت اختیار کیا، راہب اسی وجہ سے لقب پڑا،

لیکن جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے، اور مدینہ مین خلافت الہی کی بنا ڈالی گئی، تو ابوعامر اور ابن اُبی دونون کی سیادت مین رخنہ پڑا، چنانچہ ابن اُبی نے منافقانہ طرزعمل اختیار کیا اور مدینہ ہی مین مقیم رہا، ابوعامر کا پیمانۂ صبر نہایت لبریز تھا، مدینہ مین نہ ٹھہر سکا، اور مکہ کی سکونت اختیار کی، غزوۂ احد مین قریش مکہ نہایت سروسامان سے اٹھے تو ابوعامر بھی جوش حسد مین ان کے ساتھ آیا، آنحضرتؐ نے اس کیلئے

فاسق کا لقب تجویز کیا جس سے تاریخ اسلام مین وہ اب تک مشہور ہے،

احد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہین مقیم رہا، سنہ ۸ھ مین جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہو گئی، مکہ سے نکل کر روم پہونچا، اور ہرقل کے دامن مین پناہ لی، اور اسی جگہ سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ مین مر گیا

ابو عامر کی شدت کفر کا یہ عالم تھا، اب اس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارت ایمان بھی ملاحظہ ہو، انھون نے اسلام قبول کیا، اور مسلمانون مین خاص عزت پیدا کی، آنحضرت ؐ سے عرض کی کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کر دون، لیکن آنحضرت ؐ نے منظور نہین کیا، عبد اللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبد اللہ نے بھی یہی درخواست کی تھی، ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا [1]

غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ تھے، احد مین شرکت کی جو ان کے لئے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا

شہادت — بیوی سے ہم بستر تھے، نفیر عام سنی، اسی وقت جوش مین اٹھ کھڑے ہوئے نہانا یاد نہ رہا تھا، شمشیر بکف میدان مین پہونچے، ابو سفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا اس کو اٹھا کر دے مارا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دین، کہ شداد بن اسود لیثی (ابن شعوب) نے دیکھ لیا، جھپٹ کر بڑھا، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا، ابو سفیان کہتا ہے،

ولو شئت نجتنی کمیت طمرۃ ولم احمل النعماء لابن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابو سفیان نے ابن شعوب کیساتھ ملکر مارا تھا، مار کر بولا حنظلۃ بحنظلۃ یعنی حنظلہ، حنظلہ کے مقابلہ مین ہے،

بدر مین ابو سفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانون کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کیطرف اشارہ تھا،

[1] اصابہ ص ۵۸ ج ۲،

چونکہ حالتِ جنابت مین شہید ہوئے تھے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو، بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے غسل دیرہے تھے، "غسیل ملائکہ" کا لقب اسی وجہ سے اُن کو حاصل ہوا

اولاد حضرت عبداللہؓ ایک فرزند تھے، جن کا آنحضرتؐ کی وفات کے وقت سات سال کا سن تھا، سنِ شعور کو پہنچکر باپ کے خلف الرشید ثابت ہوئے، یزید بن معاویہ کی شرمناک حرکتون سے بیزار ہوکر نقضِ بیعت کی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آستانۂ خلافت پر سرِ نیاز خم کیا، شام سے فوجین آئین جنھون نے حرہ کا وہ خونین منظر رونما کیا جن کے تصور سے آج بھی مدینۃ الرسولؐ کے در و دیوار کانپ اُٹھتے ہین، حضرت عبداللہؓ نے جرأت کر کے تمام مدینہ کو اُبھارا اور خود سپہ سالار بنکر میدان مین نکلے انصار کثرت سے شہید ہوئے، حضرت عبداللہؓ نے اپنے بیٹون کو کہ تعداد مین ۸ تھے، یکے بعد دیگرے آگے بڑھایا سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھون سے یہ دردانگیز سطر دیکھتے رہے، آخر خود بھی مقابلہ کے لئے بڑھے جہین وہ ردائے خونین ملبوس بدن ہوئی جس کو اُن کے پدرِ بزرگوار جنگ اُحد مین اوڑھ چکے تھے، یہ واقعۂ روح فرسا، ذی الحجہ ۶۳ھ مین ہوا،

اخلاق اخلاق و عادات کی عظمت و بلندی، احاطۂ تحریر مین کب آسکتی ہے، "پدر فاسق" کا "فرزند" تھی"، اپنی قوم کے ناصیۂ کمال پر غرۂ عظمت بنکر چمکا، قبیلۂ اوس ہمیشہ اِس کے وجود باجود پر فخر کرتا تھا، ایک مرتبہ انصار کے دونون قبیلے اپنے فضائل فخریہ بیان کر رہے تھے، آدمیون نے اِس موقع پر نہایت عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا، جن مین سب سے پہلے حضرت حنظلہؓ کا نام نامی تھا،

"خ"

حضرت خبیبؓ بن عدی

نام و نسب نام نامی خبیب تھا، اور قبیلۂ اوس سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مجدعہ بن حجبی بن عوف بن کلفتہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی[1]، اس غزوہ میں انھون نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا[2]،

سنہ۳ھ میں غزوۂ رجیع ہوا، آنحضرت صلعم نے عاصم بن ثابت انصاری کو دس[3] آدمیون پر امیر بناکر جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا، عسفان اور مکہ کے درمیان بنی ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا، اس کو خبر ہوگئی، سو تیر اندازون نے اس مختصر جماعت کو آگھیرا، ۷- آدمی اسی جگہ لڑکر شہید ہوگئے، تین شخص جن میں ایک حضرت خبیبؓ بھی تھے، زندہ بچے، ان کی جان بخشی کا عہد و پیمان ہوا اور پہاڑی پر سے نیچے اترے، ان لوگون نے کمانون کے تار کھول کر ان کے ہاتھ باندھے، ایک غیرت مند اس بے عزتی کو نہ دیکھ سکا اور مردانہ وار جان دی، اب صرف دو شخص باقی رہ گئے، ان کو لیجاکر مکہ کے بازار میں فروخت کیا، اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹون نے خریدا جسے غزوۂ بدر میں انھون نے قتل کیا تھا[4]،

عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لاکر قید کیا[5]، ہاتھ میں ہتکڑیان پہنائین[6]، اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا[7]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۷۳ ج ۲، [2] ایضاً ص ۵۶۸، [3] ایضاً [4] استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، [5] بخاری ص ۵۸۵ ج ۲، [6] طبقات ابن سعد

عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی[1]،

کئی مہینے قید رہے، اشہر حرم گذر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں[2]،

حضرت خبیبؓ نے موہب سے ۳ باتوں کی درخواست کی تھی[3]،

۱- آب شیریں پلانا،

۲ بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا،

۳- قتل سے پہلے خبر کردینا،

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی، قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے[4] ان کو آگاہ کردیا، انھوں نے طہارت کے لئے اس سے استرہ مانگا اس نے لاکردیدیا، اسکا بچہ کھیلتا کھیلتا ان کے پاس چلا آیا، انھوں نے اسکو اپنی ران پر بٹھایا، ماں کی نظر پڑی تو دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے، یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھی، حضرت خبیبؓ نے فرمایا! کیا تمھارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لونگا، حاشا یہ ہماری شان نہیں[5]،

پھر مزاح میں کہا کہ اب اللہ نے تم پر مجکو قادر کردیا، بولی کہ تم سے تو یہ امید نہ تھی، انھوں نے استرہ اسکے آگے ڈالدیا، اور کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا[6]،

حضرت خبیبؓ کی باتونکا اس پر خاص اثر ہوا، کہتی تھی کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر کبھی قیدی کو نہ دیکھا، میں نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا، حالانکہ اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے، اس لئے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا، جو خزانہ غیب سے ان کو ملتا تھا[7]،

---

۱ استیعاب ص ۱۶۹، ج ۱، ۲ طبقات ابن سعد ص ۴۰، ۳ ایضاً ۴ استیعاب ص ۱۶۸، ج ۱، ۵ بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

۶ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، ۷ بخاری ص ۵۸۵ ج ۲

شہادت

حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر تنعیم میں سولی لٹکائی گئی، کثرت سے آدمی جمع کئے گئے، مرد، عورت، بوڑھے، بچے، امیر و غریب، وضیع و شریف، غرض، ساری خلقت تماشائی تھی، لوگ عقبہ کے گھر ان کو لینے کے لئے آئے، فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھ لوں، زیادہ پڑھوں گا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں کہہ رہے تھے، اللّٰھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا! پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہونچے،

وذالک فی ذات الالٰہ وان یشأ | یبارک علی اوصال شلو ممزع
یہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں اگر وہ چاہے | تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا،

ولست اُبالی حین اُقتل مسلماً | علی ای جنب کان للّٰہ مصرعی
اگر مسلمان رہ کر میں مارا جاؤں تو مجھے | غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں میں پچھاڑا جاتا ہوں،

عقبہ بن حارث اور ابو سروعہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا، چند منٹ کے بعد سر اقدس دار پر تھا،

آہ! یہ کیسا عجیب منظر تھا، اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر غربت میں کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے، بطحاء کفر کا خونی قاتل، توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا، یہ سب کچھ تھا، لیکن مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا، مسیح ناصری سے اس فرزند توحید کا مقابلہ کرو تو اسلام و نصرانیت کی اخلاقی تعلیم پر صاف روشنی پڑے گی، ایلی ایلی لما سبقتنی (اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) ان کی زبان پر تھا، اور یہاں خدا کی رضا جوئی میں اطمینان و مسرت کا اظہار تھا،

آنحضرت صلعم کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ سے ہوئی، فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام! پھر عمرو ابن امیہ ضمری کو مکہ بھیجا کہ اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگائیں، عمرو رات کو سولی کے پاس ڈرتے

یہ بوجوہ انجیل نسیح سے ثابت نہیں قرآن مجید سے اسکو تعلق نہیں

۱ استیعاب ص ۱۴۸ ج ۱، ۲ بخاری ص ۵۶۹ ج ۲، ۳ استیعاب ص ۱۴۸ ج ۱، ۴ فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۵،

دیتے گئے، اور درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی، جسد اطہر زمین پر گرا، چاہا کہ اتر کر اٹھالین، لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا، فرشتون نے اٹھاکر اس مقام پر پہونچایا جہان شہیدان راہ خدا کی روحین رہتی ہین، امیہ کو سخت حیرت ہوئی، بولے کہ کیا زمین تو نہین نگل گئی،

قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہین رکھاتھا، لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف رخ کرچکا تھا وہ کبھی دوسری طرف کیونکر پھر سکتاتھا، مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی،

حضرت خبیبؓ نے جو دعا کی تھی، اسکا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہوگیا، جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے، نہایت بے کسی کی حالت مین مارے گئے،[3]

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چندان امان نہ داد کہ شب را سحر کند

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر

نام و نسب | خارجہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان اغر سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن بن خزرج اکبر، رئیس قبیلہ اور کبار صحابہ مین تھے،

اسلام | عقبہ مین بیعت کی،

غزوات و عام | ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ آکر انھین کے ہان قیام کیا تھا،[1] اور انھین سے

حالات | مواخات ہوئی،

بدر مین شریک تھے، اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیون کے ساتھ ملکر مارا تھا، امیہ کے بیٹے

ج ۲، [2] ایضاً [3] فتح الباری ص ۲۹۵ ج ۷، [4] بعض کا خیال ہے کہ خبیب بن اساف کے ہان ٹھہرے تھے

صفوان نے اپنے باپ کے قاتلوں کو تاڑ لیا تھا، اس بناء پر دوسرے سال جب غزوۂ احد واقع ہوا اسکو ان لوگوں کی فکر لاحق ہوئی،

شہادت | حضرت خارجہؓ نہایت بہادری سے لڑے تھے، ۱۰ سے اوپر نیزوں کے زخم کھائے، اور آخر زمین پر گر گئے، صفوان نے ان کو شناخت کرکے ناک، کان، اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمدؐ کے بڑے بڑے بہادر کام آئے،

سعد بن ربیع کہ ان کے برادر زادے تھے، اور اسی معرکہ میں داد شجاعت دیکر قتل ہوئے تھے، ان کے ساتھ، ایک قبر میں دفن کئے گئے،

اولاد | دو اولاد چھوڑی، ایک زید، جنھوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا، مشہور ہے کہ مرنے کے بعد بولے تھے،

دوسری حبیبہ جو حضرت ابوبکرؓ سے منسوب تھیں، ام کلثوم بنت ابی بکر انھیں کے بطن سے تولد ہوئیں، اس بناء پر حضرت خارجہؓ، حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ خسر بھی تھے[۱]،

حضرت خزیمہ بن ثابتؓ

نام و نسب | خزیمہ نام، ابو عمارہ کنیت، ذوالشہادتین لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خزیمہ بن ثابت ابن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن غیان بن عامر بن خطمہ (عبداللہ) بن جشم بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھیں،

اسلام | ہجرت سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے، اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لیکر اپنے قبیلے (خطمہ کے

---

[۱] اسد الغابہ ص ۷۰ ج ۲، و اصابہ ص ۱۴ ج ۲ و استیعاب ص ۱۶۲، و ۱۶۳ ج ۱،

بت توڑے،

غزوات اور شہادت | بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے، فتح مکہ میں بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا، جناب امیر علیہ السلام کی دو لڑائیوں میں شریک ہوئے، جنگ جمل میں محض رفاقت کی، صفین میں بھی اولاً خاموش رہے، لیکن جب حضرت عمارؓ بن یاسر افواجِ شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے، تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکالی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے،

اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابوحسن مما نخاف من الفتن

جب ہم نے علی سے بیعت کر لی، تو یہ بالکل کافی ہے، اور اب ہم کو کسی چیز کا خیال نہیں،

وفیہ الذی فیھم من الخیر کلہ وما فیھم بعض الذی فیہ من حسن

علیؓ میں اہلِ شام کی تمام بھلائیاں جمع ہیں، لیکن شامیوں میں علی کی بعض خوبیاں بھی موجود نہیں،

فرماتے تھے کہ اب گمراہی آشکارا ہوگئی، میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کریگا، چنانچہ خود بھی لڑکر شہادت حاصل کی، یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمارہ، عمرو، عمرۃ،

فضل وکمال | احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے، حضرت جابر بن عبداللہ، عمارہ بن عثمان، ابن حنیف عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابو عبداللہ جدلی، عبدالرحمن بن ابو لیلی، عطاء بن لیسار، راویانِ حدیث کے زمرہ میں ہیں،

مسائل فقہ میں دقیق النظری سے کام لیتے تھے، ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی کہ موزون پر ۳ دن تک مسح کرنا چاہئے، تو فرمایا کہ اگر ہم آنحضرتؐ سے مدت بڑھانے کی خواہش کرتے تو آپ اضافہ فرما دیتے، اصل الفاظ یہ ہیں،

۱؎ مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۴،

ولو استمنزادناہ لزادنا،

اخلاق | جوشِ ایمان، اور حُبِ رسول، بیاضِ اخلاق کے چمکتے ہوئے حروف ہین، جوشِ ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوسکتاہے،

آنحضرتؐ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کر کے چلے آئے، لوگون کو اس کی خبر نہ تھی، اس سے بات چیت کی اور قیمت زیادہ کردی، اس نے آنحضرتؐ کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو، ورنہ مین دوسرے سے سودا کرچکا۔ آنحضرتؐ آئے اور کہا، تم مجھ سے فروخت کرچکے تھے، بولا واللہ مین نے نہین بیچا، اور اگر تمھارے ہاتھ بیچا ہو تو کوئی گواہ لاؤ، مسلمان اس گفتگو کو سنکر جمع ہوگئے، اور کہا رسول اللہ سچ کہتے ہین، حضرت خزیمہ بھی آپہونچے، اس نے گواہ مانگا تو بولے مین گواہ ہون، تم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اس جرأت پر خود آنحضرتؐ کو حیرت ہوئی فرمایا، بم تشھد؟ تم کس طرح گواہی دیرہے ہو، عرض کی بتصدیقک یا رسول اللہ! آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہون،

آنحضرتؐ نے اسی روز سے خزیمہ کی شہادت، دو آدمیون کی شہادت کے برابر کردی[۱] اور انکا ذوالشہادتین لقب پڑگیا،

صحیح بخاری مین بھی ضمناً اس کا ذکر آگیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے، کہ جب ہم نے مصاحف نقل کئے، سورۂ احزاب کی ایک آیت جس کو ہم آنحضرتؐ سے سنتے تھے، نہین پائی، خزیمہ انصاری جن کی شہادت رسول اللہ صلعم نے دو آدمیون کے برابر کی تھی، ان کے پاس تھی،[۲] اور وہ یہ ہے،

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ[۳]

اوس و خزرج مین جب باہم مفاخرت ہوئی، تو اوسیون نے حضرت خزیمہ کا نام بھی فخر کے طور پر

---

[۱] مسند ابن حنبل ص ۲۱۳ ج ۵، [۲] مسند ابن حنبل ص ۲۱۵ و ۲۱۶ ج ۵، [۳] صحیح بخاری ص ۷۰۵ ج ۲،

پیش کیا تھا[1]

خزیمہ کے لئے یہ بالکل کافی ہے، کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہا ہوں، آنحضرتؐ سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، خزیمہ نے اٹھ کر پیشانی اطہر چوم لی[2]۔

بعض روایتوں میں ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا، آنحضرتؐ نے اپنی جبین مقدس سے ان کی پیشانی مس کی[3]، اور اس طرح پر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی،

حضرت خوات بن جبیرؓ

نام ونسب	خوات نام، ابو عبداللہ وابو صالح کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امرء القیس (برک) بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،
اسلام	ہجرت سے قبل اسلام لائے، بدر میں شریک تھے، صفراء پہونچکر پیر میں پتھر لگا، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور مجاہدین کیساتھ غنیمت میں حصہ لگایا، احد اور باقی غزوات میں شرکت کی، جناب امیر علیہ السلام کی خانہ جنگیوں میں سے صفین میں شریک تھے،
وفات	۴۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال کیا، اسوقت ۹۴ سال کا سن تھا،
حلیہ	حلیہ یہ تھا، قد میانہ، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، آنکھیں جاتی رہی تھیں۔
اولاد	ایک بیٹا یادگار چھوڑا، صالح نام تھا،

[1] اصابہ ص ۱۱۱ ج ۲، [2] مسند ص ۲۱۴ ج ۵، [3] مسند ۲۱۵ ج ۵،

فضل وکمال عبداللہ بن ابی لیلیٰ، بسر بن سعید، صالح وغیرہ نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں امام بخاریؒ نے ان کا ایک حکیمانہ مقولہ بھی نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے،

نوم اول النهار خرق واوسطه	دن کے پہلے حصہ میں سونا بے تمیزی، درمیانی حصہ میں
خلق وآخره حمق	مناسب، اور آخری حصہ میں بے وقوفی ہے،

نہایت غیرت مند اور باحیا تھے، مر الظہران ایک مقام پر آنحضرتؐ کا نزول اجلال ہوا، یہ بھی ساتھ تھے خیمہ سے نکلے، کچھ عورتیں نظر پڑیں، یہ کپڑا اوڑھ کر انھیں میں بیٹھ گئے، اتفاق یہ کہ آنحضرتؐ کا ادھر سے گذر ہوا، آپ کو دیکھ کر اٹھے، اور کہنے لگے، یا رسول اللہ میرا اونٹ کھو گیا ہے، اس کے لئے بند تلاش کرتا ہوں، پھر کچھ سوچ کر ساتھ ہو گئے، آپ نے استنجا کیا اور ان سے پانی طلب فرمایا اور پوچھا کہ اونٹ ملا، یہ شرما کر چپ ہو رہے، راستہ میں جب آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی آپ نے یہی سوال کیا، آخر شرم کی وجہ سے گھر بیٹھ رہے، آنحضرتؐ کے پاس آنا جانا، اور مسجد نبوی کی جماعت بالکل چھوڑ دی، کچھ دنوں کے بعد جب یہ واقعہ پرانا ہو گیا، نماز پڑھنے کے لئے مسجد آئے، آنحضرتؐ بھی حجرے سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، انھوں نے رکعتیں لمبی کر دیں کہ آنحضرتؐ واپس چلے جائیں اور میرا سامنا نہ ہو، لیکن آپ بیٹھے رہے اور فرمایا، ابو عبداللہ! خواہ کتنی ہی طویل نماز پڑھو مگر میں تمہارے ساتھ ہی اٹھوں گا، دل میں کہا کہ رسول اللہ سے معذرت کرنی چاہئے، نماز ختم کر کے خدمت اقدس میں پہونچے تو وہی مرحلہ درپیش تھا، آنحضرتؐ نے سلام کر کے فرمایا ابو عبداللہ! اونٹ کہاں گیا، اب صفائی کا وقت آ گیا تھا، عرض کی اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق مذہب دیکر مبعوث کیا، جب سے مسلمان ہوا ہوں میرا اونٹ نہیں کھویا، (یعنی زنا نہیں کی) فرمایا خدا تجھ پر اپنا رحم کرے، اس کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے یہ سوال چھوڑ دیا[1]

نہایت شجاع تھے، آنحضرت صلعم نے ان کو اپنا سوار بنایا تھا[2]

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۲۶ ج ۲، [2] ایضاً ص ۱۲۵ ج ۲،

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو جا رہے تھے، ابو عبیدہؓ اور عبد الرحمن بن عوف بھی ساتھ تھے، لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، بلکہ اپنے شعر سنائیں، چنانچہ تمام رات گاتے رہے، سپیدۂ سحر نمودار ہوا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خوات بس کرو، اب صبح ہوگئی،[1]

حضرت خلاد بن سویدؓ

نام و نسب خلاد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج الاکبر،

اسلام عقبۂ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے، اور بیعت میں شرکت کی،

غزوات اور شہادت بدر، احد، خندق، میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نسبت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے، بنانہ نام ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا، اور خلاد کے اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اور اسی صدمہ سے انتقال ہوگیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملیگا، لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلۂ قریظہ اسیر ہوکر سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے اس عورت کو ڈھونڈھ کر قتل کروا دیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں،

اولاد دو لڑکے چھوڑے، اور دونوں صحابی تھے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ابراہیمؓ، سائبؓ،[2]

---

[1] اصابہ ص ۳۴۳ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۱۲۱ ج ۲، اصابہ ص ۱۴۰، ج ۲،

"ر"

حضرت رافع بن مالک بن عجلانؓ

نام و نسب: رافع نام، ابومالک و ابورفاعہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام: انصار مدینہ میں اگرچہ خوش نصیبوں کی ایک جماعت ہے جس کا شمار بے تک ہے، لیکن ان میں بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلاف مدارج ہے، انصار میں بونجار اور قبیلۂ خزرج سبقت ایمانی میں سب سے پیش پیش تھا، لیکن اسکا یہ تمام تقدم، یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت، صرف دو ہستیوں کے شرف و عظمت پر منحصر ہے، اور وہ دونوں بزرگ حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ ہیں،

قبیلۂ خزرج کے ۶-۷ آدمی عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے، آنحضرتؐ ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے اور اسلام کی تبلیغ کی، تو سب سے پہلے اس دعوت کو انہیں دونوں نے لبیک کہا[1]،

یہ اسدالغابہ کی روایت ہے، طبقات میں ہے، کہ صرف دو شخص گئے تھے، آنحضرت صلعم کی خبر ملی تو خدمت میں حاضر ہوئے، اور مذہب اسلام اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا[2]،

ان دونوں بزرگوں میں بھی جیسا کہ سعد بن عبدالحمید کا قول ہے حضرت رافعؓ نے پہلے بیعت کی تھی اسلام قبول کرکے پلٹے تو مدینہ میں نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی مصنف اسدالغابہ لکھتے ہیں،

---

[1] اسدالغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۳ قسم ۱،

فلما قدموا المدینۃ ذکروا لقومھم الاسلام ودعوھم الیہ ففشا فیھم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفیھا ذکر من رسول اللہ صلعم[1]

یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا، اور اس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا اب کوئی گھر نہ تھا جہاں رسول اللہ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو،

دوسرے سال حضرت رافعؓ ۱۲ آدمیوں کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ گئے اور اس اخیر بیعت میں بنو زریق کے نقیب منتخب ہوئے،

صحیح بخاریؒ میں بھی رافعؓ کے عقبہ میں شریک ہونے کا ذکر آیا ہے، چنانچہ ان کا قول ہے،

مایسرنی انی شھدت بدرا بالعقبۃ[2] یعنی مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا

غزوات | حضرت رافعؓ کی اسلامی زندگی کے دوران میں صرف دو لڑائیاں پیش آئیں، بدر اور احد، بدر میں وہ شریک تھے یا نہ تھے، ابن اسحاق نے انکو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا ہے، اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ شریک تھے، اس بارہ میں بہترین حکم خود انکا قول ہوسکتا ہے، ابھی بخاریؒ کی جو عبارت اوپر گذری ہے کہ "مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں میں بدر میں شریک ہوتا"، اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے،

شہادت | غزوۂ بدر کے بعد شوال ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا، حضرت رافعؓ نے اسی میں شہادت پائی

خدمات مذہبی | اشاعت اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دیں، سورۂ یوسف مدینہ میں سب سے پیشتر انھیں نے پہونچائی، مسجد بنی زریق میں مدینہ کی تمام مسجدوں سے قبل قرآن مجید پڑھا گیا اس کے پڑھنے والے بھی بزرگ تھے، بیعت سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم نے مکہ میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے، اور اپنی قوم کو جمع کرکے سنایا تھا،

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۵۶۹ ج ۲،

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے، جب سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی، تو لکھ کر مدینہ لائے تھے،

غرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے جس نے دولت ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی، فنصر اللہ عمن نصر الاسلام بنفسہ ومالہ وولدہ،

حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ

نام ونسب رفاعہ نام، ابو معاذ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو، بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا، جو حباب سے تھیں، اور عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کی ہمشیر تھیں۔

اسلام حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافع، قبیلۂ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے، بیعت عقبہ سے دو سال پیشتر ۵-۶ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جاکر آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی، ماں بھی مسلمان ہو چکی تھیں، انکا بھائی عبد اللہ بن ابی مرجع کفر و نفاق تھا لیکن بہن دودمان صداقت و راستی کا سراج منیر ہوئی تھیں، حضرت رفاعہؓ اسی مبارک خاندان میں پلے تھے، عقبۂ ثانیہ میں اپنے باپ کیساتھ، مکہ جاکر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی، اور دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے،

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے[1]،

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۹ ج ۲،

غزوۂ احد، خندق، بیعت الرضوان اور تمام اہم واقعات، آنحضرتؐ کے ساتھ مشاہدہ کئے،

دیگر حالات

جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے، جنگ جمل، جناب امیرؑ کی پہلی لڑائی ہے، حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، اور زبیرؓ کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنادیا تھا، ام الفضل بنت حارثؓ (حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ کی بیوی)، کا مکہ سے خط پہونچا، کہ طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ گئے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نہایت غمزدہ ہوئے، اور فرمایا کہ ان سے تعجب ہے، آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو، ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، ہماری قوم کے لوگوں نے دوسروں کو خلیفہ بنایا، ہم فتنہ و فساد کے خوف سے چپ ہو رہے، اور صبر کیا، خدا کا شکر ہے کہ اسکا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے، اس کے بعد لوگوں نے عثمانؓ پر خروج کر کے، ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلا جبر و اکراہ بیعت کی، جس میں طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شریک تھے، ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا کہ ان کے بصرہ، لشکر لیجانے کی خبر پہونچ رہی ہے، اے خدا! تو اس فتنہ و فساد کو دیکھ،

رفاعہ بن رافعؓ اس تقریر کو سن رہے تھے بولے، یا امیر المؤمنین! جب رسول اللہؐ نے وفات پائی تو ہم اسے مرتبہ و نیز نصرت دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزون جانتے تھے، آپ لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتیں بیان کر کے، ہم سے اس حق کو منوایا، ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے، کتاب و سنت قائم ہیں، آپ لوگوں کے دعوی کو تسلیم کر لیا، اور خلافت قریش کے سپرد کر دی، اور ہمیں یہی کرنا چاہئے تھا، اب دیکھتا ہوں کہ آپ سے، نہ بیعت کرنے سے کچھ لوگ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے ہیں، جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ میں پسندیدہ تر ہیں، اب فرمائیے اجناب کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہیں

رفاعہؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن غزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا، یا امیر المؤمنین! اس کا ابھی فیصلہ کر لیجئے میں اس راہ میں جان تک دینے کے لئے تیار ہوں، اس کے بعد انصار کو مخاطب کیا،

کہ امیر المؤمنین کی اب مدد کرو، جس طرح پہلے رسول اللہؐ کی مدد کر چکے ہو، یہ اخیر اس پہلے سے بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا افضل واشرف تھا،

جناب امیرؑ ان تقریروں کے بعد ایک لشکر لیکر عراق روانہ ہو گئے، رفاعہؓ بھی ہمراہ رکاب ہوئے،

وفات | سنہ ۴۱ یا سنہ ۴۲ میں وفات پائی، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، معاذ اور عبید،

فضل وکمال | حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں چند احادیث ہیں، جن میں سے ۳ میں امام بخاریؒ منفرد ہیں،

حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت صلعم کے ماسوا حضرت ابوبکرؓ اور عبادہؓ بن صامت سے بھی حدیث سنی تھی، راویوں میں یحییٰ بن خالد (برادر زادہ) علی بن یحییٰ، معاذ، اور عبید (بیٹے) ہیں،

حضرت رافع بن خدیجؓ

نام ونسب | رافع نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، رافع بن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ ہے،

قبیلۂ اوس میں عبد الاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتیں تھیں، چنانچہ جنگ وجدل کا بازار ان میں گرم رہتا تھا، اسید بن حضیر کے دادا سماک بن رافع کو انہیں لوگوں نے ایک معرکہ میں قتل کیا تھا، اور انکے خاندان کو شہر بدر کر دیا تھا حضیر بن سماک نے بنو حارثہ کا محاصرہ کرکے اپنے باپ کا انتقام لیا اور ان کو شکست دیکر خیبر میں جلاوطن کر دیا، چنانچہ بنو حارثہ ایک سال تک خیبر میں سکونت پذیر رہے اس کے بعد

حضیر کو رحم آیا اور مدینہ میں بود و باش کرنے کی اجازت دی،

حضرت رافعؓ کے آبا و اجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند حضرت رافعؓ کے لئے خالی ہوئی، اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے، لیکن چونکہ اسلام نے پست و بلند سب کو ایک کر دیا تھا، اور اس کے حقیقی رئیس جناب سرورِ کائنات تھے، اس بنا پر حضرت رافعؓ کو رئیس کے بجائے اعیان لف د کار گذار کہنا ہمارے نزدیک زیادہ موزوں ہے،

اسلام — ہجرت کے وقت صغیر السن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ، دل میں گھر کر چکا تھا، اس کے علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرفِ ایمان حاصل کر چکے تھے،

غزوات — غزوۂ بدر میں ۱۴ سال کا سن تھا، آنحضرت صلعم کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے کمسن خیال کر کے واپس کیا،

آنحضرت صلعم کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال پیش ہوتے تھے، دوسرے سال وہ بھی پیش ہوئے، اسوقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شرکت کی اجازت ملی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا،

سمرہ بن جندب ایک صحابی ہیں وہ بھی لڑکوں کی جماعت میں تھے، اور ان کو آنحضرت صلعم نے چھوٹا سمجھا تھا، بولے کہ آپ نے انھیں اجازت دی اور مجھ کو چھوڑ دیا، حالانکہ کشتی میں، انھیں میں دے مارونگا، آنحضرت صلعم نے کہا بہتر ہے کشتی لڑو، سمرہ دیکھنے میں چھوٹے تھے لیکن طاقتور تھے، رافعؓ کو پچھاڑ دیا، آنحضرت صلعم نے ان کو بھی میدان کی اجازت دیدیؔ[۱]

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے، اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں رافع کے نام کی تصریح نہیں[۲]،

اس غزوہ میں ان کے سینہ پر ایک تیر لگا جو ہڈیوں کو توڑ کر اندر گھس گیا، لوگوں نے کھینچا تو نوک

---

[۱] اسد الغابہ ص ۱۵۴ ج ۲ [۲] الصابہ [۳] طبری ص ۱۳۹۲ ج ۳

اندر رہ گئی، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تمھاری نسبت قیامت مین شہادت دونگا،

غزوۂ خندق اور اکثر معرکون میں شامل رہے

معرکۂ صفین مین جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے،

وفات | تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی موت کا وہی باعث ہوئی، زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے، نہلانے مین عصر کا وقت آگیا، ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پیشتر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہئے، جنازہ کفنا کر باہر لایا گیا، اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی[1] حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھائی، جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی کثرت تھی، عورتیں بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلین، ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لئے ان کے حال پر رحم کرو، یہ بیچارے عذاب الٰہی برداشت نہ کرسکین گے،

وفات کے وقت ۷۰ برس کا سن تھا، سنہ وفات مین اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے تاریخ اوسط مین لکھاہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ مین انتقال کیا، باقی مورخین کی رائے ہے کہ ۸۶ھ کی ابتدا تھی اور عبدالملک بن مروان سریر خلافت پر جلوہ فرما تھا،

ترکہ مین حسب ذیل چیزین چھوڑین،

لونڈی، غلام، اونٹ، زمین[2]

حلیہ | مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے، اور زرد خضاب لگاتے تھے،

اہل وعیال | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبداللہ، رفاعہ، عبدالرحمن، عبیداللہ، سہل، عبید، ان مین اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے، عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے، باقی لڑکے دو بیبیون سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہین،

لبنیٰ بنت قرۃ بن علقمہ بن علاثہ، اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاد بن حارث بن مالک بن

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۳۵۴ ج ۴، [2] ایضاً

نمر بن قاسط بن ربیعہ۔

ان لوگون کی اولاد مدینہ اور بغداد مین سکونت پذیر تھی،

فضل وکمال — حدیث کی کتابون میں ان کے سلسلہ سے ۷۸ روائتین منقول ہین، راویون مین صحابہ او ر تابعین دونون گروہ کے لوگ شامل ہین، جن کے نام یہ ہین،

ابن عمرؓ، محمود بن لبیدؓ، سائبؓ بن یزید، اسیدؓ بن ظہیر مجاہدؒ، عطاؒ، شعبی، عبایہ بن رفاعہ، عمرہ بنت عبدالرحمن، سعید بن مسیب، نافع بن جبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوالنجاشی، سلیمان بن یسار، عیسیٰ، عثمان بن سہل، ہریر بن عبدالرحمن، یحییٰ بن اسحاق، ثابت بن انس بن ظہیر، حنظلہ بن قیس، نافع، واسع بن حبان، محمد بن یحییٰ بن حبان، عبیداللہ بن عمرو بن عثمان،

اخلاق — امر بالمعروف اور اطاعت رسول، معدن اخلاق کے نہایت تابناک جواہر پارے ہیں،

امر بالمعروف کا یہ عالم تھا کہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور اس نے چوری کا جرم عائد کرکے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کردیا تو، رافعؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ پھل مین قطع ید نہیں[1]

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھا دیتے تھے، آنحضرت صلعم، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت مین یہی کرتے رہے، بعد میں خبر ملی کہ آنحضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور رافع کے پاس حدیث ہے، نافع کو لیکر حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور حدیث سنی، اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے، مسند میں ہے کہ خود رافعؓ نے انکو یہ حدیث سنائی تھی[2]،

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس مین کہا، کہ مکہ حرم ہے، رافع موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے اور اسکو رسول اللہ صلعم نے حرم قرار دیا ہے، میرے پاس حدیث لکھی ہوئی موجود ہے، اگر چاہو

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۶۴، ج ۳، [2] صحیح مسلم ص ۱۵ ج ۲ و مسند ۴۶۳ ج ۳،

تو دکھا سکتا ہوں، مروان نے جواب دیا ہاں وہ حدیث میں نے سنی ہے[۱]،

اطاعت رسول کے لئے واقعات ذیل کافی ہیں،

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آکر بیان کیا کہ آج آنحضرتؐ نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے حالانکہ ہم لوگوں کو اس سے کچھ آسانی تھی، رافعؓ نے جواب دیا، عم محترم! جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا وہی حق ہے[۲]،

آنحضرتؐ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، ایک مقام پر قیام ہوا، سب نے اونٹوں کو مع کجاوہ چرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور آنحضرت صلعم کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ نظر اٹھی تو سرخ دھاری دار کمبل کجاوہ پر پڑے تھے، آپ نے ان کو برا سمجھا تو سب نے اٹھ اٹھ کر کمبل سامنے سے ہٹا دئے[۳]، کیا عجیب بات ہے، جس چیز کو آنحضرت صلعم نے ناپسند کیا تھا، اسی کو حضرت رافعؓ کے جنازہ پر ڈالا گیا، تمام لوگ اس واقعہ پر متعجب تھے،

ایک روز بیوی سے ہم بستر تھے، عین اسی حالت میں رسول اللہؐ نے آواز دی، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کر کے باہر نکل آئے[۴]،

حضرت رویفع بن ثابتؓ

نام ونسب | رویفع نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ،

غزوۂ حنین میں شریک تھے[۵]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی، اور وہاں ایک مکان بنایا[۶]

۱؎ مسند ص ۱۴۱ ج ۴، ۲؎ مسلم ص ۶۱۱ ج ۱، ۳؎ مسند ص ۶۳ ج ۳، ۴؎ مسند ص ۱۴۳ ج ۴، ۵؎ مسند ابن حنبل ص ۸ ج ۴، ۶؎ اسدالغابہ ج ۲ ص ۱۸۱

امارت طرابلس | ۴۷ھ میں امیر معاویہ نے ان کو طرابلس کا حاکم بناکر مغرب بھیجا، برقہ صدر مقام تھا، اسی میں قیام پذیر ہوئے۔

ایک سال کے بعد (۴۸ھ) حضرت مسلمہ بن مخلد والیِ مصر وطرابلس نے افریقیہ (ٹونس والجزائر ومراکش) پر فوج کشی کی، تو رویفع کو اس مہم کے لئے مامور کیا، انھوں نے بہت سی فتوحات کیں، اور موجودہ جغرافیہ کے رو سے حدودِ ٹیونس کے اندر پہونچکر قابس کے قریب جربہ نام ایک مقام فتح کیا، اور ایک تقریر کی، جس میں لونڈیوں مالِ غنیمت، سواری اور دیگر ضروری باتوں کے متعلق ہدایت تھی[۱]، اسی سال کے اندر سالماً وغانماً دار الحکومت میں واپس آئے[۲]،

حضرت مسلمہؓ نے خراج کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہا، لیکن انھوں نے اس بنا پر انکار کیا کہ آنحضرتؐ فرما چکے تھے، کہ حاکم خراج جنت میں داخل نہ ہوگا[۳]

تقریباً ۱۰ برس تک اپنا فرض منصبی انجام دیتے رہے،

وفات | ۵۶ھ میں پیغام اجل پہونچا، برقہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے[۴]،

فضل وکمال | ان کے سلسلہ سے ۸ روایتیں مروی ہیں، بیان حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ مجمع عام میں ایک حدیث بیان کی تو فرمایا،

ایھا الناس انی لا اقول فیکم الا ما	لوگو! تم کو میں وہ باتیں سناتا ہوں جن کو آنحضرتؐ
سمعت رسول اللہ صلعم یقول (مسند	نے ہم کو سنایا تھا،

ص ۱۰۸ ج ۴)

راویوں میں حنش صنعانی، وفاء بن شریح، شییم بن بیتان، شیبان قتبانی، ابو الخیر مرثد، بشر بن عبید اللہ حضرمی، ابو مرزوق، وغیرہ تھے، جو ان کے ساتھ برقہ اور جنگ افریقیہ میں شریک رہے تھے،

---

[۱] مسند ص ۱۰۸ ج ۴، [۲] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱، [۳] مسند ص ۹ ج ۴ [۴] اسد الغابہ ص ۱۹۱ ج ۲،

اخلاق

صحبتِ رسولؐ کا اثر ہر جگہ پر نمایان رہتا تھا، غزوۂ مغرب مین متعدد مقامات پر خطبے دینے کا اتفاق ہوا، ان مین کتاب و سنّت کی تمام لوگون کو دعوت دی،

اوامر و نواہی کے امتثال و اجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا، کہ حاکم اسلام کے لئے یہ سب سے زیادہ ضروری فریضہ ہے، حضرت رویفعؓ کے اجتناب عن المنہیات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ محض ایک تہدیدی حدیث کی بدولت صاحبِ خراج کی خدمت قبول نہ فرمائی،

"ز"

حضرت زید بن ارقمؓ

نام و نسب | زید نام، ابو عمرو کنیت، قبیلۂ حارث بن خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

والد نے صغر سنی ہی میں انتقال کیا تھا حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، اور ان کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے، انھوں نے اپنے ظلِ عاطفت میں لیا، اور ان کی پرورش و پرداخت کی،

اسلام | چچا (ابن رواحہؓ) عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، ان کے ایمان لانے کا وہی سبب بنے،

غزوات اور دیگر حالات | احد میں صغیر السن تھے، آنحضرت صلعم نے غزوہ کے قصد سے باز رکھا، خندق کے معرکہ میں شریک ہوئے، اور پھر تمام غزوات اور واقعات میں شرکت کی صحیح بخاری میں ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ۱۹ غزوے کئے جن میں سے میں ۱۷ میں شریک تھا[1]،

غزوۂ موتہ میں اپنے چچا کے ساتھ گئے تھے، انھوں نے چند اشعار کہے، جن میں اپنی شہادت کی تمنا ظاہر کی، دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، عبد اللہؓ نے شعر پڑھے تو زید نے رونا شروع کیا، انھوں نے درہ اٹھایا کہ تمھارا کیا حرج ہے مجھے شہادت نصیب ہوگی،

خلفائے راشدین میں حضرت امیر علیہ السلام سے دوستانہ مراسم تھے، غزوۂ صفین واقع ہوا تو جناب امیرؑ کی طرف سے معرکۂ کارزار میں پہونچے،

کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور بنو کندہ کے محلہ میں مکان بنایا تھا[2]،

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۳ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰ ج ۶،

وفات — سنہ ۶۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا، یہ مختار بن ابی عبید ثقفی کا دورِ امارت تھا،

فضل و کمال — حضرت زیدؓ اپنے زمانہ میں مرجع علم و فضل تھے، لوگ دُور دُور سے استفادہ کے لئے آتے تھے، ایک شخص اقصائے قسطاس سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا،[1]

کہیں جاتے تو راویان حدیث اور سوال کرنے والے حاضر خدمت ہوتے، بصرہ یا مکہ گئے، تو حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ فلاں حدیث جس کو آپ نے روایت کیا تھا، اس کے سننے کا پھر خواہش مند ہوں[2]

زیادہ درخواست ہوتی تو صاف انکار کر دیتے،

چند آدمی سماعِ حدیث کے لئے حاضر خدمت ہوئے، پہلے ان کی تعریف و توصیف کی کہ اللہ نے آپ کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، آپ نے آنحضرتؐ کا جمالِ باکمال دیکھا، حدیث سنی، غزوے کئے، نمازیں پڑھیں، اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو سکتا ہے، فرمایا برادر زادے! میں بوڑھا ہوا، وہ زمانہ گذر چکا، بہت سی باتیں خواب و خیال ہو گئیں، حافظہ کا بڑا سرمایہ نسیان و سہو کے نذر ہو گیا، اس لئے جو حدیث خود بیان کردوں، اس کو سن لیا کرو، باقی روایت کی تکلیف دینا تو یہ مناسب نہیں،[3]

بیان حدیث میں خاص احتیاط مدِ نظر تھی،

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں، "کنا اذا جئناہ قلنا حدثنا عن رسول اللہ صلعم قال انا قد کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ شدید"[4] یعنی ہم حدیث کی درخواست کرتے تو جواب ملتا کہ میں بڈھا ہوا اور بھول گیا، رسول اللہؐ کی حدیث بیان کرنا بڑا کام ہے،

عبید اللہ بن زیاد کو حوض کوثر کے نسبت شبہ تھا، بلا کر کہا تم بہت سی ایسی باتیں بیان کرتے ہو جن کا قرآن میں کہیں پتہ نہیں، مثلاً حوض کا قصہ، فرمایا کیا خوب اب تو خود رسول اللہؐ نے بیان کیا تھا، بولا بڑے

---

[1] مسند ص ۲، ج ۴، [2] مسند ص ۳۶۷، [3] مسند ص ۳۶۶، [4] مسند ص ۳۷،

میان! جھوٹ سے کیا فائدہ، اب تم سٹھیا گئے ہو، جواب دیا میں رسول اللہ صلعم کی طرف جھوٹ منسوب کرونگا، حالانکہ اس کی وعید اپنے کانون سے سن چکا ہون[۱]،

عطیہ عوفی نے آکر کہا کہ آپ نے میرے داماد سے فلان حدیث بیان کی تھی، مین اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ خود اس کو چلکر سنون، انھون نے حدیث بیان کی، عطیہ بولے اور یہ بھی فقرہ تھا؟ فرمایا اما انا احلت کما سمعت[۲] اجی! مین نے جو کچھ سنا تھا تم سے بیان کر دیا،

حدیثون کے علاوہ جو دعائین آنحضرت صلعم سے سنی تھین اور یاد تھین لوگون کو بتلاتے تھے، ایک مرتبہ کہا کان رسول اللہ یعلمناھن ونحن نعلمکموھن[۳] یعنی آنحضرت صلعم ہم کو سکھلاتے تھے ہم تمکو سکھلاتے ہین۔

روایتون کی تعداد (۹۰) ہے، آنحضرت اور حضرت علیؓ سے حدیثین سنین، راویون مین حضرت انسؓ بن مالک (کتاب سے روایت کرتے تھے)، عبداللہ بن عباسؓ، ابوالطفیلؓ، ابوعثمان نہدی، عبدالرحمن بن ابی لیلی، عبد خیر ہمدانی، طاؤس، نضر بن انس، ابوعمر شیبانی، ابوالمنہال عبدالرحمن بن مطعم، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابوحمزہ طلحہ بن یزید، عبداللہ بن حارث بصری، قاسم بن عوف، یزید بن حبان، زیادہ مشہور ہین،

اخلاق وعادات، اسلام کی روحانی تربیت کا اثر، زندگی مطہر کے تمام شعبون سے نمایان ہے، جوش ملی کا نظارہ حسب ذیل واقعہ سے کرنا چاہیئے،

ایک غزوہ مین کہ نہایت عسرت و تنگی کے زمانہ مین پیش آیا تھا، اپنے چچا کے ساتھ تھے، عبداللہ بن ابی سرگروہ منافقین اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا، کہ مہاجرین کی مدد بالکل بند کردو، تنگ آکر خود بخود مدینہ سے چلے جائینگے، اور مین یہان سے چلکر ذلیل لوگون کو شہر بدر کردونگا، یہ جملے ان کو

۱؎ مسند ص ۳۶۷، ۲؎ مسند ص ۳۶۸، ۳؎ مسند ص ۴۷۱،

نہایت ناگوار گذرے، بایں ہمہ کہ انکا ہم قبیلہ اور رئیس خزرج تھا، اپنے چچا سے شکایت کی، ان کی غیرت ایمانی نے واقعہ کو رسول اللہؐ تک پہونچایا، آپ نے زید اور ابن ابی کو بلا کر دریافت فرمایا، وہ اپنی جماعت لیکر آیا، اور قسم کھائی کہ مین نے کچھ نہین کہا، ابن ارقم جھوٹ بولتے ہین، اس پر تمام انصار نے زید بن ارقم کو ملامت کی، کہ رسول اللہؐ سے جھوٹ بیان کیا، ان کے چچا بھی انصار کے ہمنوا ہو گئے، کہ مفت مین رسول اللہ کو ناراض کر لیا، حضرت زیدؓ کو سخت افسوس ہوا گھر مین جا کر بیٹھ رہے، اسی حالت مین نیند آگئی، ابھی بیدار نہ ہوئے تھے کہ آنحضرت پر سورۂ منافقون کی آیتین نازل ہوئین جن مین ان کی تصدیق اور منافقین کا سارا حال مذکور تھا، آپ نے آدمی بھیجا کہ زید کو بلا لاؤ، خدمت اقدس مین پہونچے، تو آیتین سنا کر ارشاد ہوا کہ

ان اللہ قد صدقک یا زید، اے زید! خدا نے تمہاری تصدیق فرمائی،[1]

امر بالمعروف فرائض مین داخل تھا،

مسجد قبا مین کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ادھر سے گذرے تو فرمایا شاید ان کو معلوم نہین کہ اوابین کا اس سے بہتر ایک وقت ہے، اور وہ جب ہے کہ گرمی کی شدت سے تلوے جلنے لگین[2]

مغیرہ بن شعبہ نے جناب امیر علیہ السلام کی شان مین نا ملائم الفاظ استعمال کئے، تو انھون نے کہا کہ آنحضرت صلعم مردون کو برا کہنے سے منع کیا کرتے تھے، علیؓ کا انتقال ہو چکا، اب ان کو برا کیون کہتے ہو،[3]

سنت نبوی کے متبع تھے،

جنازہ پر عموماً ۴ تکبیرین کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ ۵ کہین، ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ سہو تو نہین ہوا، فرمایا یہ بھی آنحضرت صلعم کی سنت ہے، مین کیونکر چھوڑ دیتا،[4]

آنحضرت صلعم سے نہایت محبت تھی، اسکا ثبوت فدائیت کی صورت مین غزوات میں گذر

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۲۷ و ۷۲۸ ج ۲، [2] مسند ص ۳۶۷، [3] مسند ص ۳۶۹، [4] مسند ص ۳۶۸ و ۳۷۰،

چکا، آنحضرت صلعم بھی ان سے محبت کرتے تھے،

ایک مرتبہ آنکھ مین درد اُٹھا، تو خود عیادت کو تشریف لائے، اچھے ہو کر باہر نکلے تو پوچھا کیون ابن ارقم! اگر یہ درد باقی رہجاتا تو کیا کرتے، عرض کی صبر کرتا، اور اجر کا امیدوار رہتا، فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ جاتے[1]،

مصیبت و بلا مین لوگون کے ہمدرد و غمگسار رہتے تھے،

حرّہ کے واقعہ مین حضرت انسؓ کا ایک لڑکا اور اعزّہ مارے گئے تو تعزیت کا ایک خط لکھا، اس مین لکھتے ہین کہ "مین تم کو خدا کی ایک بشارت سناتا ہون، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدایا! انصار، انکی اولاد، اولاد در اولاد، ان کی عورتین اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما[2]"

معاصرین سے بخندہ پیشانی ملتے اور حقد و حسد سے بالکل بری تھے،

ابوالمنہال بیع صرف کے متعلق دریافت کرنے آئے، تو فرمایا براءؓ سے پوچھو، وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ عالم ہین، براءؓ بن عازب کے پاس گئے تو انھون نے کہا کہ اس کی تصدیق زید سے کرلینا وہ مجھسے بہتر اور زیادہ جاننے والے ہین[3]

امراء اور حکام سے ملتے رہتے تھے،

مختار بن عبید ثقفی سے دوستانہ مراسم تھے، اور اس کے مکان پر آتے جاتے تھے[4]،

عہد نبوت مین تجارت پر بسر اوقات تھی[5]،

---

[1] مسند ص ۳۷۵، [2] مسند ص ۳۷۰، [3] مسند ص ۳۷۱، [4] مسند ص ۳۷۱، [5] مسند ص ۳۷۲،

حضرت زیدؓ بن ثابت

نام ونسب اور ابتدائی حالات زید نام، ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن کنیت، مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبر الامۃ القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا جو حضرت انس بن مالکؓ کے خاندان سے متعلق تھیں،

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے حضرت زیدؓ کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے، اس وقت انکی عمر کل ۶ برس کی تھی،

حضرت زیدؓ والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے، ۱۱ برس کے ہوئے، تو اسلام کی آواز کان میں پڑی، اگرچہ نہایت خورد سال تھے، لیکن ہوشیار اور عقلمند تھے، اس لئے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے،

اسلام اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام، توحید و رسالت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زیدؓ نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر و مباہات ہوسکتا ہے، تو حضرت زیدؓ نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا،

غزوات اور عام حالات حضرت زیدؓ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، کیونکہ عرب میں اس صغر سنی میں بالکل غیر معمولی واقعہ تھا

جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتون کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت مین لے گئے، اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہین اور ۱۷ سورتین پڑھ چکے ہین، آنحضرت بہت خوش ہوئے زیدؓ نے قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا،

ابھی حضرت زیدؓ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوۂ بدر پیش آیا، جوش مذہب عجب چیز ہے، انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو یہ ۱۳ برس کا بچہ بھی لڑائی کا عزم بالجزم کر چکا تھا، رسول اللہ کے روبرو بچون کی ایک جماعت پیش ہوئی جو سراپا جوش تھی، آنحضرتؐ نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا،

غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ غزوۂ خندق جو ۵ھ مین واقع ہوا تھا، حضرت زیدؓ کا پہلا غزوہ تھا، اس وقت انکا سن ۱۶ سال کا تھا، جو جہاد کا فرض ادا کرنے کے لئے پہلی ضروری شرط تھی،

غزوۂ خندق مین وہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ نہایت جوش و خروش سے معرکۂ کارزار مین موجود تھے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی، تاکہ کفار شہر پر حملہ آور نہ ہو سکین، خندق کھودنے والے خود صحابۂ کرام تھے، جن مین حضرت زیدؓ بھی شریک تھے، اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے، آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اس غزوہ مین حضرت زیدؓ کو نیند آرہی تھی، عمارہ بن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زید کو خبر تک نہ ہوئی، آنحضرتؐ پاس تھے، مزاحاً فرمایا، یا ابا رقاد! یعنی اے نیند کے باپ اٹھ! اس کے بعد لوگون کو منع کیا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کرین،

غزوۂ تبوک مین حضرت زیدؓ اپنے قبیلہ مالک بن نجار کا علم لئے تھے، پیشتر عمارہ بن حزم کے ہاتھ مین جھنڈا تھا، بعد مین آنحضرت صلعم نے ان سے لیکر زید کو عطا فرمایا، عمارہؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے کون سی خطا ہوئی؟ آپ نے فرمایا کچھ نہین، مجھے قرآن کا لحاظ مد نظر ہے، اور زید تم سے زیادہ

قرآن پڑھ چکے ہین

جنگ یمامہ جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد مبارک مین مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی، حضرت زیدؓ شامل تھے ان کے ایک تیر لگا تھا تاہم جسم کو کوئی صدمہ نہین پہونچا،

اعمال عظیمہ انسان فانی ہے، اس کے حرکات و سکنات فانی ہین، لیکن اس کے اعمال صالحہ غیر فانی ہین،

حضرت زید بن ثابتؓ کی عظیم الشان زندگی، اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے لیکن اُس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ حضرت زید بن ثابت انصاری کاتب الوحی ہین،

آنحضرتؐ کے زمانہ تک قرآن مجید، ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانون کے دلون مین محفوظ تھا صحابہ مین بہت سے بزرگ تھے، جنکو حفظ قرآن کا ابتدا ہی سے شوق پیدا ہو گیا تھا، اور وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زیدؓ بھی انھین لوگون مین تھے،

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب سے مل گیا، جس نے یمامہ مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اوس پر فوج کشی کی، اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا، لیکن اس غزوہ مین ۷۰ حفاظ نے جام شہادت پیا، اس بناء پر حضرت عمرؓ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا قرآن جمع کیجئے ورنہ ڈرتا ہون کہ حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا حضرت ابوبکرؓ نے منظور کیا اور حضرت زیدؓ کو بلا کر کہا کہ تم عقلمند اور جوان آدمی ہو، تمھاری طرف سے سب کو اطمینان ہے، کیونکہ تم نے رسول اللہؐ کے زمانہ مین وحی لکھی تھی، بہتر یہ ہے کہ تم ہی اس کام کو انجام دو، حضرت زیدؓ فرماتے ہین کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گران تھا چنانچہ

حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ سچ ہے، لیکن کار خیر میں کیا مضائقہ؟ حضرت زیدؓ اب بھی، اس پر کاربند ہونے سے معذور تھے، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ اس اہم کام کے انجام دینے کے لئے آمادہ[1] ہوئے،

حضرت ابوبکرؓ نے اس کام کے لئے ان کیساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت مامور کی، جن کی تعداد ۷۵ تک بیان کیجاتی ہے، اُبی بن کعب، اور سعید بن عاص بھی انھیں میں تھے، حضرت زیدؓ نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا، جمع کیا، حفاظ سے قرآن سنا، اس کے ماسوا، وہ خود بھی حافظِ قرآن تھے، اور رسول اللہ صلعم کے عہد میں قرآن جمع[2] کر چکے تھے،

قرآن لکھنے کے درمیان میں بعض بعض موقعوں پر مباحثہ اور مذاکرہ کی نوبت آئی تھی، چنانچہ ایک مقام پر پہونچکر زیدؓ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیتِ رجم) میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنی تھی، حضرت عمرؓ موجود تھے، انھوں نے اسکا جواب دیا کہ رسول اللہ صلعم نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا[3]،

غرض اس کدوکاوش کیساتھ حضرت زیدؓ نے یہ کار اہم انجام دیا، تمام قرآن لکھ لیا گیا، مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا، (ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے[4])، وہ آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس تھی، انھوں نے پڑھی تو حضرت زیدؓ نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ آنحضرت صلعم نے ان کی شہادت دو آدمیوں[5] کے برابر قرار دی تھی، اس کے ماسوا حضرت زیدؓ کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی،

قرآن مجید کا یہ نسخہ لکھ لیا گیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کو اپنے پاس رکھا، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مکان میں موجود رہا[6]،

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۸۸ و بخاری ۷۴۵ ج ۲، [2] بخاری ص ۷۴۸ ج ۲، باب القراء، [3] مسند ۱۸۳ ج ۵، [4] اصل الفاظ یہ ہیں بلیغا عن رسول اللہ صلعم

عہد صدیقی کے بعد عہد عثمانی مین جب اختلاف قرأت رونما ہوا، تو حضرت حذیفہ بن یمان نے
حضرت عثمانؓ سے کہا کہ قبل اس کے کہ اسلام مین یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہو، آپ اسکا جلد تدارک
کردین، حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ کا لکھا ہوا مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے طلب کیا، اور چار بزرگون کو
جن مین ایک زیدؓ بھی تھے، کتابت قرآن پر مامور کیا، ان بزرگون نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلین کین،
حضرت عثمانؓ نے ان کو ممالک اسلامیہ مین بھجوا دیا، اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہؓ کے پاس
باحتیاط واپس کیا، (بخاری باب جمع القرآن ص ۷۴۶)

آنحضرت صلعم اُمّی تھے، اس بنا پر وحی لکھنے کا کام صحابۂ کرام کے متعلق کر دیا تھا، چنانچہ متعدد صحابہ
اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، جن مین حضرت زیدؓ بن ثابت کا نام نامی نہایت ممتاز تھا،

حضرت زیدؓ، قلم، دوات، کاغذ، چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لئے رسول اللہ کے پاس بیٹھے رہتے تھے
جب وحی آتی، آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے، کہین پر گھٹانے بڑھانے کی ضرورت ہوتی تو آپ فرماتے
زید تعمیل ارشاد کرتے تھے، چنانچہ ایک ایک آیت مین جب "غیر اولی الضرر" کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی
تو اسکو ہڈی کے شگاف کے پاس لکھا، ہڈی ایک جگہ سے شق تھی"، [1]

اصلاح اُمت رسول اللہ صلعم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار مین خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا تھا، سقیفہ
بنی ساعدہ مین تمام انصار جمع تھے، سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، مجلس کے صدر نشین تھے
انھین کے انتخاب پر لوگون کی تقریرین ہو رہی تھین، اور انصار کا گروہ کثیر انھین کی نسبت اپنی رائے
کا اظہار کر رہا تھا، حضرت زید بن ثابت بھی جلسہ مین موجود تھے مگر وقت کے منتظر تھے، کیونکہ رجحان عام
کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا،

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، سقیفہ مین پہونچے، اور مہاجرین کی طرف سے

---

[1] مسند ص ۱۹۱ ج ۵،

صفحۂ گذشتہ [1] نؤلف القرآن من الرقاع [2] مسند ۳۰۸ ج ۵ [3] فتح الباری ص ۱۲ ج ۹ [4] بخاری ۷۴۶، باب جمع القرآن و مسند ج ۵ ص ۱۸۹

[illegible] ج ۲ ص ۱۰۶۱ [illegible]

حضرت عمرؓ نے خلافت کی بحث شروع کی تو سب سے پہلے جن انصاری نے اُن کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابتؓ تھے، چنانچہ خطبا انصار کی تقریرین ختم ہوئے پر حضرت زیدؓ کھڑے ہوئے اور ایک مختصر مگر پر معنی تقریر کی جسکا ایک فقرہ یہ تھا،

ان رسول اللہ صلعم کان من المہاجرین وانما الامام یکون من المہاجرین ونحن انصارہ کما کنا انصار رسول اللہ صلعم (مسند ج ۵ ص ۱۸۶)

یعنی رسول اللہؐ مہاجرین مین سے تھے، اس لئے امام کا بھی مہاجرین مین سے انتخاب ہونا چاہئے، اور ہم اس کے انصار رہین گے جس طرح رسول اللہؐ کے انصار تھے،

یہ صدا اپنی قوم کی توقع کے خلاف اٹھی تھی، تاہم اس کو کوئی دبا نہ سکتا تھا حضرت زیدؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہوکر تحسین کی، اور کہا خدا تم کو جزائے خیر دے، اگر اس کے علاوہ کوئی بات پیش کیجاتی تو غالباً ہم لوگ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے[۱] حضرت زیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرو،

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو سلاطین و والیان ملک کے نامے وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے اور اکثر سریانی مین ہوتے تھے، مدینہ مین سریانی جاننے والے صرف یہود تھے، جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا، اس بنا پر مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھین،

زید بن ثابتؓ نہایت ذکی اور فطین تھے، سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس لوگون کے خطوط آتے ہین جنکو مین کسی پر ظاہر نہین کرنا چاہتا، اس کے سوا مجھ کو یہود پر اطمینان بھی نہیں اسلئے بہتر یہ ہے کہ تم عبرانی سیکھ لو، چنانچہ حضرت زیدؓ نے ۱۵ دن مین عبرانی اور سریانی مین اسقدر مہارت پیدا کرلی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جواب لکھ دیتے تھے،[۲]

---

[۱] مسند ۱۸۶ ج ۵ [۲] مسند ۱۸۲ ج ۵

اس لئے آنحضرت صلعم نے حضرت زیدؓ کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا، جس پر وہ آنحضرتؐ کی وفات تک فائز رہے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت مین بھی انکا یہ منصب بحال رہا، لیکن اب کام کی کثرت ہوگئی تھی، اس لئے معیقیب دوسی ان کے مددگار مقرر کئے گئے،

قضا۔ حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے، جس کی بنا حضرت فاروقؓ کے عہد مین قائم ہوئی آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود نہ تھا، حضرت عمرؓ نے اس کی بنیاد قائم کی، اور حضرت زیدؓ کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا، طبقات ابن سعد اور اخبار القضاۃ مین ہے،

ان عمر استعمل زیدا علی القضاء وفرض له رزقا، یعنی حضرت عمرؓ نے زیدؓ کو قاضی بنایا اور ان کی تنخواہ مقرر کی،

اسوقت تک قاضی کے لئے عدالت خانہ تعمیر نہین ہوا تھا، اس لئے زید کا گھر دار القضا کا کام دیتا تھا، مکان فرش سے آراستہ تھا، جس کے صدر مین حضرت زیدؓ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے، دار الخلافت اور تمام قرب وجوار کے مقدمات حضرت زیدؓ کے پاس آتے تھے، یہان تک کہ خود خلیفہ وقت (حضرت عمرؓ) پر بھی یہان دعویٰ داخل کئے جاتے تھے، اور اس کا فیصلہ بھی یہین ہوتا تھا،

حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعب مین کچھ نزاع ہوئی، تو مقدمہ اسی عدالت مین دائر ہوا، حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زیدؓ نے جیسا کہ آج بھی امرا و رؤسا کو کرسی دینے کا دستور ہے

له بعض لوگون کا خیال ہے کہ قضا حضرت عثمانؓ کی ایجاد ہے لیکن یہ صحیح نہیں حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دیبا[چہ] عہد مین محکمۂ قضا کو وجود کا لباس پہنا دیا تھا، چنانچہ یزید بن اخت النمر کو محکمۂ قضا کے چند چھوٹے چھوٹے کام سپرد کئے تھے (۲۵۱) کنز العمال بحوالہ الطبقات ابن سعد جلد ۳) اس کے ماسوا بعض راویتون کے موجب حضرت علیؓ کو بھی قضا کا کچھ کاروبار تفویض کیا تھا، کنز بحوالہ جامع عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۷۵،

حضرت عمرؓ کے لئے اپنی جگہ خالی کردی، کہ خلیفہ صدر مین تشریف فرما ہون، لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا، صحابہ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت عام کردیا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا، کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے، مجھکو اپنے فریق کیساتھ بیٹھنا چاہئے، چنانچہ دونون بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا حضرت اُبیؓ مدعی تھے اور حضرت عمرؓ کو انکار تھا، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے، لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے ادب کے لحاظ سے مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المؤمنینؓ کو قسم سے معاف کردیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہین، فیصلہ مین عمرؓ اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں،[1]

| بیت المال کی افسری | ممالک اسلامیہ مین اگرچہ بہت سے بیت المال قائم تھے، لیکن سب سے بڑا خزانہ دار الخلافہ

مدینہ منورہ مین رہتا تھا، حضرت زیدؓ اسی بیت المال کے افسر تھے، ۳۱ھ مین حضرت عثمانؓ نے یہ عہدہ انکو تفویض فرمایا تھا، اُن کے ماتحت پورا عملہ تھا، جن مین انکا ایک غلام وہیب بھی شامل تھا، وہیب نہایت ہوشیار شخص تھا، اور بیت المال کے کامون مین اکثر مدد دیتا تھا، ایک دن وہ بیت المال مین گنگنا رہا تھا، حضرت عثمانؓ آگئے، پوچھا یہ کون ہے؟ زیدؓ نے کہا میرا مملوک؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، اسکا ہم پر حق ہے کیونکہ یہ مسلمانون کی مدد کرتا ہے، (بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا) چنانچہ ۲ ہزار اسکا وظیفہ مقرر کرنیکا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن حضرت زیدؓ کے مزاج مین عصبیت تھی وہ حر و عبد کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ سکتے تھے، حضرت عثمانؓ سے کہا، ۲ ہزار نہین بلکہ ایک ہزار مقرر کیجئے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کی،

| مجلس شوریٰ کی رکنیت | حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین انصار و مہاجرین کے چند اصحاب کی ایک جماعت تھی جو تمام رعایا کی قائم مقام تھی، حضرت زیدؓ بھی انھین مین تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت

---

[1] کنز العمال ج ۳، ص ۱۷۴، بحوالہ بخاری و مسلم،

مین اسی جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا، حضرت زیدؓ اس مین بھی ممبر رہے[1]،

امارت ءبہ مورہ | ارکین سلطنت کا انتخاب، اگرچہ تجربہ کاری، اصابت رائے، دوراندیشی، اور انتظامی قابلیت کی بنا پر ہوتا ہے، لیکن ان کے مراتب و درجات متفاوت ہوتے ہین حضرت زیدؓ کی انتظامی قابلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انھین کو مقرر کر گئے، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال تھا، وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے، زیدؓ کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے،

خلافت فاروقی مین زیدؓ کو ۳ مرتبہ حضرت عمرؓ کی جانشینی کا فخر حاصل ہوا، سنہ ۱۶ھ مین حضرت عمرؓ حج کرنے آئے تو مدینہ مین حضرت زیدؓ کو اپنا قائم مقام کیا، سنہ ۱۷ھ مین حج کا ارادہ کیا، اسوقت بھی انھین کو جانشین بنایا، شام روانہ ہوئے تو حضرت زیدؓ کے ذمہ مدینہ کا کل انتظام کیا، شام ہو پہونچکر ایک خط لکھا جس مین اپنے اور زیدؓ کے القاب مین بالکل مساوات رکھی، اور زیدؓ کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا، یعنی الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب، حضرت زیدؓ خلافت کی ذمہ داریونکو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیتے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ ان کے انتظام سے بہت خوش ہوئے اور واپس آکر ان کو کچھ جاگیر دیدیتے تھے،

تقسیم مال غنیمت | ایمان کے ۷۰ سے اوپر شعبے اور شاخین ہین، امانت، ایمان کا ایک ضروری جزو ہے یہان تک کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے،

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ، یعنی جس مین امانت نہیں اس مین ایمان بھی نہیں،

آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین مال غنیمت جو کچھ آتا تھا، اکثر آن حضرت صلعم خود تقسیم فرماتے تھے۔ اس سے اس کام کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ کے عہد مین یرموک کا واقعہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۵ ج ۲، قسم ۲،

نہایت اہم اور مشہور واقعہ ہے، اس میں مال غنیمت حضرت زیدؓ نے تقسیم کیا تھا، اس کے ماسوا حضرت عمرؓ نے جب صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے تو انصار کے وظائف زیدؓ کو تفویض کئے زیدؓ نے عوالی سے تقسیم کرنا شروع کیا، وہاں سے عبد الاشہل میں آئے، وہاں سے اوس کے محلہ میں پھر قبائل خزرج میں اور سب سے اخیر میں اپنا حصہ لیا، (کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف ۲۴)

سیاسی حالت حضرت زیدؓ بن ثابت بارگاہِ خلافت کے مقربین خاص تھے، حضرت عمرؓ کے احباب میں ان کا ممتاز درجہ تھا، حضرت عثمانؓ کے وہ معتمد خاص تھے، خلافت عثمانی میں آتش فتنہ وفساد مشتعل ہوئی تو وہ علانیہ خلیفۂ وقت کے طرفدار تھے،

باغیوں کا مجمع مدینہ میں بڑھتا جاتا تھا، حضرت عثمانؓ کے معزول کرنے کی سازشیں جابجا نشو ونما پارہی تھیں، انقلاب پسند گروہ، انقلاب کے لئے بالکل آمادہ وتیار تھا، یہ سب بلائیں سر پر تھیں دار الخلافت خطرہ میں تھا، حرم نبوی کی توہین ہو رہی تھی، تاہم سرور عالم کا عظیم الشان خلیفہ خونریزی سے دامن بچا رہا تھا،

حضرت زیدؓ بن ثابت نے امیر المؤمنین کے ہولناک مصائب دیکھ کر ایک روز تقریر کی جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا،

یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین، (یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو،)

بدقسمتی سے صحابہ کرامؓ کا بعض طبقہ حضرت عثمانؓ سے بدظن تھا، حضرت ابو ایوب انصاری نے کہا کہ تم عثمانؓ کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ انھوں نے تم کو بہت سے غلام دیدئے ہیں، صحابہ کی عام رائے پر حضرت زیدؓ کیونکر غالب آسکتے تھے، خاموشی کے سوا ان کو کچھ چارہ نہ تھا، تقریر ختم کی اور بیٹھ گئے،

خانگی حالات اور اہل وعیال حضرت زیدؓ کی خانگی زندگی نہایت پرلطف تھی، مکان میں بڑی دلچسپ باتیں

کرتے تھے، زیدؓ کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلا تھی، سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں، اور خود بھی صحابیہ تھیں،

حضرت زیدؓ کی اولاد میں خارجہ سب سے زیادہ مشہور ہیں جو فقہائے سبعہ میں تھے، جمیلہ ان کی ماں تھیں،

حضرت زیدؓ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع انام رہے تھے، چنانچہ انکا مختصر شجرہ یہ ہے، - زیدؓ بن ثابت

زید خارجہ یحیٰی سلیمان عمارہ سعد اسماعیل اسماعیل سلیط عبدالرحمن عبداللہ

سلیمان سعید قیس یعقوب

اسماعیل

زکریا

حضرت زیدؓ کے آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے، بہت سے تھے، لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، ثابتؓ بن عبید، وہیبؓ،

وفات | ۵۵ ۵۶ سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آگیا، اور ۴۵ھ ہجری میں وفات پائی، اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہ متمکن تھے، اس زمانہ میں مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا، اور حضرت زیدؓ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، اسی نے نماز جنازہ پڑھائی، تمام لوگ سخت غمگین تھے، حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو کہا آج حبر الامۃ مر گیا،

جنازہ اٹھایا گیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیب بھی جنازہ میں تھے، قبر میں لاش اتاری گئی تو ابن عباسؓ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو! علم اس طرح جاتا ہے، آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا، حسان بن ثابتؓ نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا،

فمن للقوافی بعد حسان وابنہ   ومن للمعانی بعد زید بن ثابت

حسان اور اوس کے بیٹے کے بعد شاعری   اور زید بن ثابت کے بعد سخن فہمی کا خاتمہ ہے،

علم و فضل — قرأت، فرائض، قضا اور فتوی میں وہ عام طور پر نہایت ممتاز تھے، قرآن مجید میں علماء کی علمی ترقی کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہوں، حضرت زیدؓ بن ثابت راسخ فی العلم تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کو راسخین فی العلم شمار کرتے تھے،

قرأت — اسلام نے جن علوم و فنون کی بنیاد قائم کی، "قرأۃ" رتبۃً ان سب میں مقدم ہے، حضرت زیدؓ کو اس فن میں جس قدر دخل تھا، اسکا اعتراف صحابہ اور تابعین کے ہر فرد کو تھا، امام شعبی کہ علامۂ تابعین تھے، کہا کرتے تھے کہ "زید فرائض کی طرح قرأت میں بھی تمام صحابہ سے فوقیت لے گئے تھے"،

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زیدؓ کو جو شغف تھا، اسکا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا، صرف ۱۱ برس کے سن میں وہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، باقی زندگی کتابتِ وحی میں گذری تھی، مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا، ان کو معلوم ہو جاتا تھا، اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے، ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود آنحضرتؐ کے عہد میں انکو پورا قرآن مجید یاد تھا،

حضرت ابوبکرؓ نے قرآن لکھوایا، تو اس کے واسطے حضرت زیدؓ ہی کو منتخب فرمایا، اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں تو اس میں حضرت زیدؓ کی شرکت بھی ضروری سمجھی،

اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ ابی بن کعب کے مقابلہ میں کہ قاریوں کے سردار تھے حضرت زیدؓ کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے،

حضرت زیدؓ کا سلسلۂ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اور چونکہ قرأت قریش کے مطابق

پڑھتے تھے، لوگوں کا رجحان انھیں کی طرف تھا، حضرت ابی بن کعبؓ کی زندگی تک اگرچہ وہ مرجع عام نہ ہو سکے لیکن اُن کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی انھی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زیدؓ کی ذات اقدس تمام اکناف واطراف کی قبلۂ حاجات بنی ہوئی تھی،

حضرت زیدؓ سے جو قرأت قائم ہوئی تھی، ۱۴۰۰ برس گذرنے پر بھی باقی ہے، ابن عباسؓ، ابو عبدالرحمن سلمی، ابوالعالیہ ریاحی، ابوجعفر، یہ سب ان کے حقیقی شاگرد تھے، اور آج مسلمانان روئے زمین کی بہم کروڑ آبادی معنوی طور سے اس کے آستانہ پر زانوئے تلمذ تہ کرتی ہے،

حدیث

قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، حضرت زیدؓ اگرچہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایۃ نہ تھے تاہم انکا فن حدیث میں سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافعؓ بن خدیج نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ کھیت کرایہ پر اُٹھانے کی رسول اللہؐ نے ممانعت کی ہے، زیدؓ بن ثابتؓ نے سنا تو کہا خدا رافعؓ کی مغفرت کرے، مجکو ان سے زیادہ حدیث کی حقیقت معلوم ہے، واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہئے[1] رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑہ سن لیا،

حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، ان لوگوں نے سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کیا، حضرت زیدؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا خدا عائشہ کی مغفرت کرے، ہمکو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے، عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہ سے ملنے کچھ اعراب آگئے تھے، وہ سوال کرتے تھے، آپ جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، آنحضرتؐ نے ظہر پڑھی، اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان جاکر

[1] مسند ج ۵، ص ۱۸۲،

یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی تھی، اس لئے ان کو عصر کے بعد تمام کیا، خدا عائشہؓ کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے[1]،

جو احادیث صحیح ہوتیں، اور ان کی نسبت کوئی سوال کرتا، تو تصدیق فرماتے تھے، حضرت ابو سعید خدری نے مروان کے سامنے فضیلت صحابہ پر حدیث پڑھی، مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو زیدؓ اور رافع بن خدیج مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ابو سعید نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو، مروان کو برا معلوم ہوا اور ان کے مارنے کو درّہ اٹھایا، دونوں بزرگوں نے ابو سعید کی تصدیق کی، (مسند ج ۵ ص ۱۸۷)

حضرت زیدؓ کی روایات آنحضرت صلعم سے ہیں، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے حدیث کی روایت کی،

حضرت زیدؓ کے رواۃ حدیث اور تلامذۂ خاص کا ایک بڑا گروہ ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں

حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت سہلؓ بن حنیف حضرت ابن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت عبد اللہؓ بن یزید خطمی (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن مسیب قاسمؒ بن محمد بن ابی بکرؓ، ابان بن عثمانؓ، خارجہ بن زید (حضرت زیدؓ کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ، ابو عمرو، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بسر بن سعید، حجر مدری، طاؤس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعد (زوجۂ ثقفین)،

حضرت زیدؓ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف (۹۲) جن میں ۵ متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے،

[1] مسند ص ۱۸۵ ج ۵،

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسی قدر حدیثیں ان کو معلوم تھیں، وہ رسول اللہ ؐ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، آپ سے ہزاروں حدیثیں سنتے تھے، اور سیکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کرتے تھے، لیکن قلت روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی، جو حضرت زیدؓ جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت وعید بنکر کپکپا دیتی تھی،

فرائض۔ اگرچہ فقہ میں حضرت زید کو یہ کمال حاصل تھا کہ خود رسول اللہ کے عہد مقدس میں وہ منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہ دار الخلافت کے مفتی رہے، لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب، حضرت زیدؓ کا خاص فن تھا، رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے افرضہم امتی زید بن ثابت یعنی میری امت کے سب سے بڑے فرائض دان زید بن ثابت ہیں، حامل نبوت کی زبان کا یہ فقرہ حضرت زیدؓ کی فرائض دانی کا کتنا بڑا ثبوت ہے،

حضرت زیدؓ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ کو اقرار تھا، حضرت عمرؓ نے خطبہ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زیدؓ کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ من کان یرید ان یسأل من الفرائض فلیأت زید بن ثابت، یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہوں، زید بن ثابت کے پاس جائے،

ان کے کمالات کا اعتراف۔ حضرت عمرؓ کو حضرت زیدؓ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے، ممالک اسلام کے ممتاز عہدے خالی ہوتے، اور جن کی انجام دہی کی ضرورت ہوئی، لوگوں کے نام پیش کئے جاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے کسی کا انتخاب فرمادیتے، لوگ زیدؓ کا نام پیش کرتے، حضرت عمرؓ ارشاد کرتے کہ زیدؓ میری نظروں سے گر نہیں گئے لیکن کیا کروں، شہر والے ان کے محتاج ہیں کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں،[1]

[1] طبقات، ۱۱۶، ج ۲ قسم ثانی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے، کہ زیدؓ خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے، تمام لوگون کو عمرؓ نے شہرون اور ملکون مین متفرق کردیا تھا، اور فتویٰ یا رائے دینے سے منع کردیا تھا، لیکن زیدؓ مدینہ مین بیٹھکر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والون کو فتویٰ بتاتے تھے[1]،

سعید بن مسیب کا یہ حال تھا کہ مجتہد ہونے کے باوجود فتویٰ اور فیصلون مین بالکل حضرت زیدؓ کے پیرو تھے، کوئی مشکل مسئلہ آجاتا، لوگ دوسرے صحابہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعیدؒ فرماتے کہ زیدؓ نے کیا کہا ہے؟ زیدؓ بن ثابت فیصلون کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہین ہے، ان کے بتاتے وقت سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے، ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو[2]،

امام مالکؒ کہ اپنے زمانہ مین دار الہجرۃ مدینہ منورہ کے امام تھے، اور آج بھی فقہ و حدیث مین لاکھون آدمیون کے لئے امام مطلق ہین، کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد زیدؓ بن ثابت مدینہ منورہ کے امام تھے، اور امام شافعیؒ نے کہ ائمۂ اربعہ مین ہین فرائض کے تمام مسائل مین حضرت زیدؓ کی تقلید کی تھی،

علم فرائض کی تدوین فرائض کا فن نہایت دشوار فن ہے، قرآن مجید مین اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کردئے گئے ہین، لیکن ان کی تفصیل رسول اللہؐ کے اقوال و افعال و صحابہ کے قضایا اور فتاویٰ سے ہوتی ہے، قرآن مجید مین میراث و وصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج، میراث زوجہ، اولاد ذکور، اولاد اناث، مان، باپ، بھائی بہن، کلالہ، اور دیگر چند قسم کے ورثاء کا تذکرہ آیا ہے، اور ان کے حصّون کی مقدار کی تعین کرکے کہدیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا، اپنے نفس پر ظلم کریگا،

[1] طبقات ۱۱۷، [2] طبقات ۱۱۶،

رسول اللہ صلعم نے اپنے فیصلوں مین اسی اجمال کی تفصیل کی، اور آنحضرتؐ کے بعد زیدؓ بن ثابت نے اس فن کو ایسی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر متعدد کتابین لکھی گئین، اور فرائض ایک مستقل فن کی حیثیت سے علوم و معارف کی صف مین بٹھایا گیا،

حضرت زیدؓ سے فرائض مین بڑے جلیل القدر صحابہ فتوی پوچھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن کا فضل و کمال تمام صحابہ کو تسلیم تھا، حضرت زیدؓ سے استفتاء کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے ایک غلام نے قضا کیا، تو ابن عمرؓ نے پوچھا کہ متروکہ مین عمرؓ کی لڑکیان بھی حصّہ پائین گی؟ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا چاہیے، لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمرؓ نے اس پر یہان تک عمل کیا کہ حضرت عمرؓ کے جتنے غلام مرے، کسی کے مال مین لڑکیون کا حصّہ نہین لگایا[1]

اہل یمامہ کے قتل مین حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ کے فتوی کے موافق فیصلہ کیا تھا، یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردون کا وارث ٹھہرایا تھا، یہ نہین کیا کہ مردون کو باہم وارث بنا دیتے[2]

طاعون عمواس مین جب خاندان کے خاندان صاف ہوگئے اسوقت حضرت عمرؓ نے بھی[3] حضرت زیدؓ کے اسی خیال پر فیصلہ کیا تھا، عبداللہ بن عباس کہ صحابہ مین حبر اور بحر کہلاتے تھے، حضرت زیدؓ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے،

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ زیدؓ سے پوچھنا کہ ایک شخص مرا، زوجہ اور والدین ورثہ چھوڑے، ترکہ کیونکر تقسیم ہو؟ حضرت زیدؓ نے کہا بیوی کو نصف، باقی نصف مین ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباسؓ کا خیال اس کے خلاف تھا، وہ ماں کو کل مال مین سے ثلث دلاتے تھے،

---

[1] المدونۃ الکبری امام مالک ج ۳، [2] کنز العمال ج ۶ ص ۶ ، [3] کنز العمال ج ۶، ص،

چنانچہ کہلا بھیجا کہ یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے؟ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے یعنی استنباط ہے، میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا،[1]

فتوی دور دراز ممالک سے آتے تھے، اور حضرت زیدؓ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے۔

امیر معاویہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک خط کے ذریعہ سے دادا کے متعلق استفتا کیا تھا، حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لعبد اللہ معاویۃ امیر المومنین من زید بن ثابت، انی رأیت من نحو قسم امیر المومنین عمر بین الجد والاخوۃ واحدۃ قسم لھا الثلث فان کان اثنین مع الجد قسم لھا الشطر وللجد الشطر، فان کان للجد اخوات فانہ یقسم للجد الثلث، فان کانوا اکثر من ذالک فانی لم ارہ حسبت ینقص الجد من الثلث شیئاً، ثم ما خلص للاخوۃ من میراث اخیھم لعبد الجد فان بنی الاب والام ھم اولی بعضھم من بعض بما فرض اللہ لھم دون بنی العلۃ فلذلک حسبت نحو امن الذی کان امیر المومنین عمر یقسم بین الجد والاخوۃ من الاب ولم یکن یورث الاخوۃ من الام الذی لیس من الاب مع الجد شیئاً ثم حسبت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کان یقسم بین الجد والاخوۃ نحو الذی کتبت بہ الیک فی ھذہ الصحیفۃ![2]

حضرت زیدؓ نے فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب دئے، اور متعدد مسائل کا استنباط فرمایا، قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہم اوپر لکھ چکے ہیں، حضرت زیدؓ کی فہم و عقل نے نئے نئے خیالات پیدا کئے، جو علم الفرائض کا جزو بن گئے، میراث

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۱۱، [2] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵، [3] اصل عبارت یہ ہے فلما وضع زید بن ثابت الفرائض،

موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولدین ابیہ وامہ، میراث الجد، من لا میراث لہ مانعین وراثت، اور اسی قسم کی دیگر ضروری باتین حضرت زیدؓ کے فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہین،

حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کے نسبت جو فیصلہ کیا تھا صحابہ مین اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زیدؓ ہی کے ہاتھ مین تھا،

دادا کی میراث، علم فرائض کا نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اور خود حضرت زیدؓ نے اس کے نسبت مختلف خیالات ظاہر کئے ہین[۱]، تاہم جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے، فاروق اعظمؓ[۲] اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کو قابلِ عمل تصور کیا تھا،

اسلام مین دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے لیا، انکا ایک پوتہ فوت ہوا تو وہ کل جائداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، لوگون نے اس کے خلاف رائے دی، حضرت عمرؓ، زیدؓ کے گھر پہونچے زیدؓ کنگھی کر رہے تھے، اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی، حضرت عمرؓ سے کہا آپ نے کیون تکلیف کی مجکو بلا لیا ہوتا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ وحی نہ تھی کہ جس مین گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا، ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہون، اگر تمھاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کرونگا ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں، زیدؓ نے ایسی صورت مین رائے دینے سے انکار کیا، حضرت عمرؓ غصہ ہو کر ان کے گھر سے چلے آئے،

ایک روز پھر گئے، زیدؓ نے کہا کہ مین اس کو لکھ کر پیش کرونگا، چنانچہ ایک ٹکڑے پر مثل کے پیرایہ مین اس مسئلہ کو ادا کیا، حضرت عمرؓ نے مجمعِ عام مین خطبہ دیا اور کہا کہ زید بن ثابت یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے، مین اسکو نافذ کرتا ہون[۳]،

حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی اگرچہ تدوین و ترتیب کی، مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد

---

[۱] بخاری، ۹۹۶ ج ۲، [۲] کنز العمال، ۶ ج ۶،

نئے مسائل پیدا کئے، لیکن ان کے لئے ان مین سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد کا فخر ہے
بعض لوگون کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباسؓ ہین، حالانکہ یہ روایت اور درایت
دونون کے خلاف ہے، اوّل تو یہ کہ اس واقعہ کی کوئی سند نہین، اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے
سند صحیح سے مروی ہے، یعنی عبدالرحمن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا ہے، جو خود حضرت زیدؓ سے
روایت کرتے ہین، دوسرے، یہ کہ حضرت عباسؓ کو فرائض اور حساب مین دخل نہ تھا، اس لئے اس قسم
کی ایجادین، ان کی طرف منسوب کرنا، بداہۃً عقل کے خلاف ہے،

مذکورہ بالا واقعات سے، حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی تھی، صاف طور پر
منکشف ہوگئی، حامل نبوت کا ارشاد کہ "میری اُمت کے سب سے بڑے فرائض دان زید ہین"
حرف بہ حرف پورا اترا حضرت زیدؓ کی اسی غیر معمولی ذہانت وذکاوت، جودت فکر اور دماغ ودل پر
بہت سے قدمائے اسلام انگشت بدندان تھے، ان کے اعلیٰ علمی کارنامون پر لوگون کو تعجب ہوتا تھا،
امام زہری کہا کرتے تھے، کہ فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے ہین، لیکن زیدؓ کے نام سے مشہور ہوگئے ہین،[1]
امام زہری کو اس مسئلہ مین شبہ ہو تو ہو لیکن ہم کو قطعی یقین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت زیدؓ کی نسبت جو
رائے ظاہر فرمائی تھی بلاشک وشبہ صحیح اور قطعی تھی،

فقہ

حضرت زید بن ثابت مجتہدین صحابہ مین تھے، اور خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین فتویٰ
دیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور امیر معاویہؓ کی خلافتون مین بھی وہ
مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے، فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہین، حضرت زیدؓ کا پہلے طبقے مین شمار تھا،
انھون نے اپنی زندگی مین جس قدر فتوی دئے، ان کی تعداد نہایت کثیر ہے، اگر سب کو ایک جگہ جمع
کر دیا جائے، تو کئی ضخیم جلدین تیار ہو سکتی ہین،[2]

---

۱ طبقات ابن سعد ص ۱۱۵ ۲ اعلام الموقعین عن رب العالمین ابن قیم جوزی ص ۱۰ ج ۱،

حضرت زیدؓ کی فقہ انھیں کے زمانہ مین قبول عام کی سند حاصل کرچکی تھی، سعید بن مسیب کہا کہا کرتے تھے، کہ زید بن ثابت کا کوئی قول ایسا نہین جس پر لوگون نے بالاجماع عمل نہ کیا ہو، صحابہؓ مین سیکڑون ایسے تھے، جن کے قول پر کسی نے عمل کیا، لیکن زیدؓ کے فتوؤن پران کی زندگی ہی مین مشرق و مغرب عمل پیرا تھے[1]

تمام لوگونکا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام مین چار بزرگون کی ذات تھی، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، چنانچہ انھین تلامذہ سے آفاقِ عالم مین علم دین کی اشاعت ہوئی،

لیکن مدینۂ منورہ جو اسلام کا سرچشمۂ اصلی اور نبوت کا دار القرار تھا حضرت زیدؓ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز بنا تھا،

فقہائے صحابہ کی دو مجلسین تھین، ایک کے رئیس حضرت عمرؓ تھے، اور دوسری حضرت علیؓ کے زیر ریاست قائم تھی، حضرت زیدؓ حضرت عمرؓ کی مجلس مین شریک تھے، یہان مسائل علمیہ پر بحث ہوتی تھی، اور اہم اور مشکل مسائل طے کئے جاتے تھے[2]

حضرت زیدؓ اگرچہ ہر وقت فتوے دیتے تھے، تاہم اس کے لئے ایک وقت مخصوص کر لیا تھا، مسجد نبوی زیارت گاہِ عام تھی، اور حضرت زیدؓ کے مکان سے ملحق تھی، وہ یہین فتوے دینے کے لئے بیٹھتے تھے[3]

حضرت زیدؓ کے مسائل فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے، اس بناء پر ان کی تفصیل کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، یہان نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہین،

کتاب الصلوٰۃ — فرض نماز کے علاوہ باقی نمازین گھر مین پڑھنا افضل ہے[4]،

[1] طبقات ابن سعد ۱۱۶، [2] طبقات ابن سعد، [3] مسند ج ۵، [4] ۱۸۶ مسند ج ۵،

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر و عصر میں قرأت ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ صلعم دیر تک قیام کرتے تھے، اور آپ کے لب ہلتے رہتے تھے[1]، دانسکا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے ہر شخص کو قرأت کرنا چاہیئے، سوال کا تعلق امام سے ہے، جماعت سے نہیں، سائل کا منشا یہ تھا کہ ظہر و عصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زید نے اسی کا جواب دیا، ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے، صحیح بخاری میں، خباب بن ارت، زید بن ثابت، ابو قتادہ، سعد بن ابی وقاص سے جو روائتیں مذکور ہیں کسی سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ صحابہ آنحضرت کے پیچھے قرأت کرتے تھے،

کتاب الذبائح | ایک بھیڑئے نے بکری پر دانت مارا تھا، لوگوں نے اُسکو فوراً ذبح کر دیا، تو آنحضرت نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی[2]، ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اسکا گلا کاٹ دیا جائے، قرآن مجید میں ہے، "الا ما ذکیتم" چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی، آنحضرت صلعم نے اس کا کھانا حلال کر دیا،

کتاب الہبہ | ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی شخص کو رہنے کے لئے دیا، تو اسکی وفات پر اُس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی، حضرت زید کی روایت میں اسی کا بیان ہے کہ،

العمریٰ للوارث[3]،

عمریٰ کی اجازت کیساتھ رقبیٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رقبیٰ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرو تو میری ملک پھر عود کر آئیگی، چونکہ ہبہ کے لئے تملیک ضروری ہے، اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے، اس بناء پر یہ ہبہ ناجائز قرار دیا گیا ہے،

کتاب المزارعہ | نصف، ثلث، اور ربع منافع پر زمین کسی سے زراعت کرانا منع[4] ہے،

---

[1] مسند ۱۸۶ ج ۵، [2] مسند ۱۸۴ ج ۵، [3] مسند ۱۸۲ ج ۵، [4] مسند ۱۸۷ ج ۵،

باغ میں پھل اچھی طرح نہ آئے ہوں، یا درخت پر رطب چھوہارے ہوں ان کو اٹکل سے بیچنے کی ممانعت ہے، (مدینہ میں اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، نقصان ہونے کی صورت میں فریقین میں خصومت کی نوبت آجاتی تھی، آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عریہ والوں کو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہاروں پر ان کی گذر اوقات تھی، آنحضرتؐ نے ناپ کر فروخت کرنے کی اجازت دیدی تھی)

ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہیں، حضرت زیدؓ نے دنیا کے دیگر علوم میں جو ترقی کی تھی، اب اس کا بیان کرنا ضروری ہے،

فارسی، رومی، عبرانی سریانی، قبطی، حبشی، زبانیں

حضرت زیدؓ نے رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھی تھیں، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی یہاں تک کہ توراۃ و انجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبطی، اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جنکو انھوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا، (البنیہ والاشراف؟ ص ۲۸۳،)

حساب

عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اسلام کے ابتدائی زمانہ تک خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے، عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، لیکن حضرت زیدؓ کو حساب میں اس قدر دخل تھا، کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل، حساب کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے، اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے، چنانچہ غزوۂ حنین میں جو ۸ھ میں ہوا تھا، اور جس میں تقریباً ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے، انھیں کے مردم شماری اور لگائے ہوئے حصوں کے بموجب آنحضرتؐ نے مال تقسیم فرمایا تھا

ل مسند ج ۵ ص ۱۹۲،

انھون نے بیشتر لوگون کی تعداد معلوم کی، پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلایا، چند سردارون کو مستثنی کرکے جن کو بیش قرار رقمین دی گئی تھین، فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری حصہ مین پڑین، سوارون کو اسکا دگنا، یعنی ۱۲ اونٹ، اور ۱۲۰ بکریان عطا کی گئین[1]، جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زید رضی نے سب کو تقسیم کیا تھا،

خط و کتابت | عرب مین اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روائتین قوت حافظہ کی بناء پر مشہور ہوتی تھین، حضرت زید رض لکھنا جانتے تھے، اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے، فرامین، عہدنامے، اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے،

حضرت عمر رض کے عہد مین عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لئے عمرو بن عاص گورنر مصر کو فرمان خلافت پہونچا کہ مصر سے غلہ روانہ کرین، عمرو رض نے ۲۰ جہاز غلے سے بھرے ہوئے دار الخلافت کی طرف روانہ کئے، حضرت عمر رض کو جہازون کی آمد کا سخت انتظار تھا، خود چند صحابہ کو لیکر جن مین زید رض بھی تھے، جار نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھا، تشریف لے گئے، غلہ آیا تو جار ہی مین دو گودام بنوائے، اور غلہ بھروا دیا، زید بن ثابت رض کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدونکا تیار کرین جس مین ان کا نام اور غلہ کی تعداد لکھی ہو، حضرت زید نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکین تقسیم کین جن کے نیچے حضرت عمر رض کی مہر ثبت تھی، اسلام مین چک اور اسمین مہر لگانیکا یہ پہلا واقعہ تھا، جو حضرت زید رض کی بدولت انجام پایا،

اخلاق و عادات | اسلام کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے، صاحب شریعت عم متمم مکارم اخلاق تھا، حاشیہ نشینان نبوت اسی کے جمال اخلاق کا پرتو تھے،

حضرت زید رض کا نظام اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا، اوس کے نمایان اجزاء حسب

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۰۱، قسم اول مغازی

رسول، اتباع حدیث، امر بالمعروف، نصح امرا، حمیت علی تھے۔

رسول اللہ کی محبت کی بنا پر حضرت زیدؓ بارگاہ نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے صبح کو بستر خواب سے اٹھکر آنحضرتؐ کی خدمت میں چلے آتے، بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت صلعم کے ساتھ کھاتے آنحضرت صلعم انکو اپنے حجرۂ شریف میں بلا لیتے تھے[1]،

ایکروز وہ آنحضرت صلعم کے پاس گئے، آپ سحری میں چھوہارے نوش فرما رہے تھے، آپنے فرمایا آؤ میرے ساتھ شرکت کرو، انھوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا، میرا بھی وہی ارادہ ہے، چنانچہ حضرت زیدؓ نے آنحضرت صلعم کے ساتھ سحری کھائی، تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا، تو وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مسجد گئے[2]،

محبت کا ظہور ہر طرز و ادا میں ہوتا تھا، مکالمت، و مخاطبت، نشست و برخاست، جلوہ، محبت سے لبریز ہوتی تھی۔

حضرت زیدؓ رسول اللہؐ کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے[3]، رسول اللہ صلعم غایت بے تکلفی کی بنا پر ان کی ران پر اپنی ران مبارک رکھ دیتے، ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی، حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ فخذ مقدس اتنی گران ہوگئی کہ میرے لئے ناقابل برداشت تھی، معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی، لیکن ادب کا یہ حال تھا، کہ حضرت زیدؓ نے اُف تک نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے[4]،

اتباع حدیث کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہ کے پاس شام گئے، ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی، امیر معاویہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو، حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے حدیث قلمبند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، پھر اس کو مٹا دیا[5]،

---

[1] مسند ۱۸۲ ج ۵، [2] مسند ۱۹۲ ج ۵ [3] مسند ۱۹۱ ج ۵، [4] مسند ۱۹۰ ج ۵ [5] مسند ۱۸۲ ج ۵،

امر بالمعروف ہر مسلمان کا فرض ہے صحابہ کرام اس فرض کو نہایت شدت کیساتھ انجام دیتے تھے، حضرت زیدؓ بن ثابت کے اخلاق و عادات میں امر بالمعروف نہایت نمایاں ہے، وہ بڑے بڑے جابر امراکے روبرو بھی اس فرض کو ادا کرتے تھے، مروان بن حکم اموی، مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ مغرب کے وقت چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا حضرت زیدؓ نے فرمایا، تم ایسا کیوں کرتے ہو، آنحضرتؐ تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے[1]، صحابہ اور تابعین بھی اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی امر خلاف سنت کرتے حضرت زیدؓ ان کو تنبیہ فرماتے تھے، شرحبیل بن سعد نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی، زیدؓ نے دیکھ لیا، پاس آکر ایک تھپیڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے[2]،

انھیں شرحبیل کو ایک مرتبہ باغ میں جال لگاتے دیکھا، تو زور سے چلائے کہ یہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے[3]،

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا بہت سے تاجروں نے معاملہ کیا، عبداللہؓ بن عمر نے بھی بات چیت کی، اور اس سے خرید لیا، مال ابھی وہیں رکھا تھا، دوسرا خریدار پیدا ہو گیا، اس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں، مجھ سے سودا کر لیجئے، بات کے پختہ کرنے کے لئے ابن عمرؓ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے، کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا، دیکھا تو زیدؓ بن ثابت تھے ابن عمرؓ سے کہا ابھی نہ بیچو، پہلے مال یہاں سے اٹھوا لو، کیونکہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[4]

امرا کو نصیحت کرنا جس قدر مشکل کام ہے اسکا اندازہ اسی شخص کو بخوبی ہو سکتا ہے جس نے ایشیائی بادشاہوں کے عظمت و جلال کے افسانے تاریخ کے اوراق میں پڑھے ہوں،

دوپہر کے وقت زیدؓ مروان کے محل سے نکلے، شاگردوں نے دیکھ لیا، خیال ہوا کہ اسوقت

۱؎ بخاری ۱۰۵ ج ۱ باب القرأۃ فی المغرب، ۲؎ مسند ۱۸۱ و ۱۹۰ ج ۵، ۳؎ مسند ۱۹۰ ج ۵، ۴؎ مسند ۱۹۰ ج ۵،

کسی وجہ سے گئے ہوں گے، بڑھ کر پوچھا، حضرت زیدؓ نے کہا کہ اس وقت اس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں، میں نے اس سے کہا، کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہوگا، خدا کے لئے عمل کرنا، ولاۃ الامر کو نصیحت کرنا، جماعت کیساتھ رہنا[1]

حضرت زیدؓ اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے، تاہم ان میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی، حمیت جاہلیت کی قرآن مجید میں ممانعت آئی ہے، لیکن حضرت زیدؓ میں حمیت جاہلیت نہ تھی بلکہ حمیت اسلام تھی، جو بجائے خود نہایت عمدہ خصلت ہے،

حضرت عبادہ بن صامت انصاری کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، بیت المقدس گئے، اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا، ایک نبطی کو بلا کر کہا کہ میرا گھوڑا پکڑ لو، اس نے انکار کیا، حضرت عبادہؓ نے اس کو زجر و توبیخ کی اور خوب مارا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو انھوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ عبادہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کی درخواست کی تھی، اس نے انکار کیا، میرا مزاج تیز ہے، اس کو مار بیٹھا، حضرت عمرؓ نے کہا، آپ سے قصاص لیا جائیگا، زید بن ثابت موجود تھے، ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی، حضرت عمرؓ سے کہا، کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گے، یہ حضرت عمرؓ نے جرمانہ پر فیصلہ کر دیا، اور حضرت عبادہ کو دیت دینا پڑی[2]

اسی طرح حضرت عمرؓ شام میں تھے، خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمان کو قتل کر دیا جائے، حضرت زیدؓ نے بڑی دقت سے سمجھایا کہ قتل کے بجائے، دیت دلوا دیجئے[3]

حضرت زیدؓ کی یہ عصبیت کچھ ذمیوں سے مخصوص نہیں وہ مسلمانوں میں بھی اس کو پسند کرتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان کے غلام کا وظیفہ ۲ ہزار مقرر کیا تھا، لیکن انھوں نے صاف کہا

[1] مسند ص ۱۸۳ ج ۵، [2] کنز العمال ج ۷ ص ۳۰۳، [3] کنز العمال ج ۷، ۳۰۴

کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے، اور حضرت عثمانؓ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا

عادات وخصائل کے لحاظ سے فطرت نہایت بلند تھی، خاموشی وسکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمۂ تمکین ووقار معلوم ہوتے تھے،

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، حضرت عمرؓ کے ارباب صحبت میں شریک تھے، حضرت عثمانؓ سے اور بھی زیادہ وسیع تعلقات تھے، اور اسی وجہ سے عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمانؓ انکو نہایت محبوب رکھتے تھے، حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھتے تھے، اور ان کی فضیلت کے قائل تھے،

امیر معاویہؓ سے بھی مراسم تھے، شام گئے، تو ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے[1]، اور مروان بن حکم جب مدینہ منورہ کا امیر ہو کر آیا تو اس سے بھی ربط ضبط رہا[2]،

امراء اور سلاطین میں باہمی نزاع کی پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن سے ان کے حاشیہ نشینوں کو بھی تعلق ہوتا ہے، لیکن حضرت زیدؓ باانہمہ کہ سب سے ملتے تھے، فتنہ وفساد سے واسطہ نہ رکھتے تھے، اور یہ اُن کی سیاست وتدبیر کا اثر تھا،

مروان بن حکم اپنی سیاست میں شہرۂ آفاق ہے، حضرت زیدؓ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، لیکن وہ موقع پر سیاست سے باز نہ آتا تھا، زیدؓ بن ثابت کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹیکل سوالات کئے، حضرت زیدؓ جواب دے رہے تھے، یکایک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں حضرت زیدؓ نے فوراً کہا کہ میرا عذر قبول کیجئے، میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ذاتی رائے تھی،

حضرت زیدؓ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے، لیکن ادعا بھی اعلیٰ پیمانہ پر ان میں موجود تھا، حضرت رافعؓ بن خدیج نے ایک حدیث میں غلطی کی، تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ خدا ان کی مغفرت کرے مجکو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا،

---

[1] مسند ۱۸۲ ج ۵، [2] مسند ۱۸۷ ج ۵،

خودداری بھی عجیب چیز ہے، حضرت زیدؓ اعلیٰ درجہ کے خوددار تھے، ان کی عظمت شخصی اسی خودداری کی نتیجہ تھی، صحابہ سے لیکر، امراء و رؤسائے بنی امیہ تک ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہ آنحضرت کے برادر عم زاد تھے، حضرت زیدؓ کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباسؓ نے رکاب تھام لی، حضرت زیدؓ نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی ہیں، آپ ایسا نہ کیجئے، ابن عباسؓ نے کہا، کیا خوب علماء اور اکابر کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیئے،

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابوسعید خدری جیسے جلیل القدر صحابی کو کوڑے سے مارنے اٹھا تھا، حضرت زیدؓ کی اتنی عظمت اس کے دل میں جاگزین تھی کہ ان کو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا[1]،

حضرت زیاد بن لبیدؓ

نام و نسب زیاد نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام بیعت عقبہ میں شریک تھے، جب مدینہ میں مہاجرین کی آمد شروع ہوئی، انصار کی ایک جماعت کہ ۴۰ آدمیوں سے مرکب تھی، مکہ پہونچی، حضرت زیادؓ بھی انہیں میں تھے، وہاں سے

[1] مسند ص ۱۸۷ ج ۵،

بہت سے صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے، اس بنا پر یہ لوگ انصاری بھی تھے اور مہاجری بھی،[1]

غزوات — بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شریک تھے،

سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلعم نے یمن کا حاکم بنایا، یہ ملک ۵ حصوں پر تقسیم تھا[2]، حضرموت کے حضرت زیاد عامل تھے، صدقات کا محکمہ بھی ان کے زیر ریاست تھا[3]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اہل یمن نے ارتداد اختیار کیا، اور زکوٰۃ بند کر دی، حضرت ابوبکر نے زیاد کو لکھا، انھوں نے شاہان کندہ پر شبخون مارا اور فتح حاصل کی، اشعث بن قیس کا محاصرہ کر کے شکست دی اور اسکو دار الخلافت روانہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

وکان لہ بلاء حسن فی قتال اہل الردۃ[4] یعنی انھوں نے مرتدین کی جنگ میں بڑی جانبازی دکھائی

خلافت صدیقی اور دور فاروقی میں بھی اسی خدمت پر ممتاز رہے[5]، جب اس فرض سے سبکدوش ہوئے یمن سے آکر کوفہ کی سکونت اختیار کی، بعض کا خیال ہے کہ شام میں قیام کیا تھا،

وفات — سنہ ۴۱ھ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا پہلا سال تھا،

فضل و کمال — فقہائے صحابہ میں تھے[6]، صحیح ترمذی میں ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اب علم کے اٹھنے کا وقت آپہونچا، زیاد نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اب علم لوگوں کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے، ارشاد ہوا، ثکلتک امک یا زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ، اولیس الیہود والنصاری یقرءون التوراۃ والانجیل ولا ینتفعون بشیء، یعنی اے زیاد تیری ماں تجھکو روئے، میں تجھکو نہایت سمجھدار شخص خیال کرتا تھا، کیا دیکھتے نہیں کہ یہود و نصاری توراۃ و انجیل پڑھتے ہیں لیکن ان سے کچھ نفع نہیں اٹھاتے،

[1] طبقات ابن سعد ص ۵۱۲ ج ۱ قسم ۱، [2] استیعاب ص ۲۰۶ ج ۱ احالات معاذ بن جبل، [3] یعقوبی ص ۸۱ ج ۲، [4] تہذیب التہذیب ص ۳۸۲ ج ۳

[5] طبری ص ۲۱۳۶ ج ۴، [6] یعقوبی ص ۱۸۶ ج ۲، [7] تہذیب ص ۳۸۳ ج ۳

حضرت عبادہ نے اس حدیث کو سنا تو فرمایا سچ ہے، سب سے پہلے خشوع اُٹھ رہا ہے[1]

آنحضرت صلعم سے چند حدیثیں روایت کیں، حلقہ روایت میں عوف بن مالک، جبیر بن نفیر

سالم بن ابی الجعدان کی مسند فضل و کمال کے حاشیہ نشین ہیں،

حضرت زید بن دثنہ رض

نام نامی حضرت زید ہے، قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب ابن جشم بن خزرج،

بدر اور احد میں شریک تھے، غزوۂ احد کے بعد قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ، آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے، اور درخواست کی کہ چند صحابہ جو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں ہمارے ہاں بھیجیے، کیونکہ ان اطراف میں اسلام پھیل رہا ہے، آنحضرتؐ نے خبیب، زید اور بعض لوگوں کو روانہ فرمایا، راستہ میں بیر معونہ پر معرکہ پیش آیا، حضرت خبیبؓ اور زید مشرکین کے ہاتھ اسیر ہوئے، وہ لوگ ان دونوں کو ہاتھ باندھ کر مکہ لائے، اور صفوان بن اُمیہ کے ہاتھ فروخت کیا، صفوان نہایت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض انکو قتل کرونگا،

شہادت رائے و مشورہ کے بعد تنعیم مقتل قرار پایا، صفوان نے اپنے غلام کو جس کا نام نسطاس تھا حکم دیا کہ انکو تنعیم لے چلو،

---

[1] اصابہ ص ۲ ج ۲

قتل گاہ پہونچے تو عجیب ابتلاء کا وقت تھا، ابوسفیان نے پوچھا زید تمھین خدا کی قسم ایچ سچ بتا اگر تمھارے بجائے محمدؐ ہون، اور ہم ان کی گردن مارین اور تم اپنے گھر رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو، حضرت زیدؓ نے نہایت بے پروائی اور جرأت سے فرمایا "واللہ! مجھے یہ بھی منظور نہین کہ محمدؐ کے کانٹا چبھے اور مین اپنے گھر مین بیٹھا رہا ہون"، ابوسفیان اس فقرہ کو سنکر دنگ رہ گیا، اور اسی عالم مین زبان سے نکلا کہ محمدؐ کے اصحاب ان سے جس قدر محبت کرتے ہین، دنیا مین کسی کے دوست ایسے گرویدہ نہین، اس کے بعد ان کو قتل کر دیا گیا، یہ سنہ ۳ھ کا افسوسناک واقعہ ہے،

قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق کی گئی ہے۔ قیمت .. .. ہیئہ

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار، اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث ۔ عہ

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۔ عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

" دوسری ریڈر طبع دوم ۔ ۴ر

رسالہ اہل سنة والجماعة، فرقہ اہل سنت والجماعة کے اصولی عقاید کی تحقیق طبع دوم قیمت ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانحمری اور موطائے مالک پر تبصرہ قیمت .. .. عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفاے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے انکا ثبوت ۸ر

دنیاے اسلام اور خلافت، موجودہ عہد مین خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کیلئے دنیا کی مسلمان قومین کیا جدوجہد کر رہی ہین مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہین ۶ر

خلافت عثمانیہ اور دنیاے اسلام، اسمین یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانون اور اسلامی ملکون کی گذشتہ صدیون مین کیا خدمتین انجام دی ہین

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کی جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے طبع سوم قیمت ۴ر

مولانا عبد السلام ندوی،

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کے عقائد، عبادات، اخلاق، اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اولی کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۵۰۳ صفحے قیمت ۳ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی انتظامی اور علمی کارنامون کی تفصیل ضخامت ۴۵۰، قیمت .. .. للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قومونکی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ" طبع دوم قیمت .. .. .. عہ

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع، قیمت .. .. عہ

سیرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفۂ اموی کے سوانح حیات اور ان کے مجددانہ کارنامے طبع دوم قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد عہ، غیر مجلد عہ،

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد .. عہ

مولوی عبد الماجد بی۔ اے،

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی قیمت ۱۲ر

فلسفہ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح عہ

پیام امن، موسیو جرڈبال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امن عالم و اخوت انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے اور اسکے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جسمین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کے تعلیمات کی تفصیل ہے اردو مین بالکل نئے خیالات ہین ۱۰۰ صفحے ۴ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جسمین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی)، معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہین عمدہ ٹائپ مین چھپی ہے قیمت عہ

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات، اور عام صحابیات کی سوانحمریان اور ان کے علمی اخلاقی کارنامے، عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم، اے،

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدیدہ اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۲ر

تاریخ صحف سماوی، توراة، انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب

کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ
جمع قرآن کا جواب قسم اوّل ہے، دوم سے ر

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ ار

مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی،

روح الاجتماع، موسولیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی
کے اصول نفسیہ" کا اردو ترجمہ جسمیں انسانی جماعت کے اخلاق ملک
رہنماؤں کی خصوصیات اور جماعتوں کے بننے اور بگڑنے کے قوانین
نفسی بیان کئے گئے ہیں، صفحہ ۲۳۴، قیمت عـہ

ابن رشد، مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانوں میں ارسطو کے فلسفہ
کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہے، اور جسکی تصنیفات مدتوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں
میں پڑھائی جاتی تھیں اسکے سوانح اور اس کے فلسفہ پر تبصرہ اور اسی
ضمن میں مسلمانوں کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو، اور یورپ میں اسلامی
علوم کی اشاعت کی تاریخ اور فلسفہ جدیدہ وقدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہے،
اس بحث کے متعلق اتنا ذخیرۂ معلومات کسی مشرقی زبان میں کیا کسی مغربی
زبان میں بھی نہیں مل سکتا ضخامت ۴۰۰ صفحے
قیمت ۸ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال،

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عـہ

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل
بیان قیمت عہ

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب میں ایک
مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ قیمت ۴ر

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات وصفات واجب الوجود
پر عقلی پہلو سے ایک نظر، عہ

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات
جدیدہ قیمت ۸ر

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال،

رموز فطرت، طبیعیات، طبقات، ارض، ہیئت
اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس،

سفارت میں ۶ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمیں علم منطق کے اصول نہایت
خوبی وعمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان
کئے گئے ہیں، صفحے ۱۲۰ قیمت ۱ر

الانسان، اس میں انسان کے تمام قوائے نفسانی
وجسمانی خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳
قیمت عہ

تسہیل البلاغت، اردو زبان میں فن فصاحت
وبلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان
کتاب قیمت ۳ر

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید وقدیم معلومات کی
جامع کتاب قیمت ۳ر

متفرق کتابیں

سیاحت قسطنطنیہ، مولینا شبلی مرحوم
کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے
مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو
میں ترجمہ کیا ہے قیمت عـہ

الندوہ، کی جلدیں موجود ہیں، قیمت فی
جلد سے، فی نمبر ۴ر نادر ذخیرہ کمیاب ہے،

تبویب القرآن، ایک فاضل ترکی کی
تصنیف جسمیں قرآن مجید کے جمع وترتیب کے مختصر
حالات ہیں، اور جس کو مفتی خلیل الرحمن صاحب نے
اردو کا جامہ پہنایا ۲ر

مقالہ روسو، قیمت ۸ر

"منیجر"
دار المصنفین اعظم گڑھ یو۔ پی،